ناشر

مکتبہ دار النعمان
گوجرانوالہ

امام ابوحنیفہؒ کا مقام
محدثین کی نظر میں

جمع و ترتیب

پیرجی سید مشتاق علی شاہ

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ مرتب

قارئین کرام! اس کتاب سے پہلے بھی ہم کئی کتابیں امام ابوحنیفہؒ کے دفاع میں شائع کر چکے ہیں۔ جن میں سے بعض کے نام درج ذیل ہیں:

(۱) **اجوبۃ اللطیفہ عن بعض ردود ابن ابی شیبۃ علی ابی حنیفۃؒ**

(۲) **الاقوال الصحیحۃ فی جواب الجرح علی ابی حنیفۃ**

(۳) **تلخیص السیف الصارم لمنکر شان امام اعظمؒ**

(۴) **کشف الغمۃ بسراج الامہ**

(۵) امام ابوحنیفہؒ پر اعتراضات کا علمی جائزہ

(۶) امام اعظم ابوحنیفہؒ اور مصنفین صحاح ستہ

(۷) امام ابوحنیفہؒ پر اعتراضات کے جوابات

الحمدللہ یہ کتابیں کافی مقبول ہوئیں۔ پیش نظر کتاب بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے مگر اس میں اعتراضات کے جوابات دینے کا طریقہ جو پہلی کتابوں میں چلا آرہا تھا اس کو تبدیل کر دیا گیا ہے اور بغیر اعتراض کی عبارت نقل کیے اپنی بات کو مثبت انداز میں نقل کیا گیا ہے۔

یہ مجموعہ نہ تو مستقل طور پر امام ابوحنیفہؒ کی سوانح عمری ہے اور نہ ہی کسی موضوع پر مستقل کتاب ہے۔ ہم نے تو اپنے اکابر کی کتابوں میں سے امام ابوحنیفہؒ اور فقہ حنفی کے موضوع پر اپنی سمجھ اور ضرورت کے مطابق مختلف ادوار میں مواد اکھٹا کیا ہوا تھا۔ ہم نے سوچا کہ اس سے عوام کو بھی فائدہ ہوگا لہٰذا اس کو شائع کر دینا چاہیے۔ اس لیے ہم نے اس کو شائع کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری اس کوشش کو قبول و منظور فرمائے۔

جولوگ امام ابوحنیفہؒ کو برا بھلا کہتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو بھی ہدایت نصیب فرمائے۔

ضروری اعلان:

ہم نے اس رسالہ میں اپنی طرف سے پوری کوشش کی ہے کہ کوئی غلطی نہ ہو مگر پھر بھی اگر کوئی غلطی نظر آئے تو ضرور آگاہ فرمائیں ان شاءاللہ ضرور درست کردی جائے گی۔ ہم قرآن وسنت کے خلاف کسی کی بات نہیں مانتے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن وسنت پر صحیح معنی میں عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہم سب کا خاتمہ ایمان پر فرمائے۔ آمین

احقر

سید مشتاق علی

2 جولائی 2022ء

2 ذوالحجہ 1443ھ

بروز ہفتہ

تاریخ تدوین حدیث

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تک

حدیث کیا ہے:

قرآن کریم دین الٰہی کی آخری اور مکمل کتاب ہے جو حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی گئی اور آپ کو اس کا مبلغ اور معلم بنا کر دنیا میں معبوث کیا گیا چنانچہ آپ نے اس کتاب مقدس کو اول سے آخر تک لوگوں کو سنایا، لکھوایا، یاد کرایا اور بخوبی سمجھایا اور خود اس کے جملہ احکام و تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر امت کو دیکھایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ حقیقت میں قرآن مجید کی قولی اور عملی تفسیر ہے اور آپ کے ان ہی اقوال، اعمال اور احوال کا نام حدیث ہے۔

لفظ ''حدیث'' عربی زبان میں وہی مفہوم رکھتا ہے جو ہم اردو میں گفتگو، کلام یا بات سے مراد لیتے ہیں چونکہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام گفتگو اور بات کے ذریعہ پیغام الٰہی کو لوگوں تک پہنچاتے اور اپنی تقریر اور بیان سے کتاب اللہ کی شرح کرتے اور خود اس پر عمل کر کے اس کو دکھلاتے تھے اسی طرح جو چیزیں آپ کے سامنے ہوتیں اور آپ ان کو دیکھ کر یا سن کر خاموش رہتے تو اسے بھی جزء دین سمجھا جاتا تھا کیونکہ اگر وہ امور منشاء دین کے منافی ہوتے تو آپ یقیناً ان کی اصلاح کرتے یا منع فرماتے۔ لہٰذا ان سب کے مجموعہ کا نام ''احادیث'' قرار پایا۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اقوال، اعمال اور احوال کو حدیث سے تعبیر کرنا خود ساختہ اصطلاح نہیں بلکہ خود قرآن کریم سے مستنبط ہے۔ قرآن کریم میں دین کو نعمت فرمایا ہے اور اس نعمت کی نشر و اشاعت کو ''تحدیث'' سے تعبیر کیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمَا اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ (البقرۃ:۲۳۱)

ترجمہ: اور یاد کرو اپنے اوپر اللہ کی نعمت کو اور جو تم پر کتاب اور حکمت کو نازل فرمایا کہ تم کو اس کے ذریعے نصیحت فرمائے۔

اور تکمیل دین کے سلسلہ میں فرمایا ہے:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ (المائدہ:۳)

ترجمہ: آج کے دن تمہارے لئے تمہارے دین کو میں نے کامل کر دیا اور میں نے تم پر اپنی نعمت تمام کر دی۔

دیکھئے ان دونوں آیتوں میں قرآن حکیم نے دین کو ''نعمت'' کہا ہے اور سورۃ الضحیٰ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی نعمت کے بیان کرنے کا ان الفاظ میں حکم دیا ہے۔

وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ (الضحیٰ:۱۱)

ترجمہ: اور اپنے رب کی نعمت کو بیان کیجئے۔

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اسی تحدیث نعمت کو حدیث کہتے ہیں:

یہی نہیں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اقوال، اعمال اور احوال کے لئے خود قرآن مجید میں بھی متعدد مقامات پر ''حدیث'' کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ چنانچہ سورۃ الذاریات میں حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا تذکرہ اس طرح شروع ہوتا ہے۔ هَلْ اَتٰكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ (الذاریات:۲۴)

اور حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے حالات میں ایک جگہ نہیں دو جگہ فرمایا ہے۔

هَلْ اَتٰكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى (طٰہٰ:۹، النازعات:۱۵)

خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول مبارک کے لئے بھی قرآن مجید میں ''حدیث'' کا لفظ موجود ہے۔

وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِیُّ اِلٰی بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِیْثًا (التحریم:۳) اور جب چھپا کر کہی نبی نے اپنی کسی بی بی سے ایک بات۔

حدیث کی دینی حیثیت:

حدیث شریف کا دین میں کیا درجہ ہے اس کو ذہن نشین کرنے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حسب ذیل حیثیات کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے جن کو قرآن پاک نے نہایت صراحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے:

(۱) آپ مبلغ تھے:

یَآ اَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ (المائدہ:۶۷)

اے رسول پہنچا دیجئے۔ جو کچھ اتارا گیا ہے آپ کی طرف آپ کے پروردگار کی جانب سے

(۲) آپ مراد الٰہی کے مبین یعنی بیان کرنے والے ہیں:

وَاَنْزَلْنَا اِلَیْكَ الذِّكْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ (النحل:۴۴)

اور آپ پر بھی ہم نے یہ یادداشت نازل کی تا کہ جو کچھ ان کی طرف سے اتارا گیا ہے آپ اس کو کھول کر لوگوں سے بیان کر دیں۔

(۳) آپ معلم کتاب وحکمت ہیں:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْهِمْ رَسُوْلاً مِّنْ اَنْفُسِهِمْ یَتْلُوا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَكِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ (آل عمران:۱۶۴)

بے شک اللہ نے احسان کیا ایمان والوں پر کہ بھیجا ان میں رسول انہی میں سے جو پڑھتا ہے ان پر اس کی آیتیں اور ان کو سنوارتا ہے اور ان کو کتاب اللہ اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔

(۴) تحلیل وتحریم یعنی اشیاء کو حلال وحرام کرنا آپ کے منصب میں داخل تھا:

وَیُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبَاتِ وَیُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبَآئِثَ (الاعراف:۱۵۷)

اور وہ ان کیلئے پاک چیزوں کو حلال کرتے ہیں اور گندی چیزوں کو ان پر حرام فرماتے ہیں۔

قَاتِلُوا الَّذِیْنَ لاَ یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلاَ بِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَلاَ یُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ

وَرَسُوْلُهٗ (التوبہ:۲۹)

لڑو ان لوگوں سے جو یقین نہیں رکھتے اللہ پر پچھلے دن پر اور نہیں حرام سمجھتے ان چیزوں کو جن کو حرام کیا اللہ اور اس کے رسول نے۔

(۵) آپ اُمت کے تمام معاملات اور فیصلوں میں قاضی ہیں:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا (الاحزاب:۳۶)

اور گنجائش نہیں کسی ایماندار مرد کے لیے اور نہ کسی ایماندار عورت کے لیے جبکہ فیصلہ کر دے۔ اللہ اور اس کا رسول کسی معاملہ کا کہ ان کو اپنے اس معاملہ میں کوئی اختیار رہے اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے تو بے شک وہ صریح طور پر گمراہ ہو گیا۔

(۶) آپ امت کے تمام جھگڑوں اور قضیوں میں حکم ہیں:

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (النساء:۶۵)

سو قسم ہے تیرے رب کی یہ مومن نہیں ہونگے جب تک کہ تمہیں ہی حکم نہ بنائیں اس جھگڑے میں کہ جو ان کے باہم ہو پھر جو تم فیصلہ کرو اس سے یہ اپنے جی میں خفگی بھی نہ محسوس کریں اور تسلیم کر کے مان لیں۔

اِنَّاۤ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَاۤ اَرٰىكَ اللّٰهُ (النساء:۱۰۵)

بے شک ہم نے یہ کتاب تمہاری طرف حق کے ساتھ نازل کی ہے تا کہ تم لوگوں کے باہم جو کچھ اللہ تمہیں سمجھائے اس سے فیصلہ کیا کرو۔

(۷) آپ کی ذات قدسی صفات میں ہر مومن کیلئے اُسوہ حسنہ ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُو اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا (الاحزاب:۲۱)

بے شک تمہارے لئے رسول اللہ کی ذات میں عمدہ نمونہ عمل ہے اس شخص کیلئے کہ جو اللہ اور روز آخرت سے آس لگائے ہوئے ہو اور اللہ کو بہت یاد کرتا ہو۔

(۸) آپ کی اتباع سب پر فرض ہے:

فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهِ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ (الاعراف:۱۵۸)

سو ایمان لے آؤ اللہ پر اور اس کے نبی اُمی پر کہ جو اللہ اور اسکی باتوں پر ایمان رکھتا ہے اور اس کے تابع ہو۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (آل عمران:۳۱)

آپ کہہ دیجئے اگر تم محبت رکھتے ہو اللہ کی تو میری اتباع کرو کہ اللہ تم سے محبت رکھے اور تمہارے گناہ بخش دے۔

(۹) جو کچھ آپ دیں اس کو لینا اور جس چیز سے منع فرمائیں اس سے باز رہنا ضروری ہے:

وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا (حشر:۷)

اور جو دے تم کو رسول سو لے لو اور جس سے منع کرے سو چھوڑ دو۔

(۱۰) آپ کی اطاعت تمام مسلمانوں پر فرض ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ (محمد:۳۳)

اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی۔

(۱۱) ہدایت آپ کی اطاعت سے وابستہ ہے:

وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا (النور:۵۴)

اور اگر تم نے ان کی اطاعت کی تو ہدایت پر آ جاؤ گے۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس قدر امت کو ہدایتیں دیں، جو جو چیزیں ان سے بیان فرمائیں اور کتاب وحکمت کی تعلیم کے ذیل میں جو کچھ ارشاد فرمایا جن چیزوں کو حلال اور جن کو حرام ٹھہرایا۔ باہمی معاملات وقضایا میں جو کچھ فیصلہ فرمایا، منازعات وخصومات کو جس طرح چکایا ان سب کی حیثیت دینی اور تشریعی ہے یہی نہیں بلکہ آپ کی پوری زندگی امت کے لئے بہترین نمونہ عمل ہے جس کی اتباع اور پیروی کا ہم کو حکم دیا گیا ہے، آپ کی اطاعت ہر امتی پر فرض ہے جو آپ حکم دیں اس کو بجالانا اور جس سے منع کریں اس سے رُک جانا ہر مومن کیلئے لازم اور ضروری ہے۔ مختصر یہ کہ آپ کی اطاعت ہی حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں صاف تصریح ہے۔

مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (النسا:۸۰)

جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے بلاشبہ اللہ ہی کی اطاعت کی۔

ظاہر ہے کہ وضو، غسل، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، درود، دعا، جہاد، ذکر الٰہی، اسی طرح نکاح، طلاق، بیع وشرا، فصل قضایا وخصومات، اخلاق ومعاشرت، سیاسیات ملت غرض جملہ احکام دین کے متعلق کلی احکام قرآن مجید میں موجود ہیں لیکن ان احکام کی تشریح، ان کے جزئیات کی تفصیل اور ان کی عملی تشکیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال واعمال اور آپ کے احوال کے جانے بغیر بالکل نہیں ہوسکتی۔ اس لئے اللہ کی اطاعت بغیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور اطاعت کے ناممکن اور محال ہے۔

کتابت حدیث:

عرب کی قوم عام طور پر اُمی یعنی بے پڑھی لکھی تھی اور ان میں کسی قسم کی مکتوبی یا زبانی تعلیم کا رواج نہ تھا۔ چنانچہ قرآن کریم نے ان کو امیین ہی فرمایا ہے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بھی قرآن پاک میں اَلنَّبِيُّ الْاُمِّيُّ وارد ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی تاریخ شہادت دیتی ہے کہ اہل عرب کا حافظہ نہایت ہی قوی تھا وہ اپنے تمام شجرہائے نسب، اہم تاریخی واقعات،

جنگی کارنامے، بڑے بڑے خطبے، لمبے لمبے قصیدے اور نظمیں سب زبانی یاد رکھتے تھے۔
قرآن پاک نازل ہوا تو عرب کی عام عادت کے مطابق خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ نے اس کو برزبان یاد رکھا اور اس سلسلہ کو ہمیشہ کیلئے جاری فرمادیا۔ اسی لئے ارشاد ہے:

بَلْ هُوَ اٰيَاتٌ بَيِّنَاتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ (العنکبوت:۴۹)

بلکہ یہ قرآن کھلی کھلی آیتیں ہیں ان لوگوں کے سینے میں جن کو علم دیا گیا ہے۔

تاہم چونکہ قرآن مجید تمام تر معجزہ ہے اور اس کا لفظ لفظ وحی الٰہی ہے جس میں کسی ایک لفظ کی بجائے دوسرے اس کے ہم معنی اور مترادف لفظ کے لانے کی بھی گنجائش نہیں ہے۔ اس بناء پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شروع ہی سے اس کی کتابت کا بھی اہتمام فرمایا چنانچہ معمول مبارک تھا کہ جس وقت کوئی آیت اترتی آپ اسی وقت لوگوں کو یاد کرادیتے اور کسی کاتب کو بلا کر اس کو لکھوا دیتے مگر اصل توجہ اس کے حفظ و تلاوت پر مرکوز تھی اور کتابت مزید برآں تھی۔

برخلاف اس کے حدیث قرآن کی طرح معجزہ نہ تھی اس کے الفاظ نہیں بلکہ معانی و مطالب آپ کے قلب مبارک پر وارد ہوتے تھے اور آپ اس کو اپنے لفظوں میں ادا فرماتے تھے اور یہ الفاظ بھی حسب ضرورت مختلف ہوتے تھے کیونکہ آپ کو مختلف طبائع اور مختلف مذاق کے لوگوں کو سمجھانا پڑتا تھا اسی بناء پر اس کے لفظوں کی بعینہ تلاوت کا حکم نہ تھا۔

علاوہ ازیں آپ کو اپنی قوم کی قوت حافظہ اور یادداشت پر پورا پورا اعتماد اور وثوق تھا کیونکہ وہ جو کچھ سنتے تھے ان کے صفحہ حافظہ پر ثبت ہو جاتا تھا اس لئے ابتداء اسلام میں کتابت حدیث کی ضرورت نہیں سمجھی گئی بلکہ زبانی روایت کا حکم دیا گیا اور ساتھ ہی یہ وعید بھی سنادی گئی کہ آپ کے بارے میں عمداً کسی قسم کی غلط بیانی اور دروغ زنی کا مطلب دوزخ میں اپنا ٹھکانہ بنانا ہے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ صحیح مسلم میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی زبانی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ ہدایت بھی منقول ہے کہ:

لاتکتبوا عنی، ومن کتب عنی غیر القران فلیمحہ، وحدثوا عنی ولا حرج، ومن کذب علی متعمد افلیتبوا مقعدہ من النار

(مسلم کتاب الزھد، باب التثبت فی الحدیث وحکم کتابۃ العلم، ج۲ ص٤١٤)

مجھ سے کچھ نہ لکھو اور جس نے مجھ سے قرآن کے علاوہ کچھ لکھ لیا ہے تو وہ اسے مٹا دے اور مجھ سے حدیثیں بیان کرو اس میں کچھ حرج نہیں اور جس شخص نے میرے متعلق قصداً جھوٹ بولا، اسے چاہیے کہ وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنا لے۔

اگرچہ امام بخاری اور دیگر محدثین کے نزدیک یہ روایت صحیح نہیں بلکہ معلول ہے اور ان کی تحقیق میں یہ الفاظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نہیں بلکہ خود ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے ہیں جن کو غلطی سے راوی نے مرفوعاً نقل کر دیا ہے لیکن بالفرض اگر اس روایت کو موقوف نہیں بلکہ مرفوع ہی صحیح تسلیم کر لیا جائے تب بھی یہ ممانعت وقتی اور عارضی تھی جو اس زمانے میں کچھ عرصہ کے لئے خاص طور پر حفاظت قرآن کے سلسلہ میں کر دی گئی تھی جس کی وجہ بظاہر یہ معلوم ہوتی ہے کہ چونکہ حق تعالیٰ نے آپ کو قرآن کریم کے علاوہ ''جوامع الکلم'' بھی عطا فرمائے تھے جو اپنے ایجاز لفظی ومعنوی کے اعتبار سے اپنی نظیر آپ تھے اس لئے اندیشہ تھا کہ یہ اُمی لوگ جو نئے نئے قرآن سے آشنا ہوئے ہیں کہیں دونوں کو خلط ملط نہ کر دیں اس بناء پر غایت احتیاط کے مدنظر آپ نے قرآن مجید کے سوا ہر چیز کے لکھنے کی ممانعت کر دی اور عام حکم دے دیا کہ اگر آپ سے قرآن مجید کے علاوہ اور کچھ لکھ گیا ہے تو اس کو مٹا دیا جائے۔

احادیث فعلیہ:

احادیث فعلیہ میں تمام احکام وعبادات کا عملی نقشہ اور ان کی تشکیل تھی۔ عملی چیزیں لکھوانے کی بہ نسبت عملی طور پر کر کے دکھلانے اور پھر لوگوں سے اس کے مطابق عمل کروانے سے زیادہ ذہن نشین ہوتی ہیں اس لئے آپ نے ان کے بارے میں یہی طریقہ اختیار فرمایا اور ہدایت کر دی کہ:

صلوا کمارایتمونی اصلی (صحیحین)

جس طرح تم نے مجھے نماز پڑھتے دیکھا اسی طرح تم بھی نماز پڑھو۔

اور حجتہ الوداع میں رمی جمار کرتے ہوئے فرمایا:

خذوا عنی مناسککم فانی لا ادری لعلی لا احج بعد حجتی هذه (مسلم)

مجھ سے تم اپنے حج کے طریقے سیکھ لو کیونکہ پتہ نہیں شاید میں اس حج کے بعد دوسرا حج نہ کرسکوں۔

بہت سی چیزیں جن میں آپ نے کسی قسم کی اصلاح وترمیم کی ضرورت نہ سمجھی اور ان کو ہوتے دیکھ کر آپ نے خاموشی اختیار فرمائی اور اس طرح اپنے اس طرز عمل سے آپ نے ان کی تقریر یعنی اثبات فرمایا کہ باوجود ان چیزوں کے آپ کے علم میں آجانے کے آپ نے ان پر کسی قسم کا انکار نہیں کیا، ایسی حدیثیں تقریری کہلاتی ہیں۔ اب ظاہر ہے کہ اس قسم کی روزمرہ کی باتیں اگر آپ قلمبند کرنے کا حکم دیتے تو ایک طول طویل اور اونٹوں پر لادنے والی ضخیم کتاب بنتی جس کی تکلیف اس وقت کے امیوں کے لئے تکلیف مالا یطاق سے کم نہ تھی۔ خصوصاً جبکہ اس وقت پوری قوم میں لکھنا جاننے والوں کی تعداد اتنی تھوڑی تھی کہ انگلیوں پر گنے جاسکتے تھے اور کاغذ کی قلت کا یہ عالم تھا کہ لوگ قرآن پاک کو بھی کھجور کی شاخوں، درختوں کے پتوں، اونٹ اور بکری کے شانوں کی ہڈیوں، جانوروں کے چمڑوں اور کھالوں، پالان کی لکڑیوں اور چوڑے چھلکے اور پتلے پتلے پتھروں پر لکھا کرتے تھے۔

غرض اس وقت حفاظت دین کے سلسلہ میں وہی آسان اور سادہ طریقہ اختیار کیا گیا جو اس عہد میں اہل عرب کا فطری اور مروج طریقہ تھا۔ قرآن مجید جو دین کی تمام بنیادی اور اساسی تعلیمات پر مشتمل اور جملہ عقائد واحکام کے متعلق کلی ہدایات کا حامل ہے اس کا لفظ لفظ لوگوں نے زبانی یاد کیا مزید احتیاط کے لیے معتبر کاتبوں سے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو لکھوا لیا۔ ''حدیث شریف'' جو شرع اسلامی کی تمام اعتقادی اور عملی تفصیلات پر حاوی ہے اس کا قولی حصہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اپنی قومی عادت اور رواج

کے مطابق اس سے بھی زیادہ اہتمام کے ساتھ اپنے حافظہ میں محفوظ رکھا کہ جس اہتمام کے ساتھ وہ اس سے پہلے اپنے خطیبوں کے خطبے، شاعروں کے قصیدے اور حکماً کے مقولے یاد رکھا کرتے تھے اور اس کے عملی حصے پر فوراً تعامل اور عمل درآمد شروع کر دیا گیا۔ ظاہر ہے کہ اس وقت میں اس سے زیادہ اور کیا جا سکتا تھا۔

لیکن بعد کو جب کہ قرآن مجید کا کافی حصہ نازل ہو چکا اور عام طور پر لوگ قرآن کے ذوق سے آشنا ہو گئے اور اس بات کا اندیشہ بالکل جاتا رہا کہ ''کلام الٰہی'' کے ساتھ حدیث کے الفاظ مل جائیں گے ادھر غزوۂ بدر کے بعد مدینہ میں بہت سے لوگوں نے لکھنا بھی سیکھ لیا۔ تو پھر کتابت حدیث کی اجازت دے دی گئی۔ چنانچہ جامع ترمذی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

کان رجل من الانصار یجلس الی رسول الله صلی الله علیه وسلم فیسمع من النبی صلی الله علیه وسلم الحدیث فیعجبه ولا یحفظه فشکا ذلك الی رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال یا رسول الله صلی الله علیه وسلم انی لایسمع منك الحدیث فیعجبنی ولا احفظه فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم استعن بیمینك واومأبیده للخط۔

(جامع ترمذی باب ماجاء فی الرخصة فی کتابة العلم)

ایک انصاری صحابی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک میں بیٹھتے آپ کی باتیں سنتے اور بہت پسند کرتے مگر یاد نہ رکھ پاتے آخر انھوں نے اپنی یادداشت کی خرابی کی شکایت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کی کہ یا رسول اللہ میں آپ سے حدیث سنتا ہوں وہ مجھے اچھی لگتی ہے۔ مگر میں اسے یاد نہیں رکھ سکتا۔ اس پر آپ نے یہ ارشاد فرماتے ہوئے کہ ''اپنے داہنے ہاتھ سے مدد لو'' اپنے دست مبارک سے ان کو لکھنے کی طرف اشارہ کیا۔

اور حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے خدمت نبوی میں

گزارش کی کہ: یارسول الله انا نسمع منك اشیاء فنکتبها ...... یارسول اللہ ہم آپ کی فرمودہ باتیں سن کر لکھ لیتے ہیں۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ: اکتبوا ولا حرج...... لکھ لیا کرو کچھ حرج نہیں۔

(منتخب کنزا العمال ص ج ٤: ص٥٨ بحواله حکیم ترمذی، طبرانی، سمویه، تقیید العلم اللخطیب بر مسند احمد یه کتاب مصر میں امام احمد بن حنبل کی مسند کے حاشیه پر طبع هوئی هے)

اور سنن ابی داؤد اور مسند دارمی میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔

کنت اکتب کل شئی اسمعه من رسول الله صلی الله علیه وسلم ارید حفظ فنهتنی قریش وقالوا تکتب کل شئی تسمعه ورسول الله صلی الله علیه وسلم بشر یتکلم فی الغضب والرضافامسکت عن الکتابة فذکرت ذلك الی رسول الله صلی الله علیه وسلم فاومأباصبعه الی فیه فقال اکتب فوالذی نفسی بیده مایخرج منه الاحق

(سنن ابی داؤد، باب کتابة العلم، مسند دارمی، باب من رخص فی کتابة العلم)

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کچھ سنتا تھا حفظ کرنے کے لئے اس کو لکھ لیتا تھا پھر قریش نے مجھ کو منع کیا اور کہنے لگے کہ تم جو بات سنتے ہو لکھ لیتے ہو حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشر ہیں غصہ میں بھی کلام فرماتے ہیں اور خوشی میں بھی۔ یہ سن کر میں نے لکھنا چھوڑ دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے اپنی انگشت مبارک سے اپنے دہن مبارک کی طرف اشارہ کیا اور فرمانے لگے کہ تم لکھو، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اس سے بجز حق کے کچھ نہیں نکلتا۔

بلکہ حکیم ترمذی اور سمویہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اور طبرانی نے معجم کبیر میں اور حاکم نے مستدرک میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی نقل کیا ہے کہ

قیدوا العلم بالکتاب

علم کو قید کتابت میں لے آؤ۔ (منتخب کنز العمال ج ۴ ص ۶۹)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے املا:

خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی متعدد مواقع پر ضروری احکام و ہدایات کو قلمبند کروایا ہے۔

(۱) چنانچہ صحیح بخاری اور سنن ترمذی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ فتح مکہ کے سال قبیلہ خزاعہ کے لوگوں نے بنی لیث کے ایک شخص کو قتل کر دیا تھا جب اس واقعہ کی اطلاع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دی گئی تو آپ نے اپنی سواری پر سوار ہو کر خطبہ دیا جس میں حرم محترم کی عظمت و حرمت اور اس کے آداب کی تفصیل اور قتل کے سلسلہ میں دیت و قصاص کا بیان تھا۔ خطبہ سے فراغت ہوئی تو یمن کے ایک صحابی حضرت ابوشاہ رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر درخواست کی کہ **اکتبوا لی یارسول اللہ** (یارسول اللہ یہ خطبہ میرے لئے لکھوا دیجئے) آپ نے ان کی درخواست منظور فرما کر حکم دیا کہ **اکتبوا لابی شاہ** (ابوشاہ کیلئے خطبہ لکھ دیا جائے)

(صحیح بخاری، باب کتابة العلم اور باب کیف تعرف لقطة اهل مکه، جامع ترمذی، باب ماجاء فی الرخصة فی کتاب العلم)

(۲) اور حافظ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم میں لکھتے ہیں کہ:

وکتب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کتاب الصدقات والدیات والفرائض والسنن لعمرو بن حزم وغیرہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن حزم وغیرہ کے لئے صدقات، دیات، فرائض اور سنن کے متعلق ایک کتاب تحریر کروائی تھی۔ (جامع بیان العلم، باب ذکر الرخصة فی کتاب العلم)

حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کو آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ۱۰ ہجری میں اہل

نجران پر عامل بنا کر بھیجا تھا اس وقت ان کی عمر سترہ سال کی تھی۔ الاستیعاب اور تہذیب التہذیب میں ان کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔ یہ نوشتہ آپ نے ان کو جب یہ یمن جانے لگے تو حوالہ کیا تھا۔

سنن نسائی میں ہے:

ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كتب الى اهل اليمن كتابافيه الفرائض والسنن والديات وبعث به مع عمرو بن حزم فقرأت على اهل اليمن. (ذكر حديث عمرو بن حزم في العقول)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل یمن کی طرف ایک نوشتہ تحریر کیا تھا جس میں فرائض، سنن اور خون بہا کے احکام تھے اور آپ نے یہ نوشتہ حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کے ساتھ روانہ کیا تھا چنانچہ وہ اہل یمن کے سامنے پڑھا گیا۔

اس کتاب کا آغاز اس طرح ہوتا ہے: **من محمد ن النبی (صلى الله عليه وسلم) الى شرجيل بن عبد كلال ونعيم بن عبد كلال والحارث بن عبد كلال قيل ذي رعين ومعافر وهمدان امام بعد** (سنن نسائی)

اور کتاب الجراح کی ابتداء میں یہ تحریر تھا۔ **هذابيان من الله ورسوله** يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ پھر یہاں سے لے کر اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ تک مسلسل آیات درج تھیں اس کے بعد لکھا تھا **هذا الكتاب الجراح، في النفس مائة من الابل الخ** (سنن نسائی)

امام ابن شہاب زہری کا بیان ہے کہ یہ کتاب چمڑے پر تحریر تھی اور عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کے پوتے ابوبکر بن حزم کے پاس موجود تھی وہ یہ کتاب میرے پاس بھی لے کر آئے تھے اور میں نے اس کو پڑھا تھا۔ (سنن نسائی)

حافظ ابن کثیر اس کتاب کے بارے میں ارقام فرماتے ہیں:

فھذا الکتاب متداول بین ائمة الاسلام قدیما وحدیثا یعتمدون علیه ویفزعون فی مھمات ھذا الباب الیه، کما قال یعقوب بن سفیان لااعلم فی جمیع الکتب کتابا اصح من کتاب عمرو بن حزم، کان اصحاب رسول الله صلی الله علیه واله وسلم یرجعون الیه ویدعون اراء ھم :

یہ کتاب عہد قدیم و عہد جدید دونوں میں ائمہ اسلام کے مابین متداول رہی ہے جس پر وہ اعتماد کرتے اور اس باب کے مہم مسائل میں رجوع کرتے رہے ہیں چنانچہ یعقوب بن سفیان کا بیان ہے کہ میرے علم میں تمام کتابوں میں کوئی کتاب عمرو بن حزم کی کتاب سے زیادہ صحیح نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اس کی طرف رجوع کرتے اور اپنی رایوں کو چھوڑ دیتے تھے۔

چنانچہ حسب تصریح حافظ ابن کثیر، سعید بن المسیب سے بہ صحت منقول ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انگلیوں کی دیت کے بارے میں اس کتاب کی طرف رجوع کیا تھا۔

(تنقیح الانظار فی علوم الآثار، از محمد بن ابراہیم المعروف بابن الوزیر الیمانی، ج ۲ ص ۳۵۱ طبع السعادہ مصر ۱۳۶۶۔ یہ کتاب توضیح الافکار کے ساتھ طبع ہوا ہے جو اس کی حامل المتن شرح ہے۔)

اور دار قطنی نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز جب خلیفہ ہوئے تو انہوں نے زکوٰۃ کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تحریر کو معلوم کرنے کی غرض سے مدینہ منورہ میں اپنا آدمی روانہ کیا تھا جس کو ایک تحریر تو آل عمرو بن حزم کے پاس ملی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن حزم کو صدقات کے بارے میں لکھوائی تھی اور دوسری آل عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس دستیاب ہوئی جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سلسلہ میں اپنے عمال کے نام لکھی تھی۔ ان دونوں نوشتوں کا مضمون واحد تھا۔ پھر عمر بن عبدالعزیز نے اپنے تمام عمال و ولاۃ کے نام فرمان جاری کر دیا کہ جو کچھ ان دونوں کتابوں

میں تحریر ہے اسی کے مطابق عملدر آمد کیا جائے۔(سنن دار قطنی باب زکوٰۃ الابل والغنم)

اور حافظ جمال الدین زیلعی، نصب الرایہ میں بعض حفاظِ حدیث سے ناقل ہیں کہ

نسخة كتاب عمرو بن حزم تلقاها الائمة الاربعة بالقبول وهي متوارثة كنسختة عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده

(نصب الرايه لتخريج احاديث الهدايه ج ٣ ص ٣٤٢ طبع مصر ١٣٥٧ء)

عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کی کتاب کے نسخہ کو چاروں ائمہ نے قبول کیا ہے اور یہ نسخہ بھی نسخہ عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی طرح سے متوارث ہے۔

حدیث کی بیشتر کتابوں میں اس نسخہ کی جستہ جستہ حدیثیں منقول ہیں، حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ:

''اس کو مسنداً بھی روایت کیا گیا ہے اور مرسلاً بھی چنانچہ جن حفاظ وائمہ حدیث نے اس کو مسنداً روایت کیا ہے وہ حسب ذیل ہیں۔(۱) امام نسائی نے اپنی سنن میں (۲) امام احمد نے اپنی مسند میں، (۳) امام ابوداؤد نے کتاب المراسیل میں۔ (۴) ابو محمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی، (۵، ۶) ابویعلی موصلی اور یعقوب بن سفیان نے اپنی اپنی مسندوں میں، (۷) نیز حسن بن سفیان فسوی، (۸) عثمان بن سعید دارمی، (۹) عبداللہ بن عبد العزیز بغوی، (۱۰) ابوزرعہ دمشقی، (۱۱) احمد بن الحسن بن عبدالجبار الصوفی الکبیر، (۱۲) حامد بن محمد بن شعیب بلخی (۱۳) اور حافظ طبرانی نے (۱۴) اور ابوحاتم بن حبان بستی نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے (۱۵) اور بیہقی لکھتے ہیں کہ: **ھو حدیث موصول الاسناد حسن** رہی مرسلا روایت سو وہ تو بہت سے طریقوں سے منقول ہے۔

(تنقيح الانظار ج ٢ ص ١٥٠، ١٥١)

موطا امام مالک میں بھی اس نسخہ سے حدیثیں مروی ہیں اور حاکم نے المستدرک علی الصحیحین کی صرف کتاب الزکوٰۃ میں اس نسخہ سے تریسٹھ حدیثیں نقل کی ہیں۔ اسی طرح سنن دار قطنی اور سنن بیہقی وغیرہ میں بھی مختلف ابواب میں اس کی حدیثیں منقول ہیں۔

(۳) سنن دارقطنی میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل یمن کی طرف حارث بن عبد کلال اوران کے ساتھ معافر و ہمدان کے دیگر یمینیوں کے نام ایک تحریر لکھی تھی جس میں زرعی پیداوار کی بابت زکوٰۃ کے احکام درج تھے۔ (سنن دارقطنی، باب فی قدر الصدقۃ فیما اخرجت الارض)

(۴) اہل یمن کے نام احکام زکوٰۃ کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک تحریر کا ذکر امام شعبی نے بھی کیا ہے چنانچہ مصنف ابی بکر بن ابی شیبہ کی کتاب الزکوٰۃ میں اس نوشتہ کی متعدد حدیثیں امام شعبی کی روایت سے منقول ہیں۔

(مصنف ابن بی شیبه ج ٤ ص ١٠، ١١، ١٢ طبع ملتان)

(۵) ابوداؤد اور ترمذی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کتاب الصدقہ تحریر فرمائی اور اس کو آپ نے ابھی اپنے عاملوں کی طرف روانہ نہ کیا تھا کہ رحلت فرما گئے۔ یہ کتاب آپ کی تلوار کے ساتھ رکھی تھی، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس پر عمل کیا۔ جب وہ بھی وفات پا گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے مطابق عمل درآمد کیا یہاں تک کہ ان کی بھی وفات ہوگئی۔

(سنن ابی داؤد، باب فی زکوٰۃ السائمه، جامع ترمذی، باب ماجاء فی زکوٰۃ الابل والغنم)

ابوداؤد اور ترمذی نے اس نوشتہ کی حدیثیں بھی نقل کی ہیں اور امام ترمذی نے تو اس کو روایت کر کے یہ بھی تصریح کردی ہے کہ:

والعمل علی هذاالحدیث عندعامة اهل العلم

عامہ علماء کا عمل اسی حدیث پر ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ نوشتہ ان دونوں کتابوں کے علاوہ مصنف ابن ابی شیبہ، سنن دارمی اور سنن دارقطنی وغیرہ دیگر کتب حدیث میں بھی مروی ہے۔

(ملاحظه هو مصنف ابن ابی شیبه ص ١١، سنن دارمی، باب زکوٰۃ الابل، سنن دارقطنی، باب زکوٰۃ الابل والغنم)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات پر یہ تحریر آپ کے خاندان میں محفوظ رہی چنانچہ امام زہری کا بیان ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے اس کو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ہر دو صاحبزادگان عبداللہ اور سالم سے لے کر نقل کر لیا تھا۔ امام زہری کہتے ہیں کہ میں نے اس نسخہ کو زبانی یاد کر لیا تھا۔ (سنن ابی داؤد)

(۶) سنن ابی داؤد، جامع ترمذی، سنن نسائی، اور سنن ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ بن حکیم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات سے ایک ماہ قبل قبیلہ جہنیہ کی طرف یہ لکھ کر بھیجا تھا کہ مردار کی کھال اور پٹھوں کو کام میں نہ لایا جائے۔ امام ترمذی کی روایت میں زمانہ تحریر وفات نبوی سے دو ماہ قبل مذکور ہے۔ (امام نسائی نے اس حدیث کو کتاب الفرع والغیرہ میں (زیر عنوان ''ما یدبغ بہ جلود المیۃ'') نقل کیا ہے اور بقیہ حضرات نے کتاب اللباس میں ملاحظہ ہو سنن ابی داؤد، باب من روی ان لایستنفع باھاب المیتہ جامع ترمذی، باب ماجاء فی جلود المیتتہ اذا دبغت. سنن ابن ماجہ باب من کان لاینتفع من المیتتہ باب ولا عصب)

(۷) حافظ ابن عبدالبر نے جامع بیان العلم میں امام ابوجعفر محمد بن علی (باقر) سے بسند نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار کے دستہ میں ایک صحیفہ رکھا ہوا ملا جس میں حدیثیں لکھی ہوئی تھیں۔ چنانچہ جامع بیان العلم میں ان میں سے بعض احادیث منقول بھی ہیں۔ (جامع بیان العلم، باب الرخصۃ فی کتاب العلم)

یہ تو معدودے چند تحریروں اور بعض نوشتوں کا ذکر تھا لیکن ان کے علاوہ مختلف قبائل کو تحریری ہدایات، خطوط کے جوابات، مدینہ منورہ کی مردم شماری کے کاغذات، سلاطین وقت اور مشہور فرمانرواؤں کے نام اسلام کے دعوت نامے، عمال اور ولاۃ کے نام احکام، معاہدات، صلح نامے، امان نامے اور اسی قسم کی بہت سی مختلف تحریرات تھیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وقتاً فوقتاً قلمبند کروائیں۔ محدثین نے آپ کے نامے اور معاہدات و وثائق کو مستقل تصانیف میں علیحدہ جمع کیا ہے۔ چنانچہ اسی موضوع پر حافظ شمس الدین محمد بن علی

بن احمد بن طولون دمشقی حنفی المتوفی ۹۵۳ کی مشہور تصنیف اعلام السائلین عن کتب سید المرسلین چند سال ہوئے طبع ہو کر شائع ہو چکی ہے۔

عہد رسالت میں صحابہ کے بعض نوشتے:

سابق میں سنن ابی داؤد اور سنن دارمی کے حوالہ سے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کی یہ تصریح گزر چکی ہے کہ:

''کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے جو کچھ سنتا تھا حفظ کرنے کے ارادہ سے قلمبند کرلیا کرتا تھا۔''

اسی حدیث میں یہ بھی آپ پڑھ چکے ہیں کہ یہ سب کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت اور آپ کے حکم سے تھا۔ صحیح بخاری اور جامع ترمذی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ صحابہ میں مجھ سے زیادہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیثیں روایت کرنے والا کوئی نہیں مگر ہاں عبداللہ بن عمرو ہو سکتے ہیں کیونکر وہ حدیثیں لکھا کرتے تھے اور میں نہیں لکھتا تھا۔

(صحیح بخاری: باب کتابت العلم'' جامع ترمذی، باب ماجاء فی الرخصہ فیہ)

امام احمد نے اپنی مسند میں اور بیہقی نے مدخل میں مجاہد اور مغیرہ بن الحکیم سے نقل کیا ہے کہ ہم دونوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے سنا تھا کہ مجھ سے زیادہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی عالم نہیں مگر عبداللہ بن عمرو (رضی اللہ عنہما) کا معاملہ مستثنیٰ ہے کیونکہ وہ اپنے ہاتھ سے لکھتے اور دل سے یاد رکھتے تھے اور میں صرف یاد رکھتا تھا۔ لکھتا نہ تھا۔

انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لکھنے کی اجازت مانگی تھی اور آپ نے ان کو اجازت دے دی تھی۔ (فتح الباری ''باب کتابۃ العلم'')

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما نے حدیث نبوی کی کتابت کا جو سلسلہ شروع کیا تھا۔ اس سے ایک اچھی خاصی ضخیم کتاب تیار ہوگئی تھی جس کا نام انہوں نے صادقہ

رکھا تھا یہ کتاب انہیں اس قدر عزیز تھی کہ اکثر فرمایا کرتے تھے۔

مایرغبنی فی الحیوۃ الاالصادقۃ والوھط

مجھے زندگی کی یہی دو چیزیں خواہش دلاتی ہیں، صادقہ اور وہط

پھر خود ہی ان دونوں چیزوں کا تعارف ان الفاظ میں کراتے ہیں:

فاما الصادقة فصحيفة كتبتها من رسول الله صلى الله عليه وسلم واما الوهط فارض تصدق بها عمرو بن العاص كان يقوم عليها.

(سنن دارمی "باب من رخص فی کتابة العلم" جامع بیان العلم "باب ذکر الرخصة فی کتاب العلم)

صادقہ تو وہ صحیفہ ہے جس کو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر لکھا ہے اور وہط وہ زمین ہے جس کو (والد بزرگوار) حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے راہِ خدا میں وقف کیا تھا اور وہ اسکی دیکھ بھال رکھا کرتے تھے۔

یہ صحیفہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کی وفات پر ان کے پوتے شعیب بن محمد بن عبداللہ کو ملا تھا۔ (تہذیب التہذیب، ترجمہ عمرو بن شعیب)

اور شعیب سے اس نسخہ کو ان کے صاحبزادے عمرو روایت کرتے ہیں۔

(جامع ترمذی، "باب ماجاء فی کراهته البیع والشراء وانشاء والضالة والشعر فی المسجد" اور "باب ماجاء فی زکوٰۃ مال الیتیم")

چنانچہ حدیث کی کتابوں میں **"عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده"** (کے سلسلہ سے جتنی بھی روایتیں منقول ہیں وہ سب صحیفہ صادقہ ہی کی حدیثیں ہیں۔ سابق میں بعض حفاظ حدیث کی تصریح آپ پڑھ چکے ہیں کہ یہ نسخہ متوارث ہے۔ شعیب کے والد محمد کا انتقال اپنے باپ کی زندگی ہی میں ہوگیا تھا اس لئے پوتہ کی تمام تربیت دادا ہی کے ظلِ عاطفت میں ہوئی تھی، البتہ محدثین کا اس میں اختلاف ہے کہ شعیب نے صادقہ کا یہ نسخہ دادا سے پڑھا تھا یا

نہیں بعض سخت گیر محدثین نے اسی بنا پر ان روایات کے اتصال پر بھی کلام کیا ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی تہذیب التہذیب میں عمرو بن شعیب کے ترجمہ میں یحییٰ بن معین سے ناقل ہیں کہ:

هو ثقة في نفسه وما روى عن ابيه عن جده لا حجة فيه وليس بمتصل وهو ضعيف من قبيل انه مرسل، وجد شعيب كتب عبدالله بن عمرو فكان يرويها عن جده ارسالا وهي صحاح عن عبدالله بن عمرو غيرا نه لم يسمعها

یہ خود تو ثقہ ہیں اور جو روایت یہ اپنے باپ شعیب سے اور وہ اپنے دادا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے کرتے ہیں وہ حجت نہیں غیر متصل ہے اور بسبب مرسل ہونے کے ضعیف ہے شعیب کو عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کی کتابیں ملی تھیں چنانچہ وہ ان کو اپنے دادا سے مرسلاً روایت کرتے ہیں۔ یہ روایتیں اگرچہ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے صحیح ہیں لیکن ان کو شعیب نے سنا نہیں تھا:

حافظ بن حجر اس عبارت کو نقل کر کے فرماتے ہیں:

قلت فاذا شهد له ابن معين ان احاديثه صحاح غير انه لم يسمعها وصح سماعه لبعضها فغاية الباقي ان يكون وجادة صحيحة وهو احد وجوه التحمل

میں کہتا ہوں جبکہ ابن معین اس امر کی شہادت دے رہے ہیں کہ اس کی حدیثیں تو صحیح ہیں مگر ان کو شعیب نے سنا نہیں ہے اور بعض حدیثوں کا سماع صحت کو پہنچ چکا ہے

(چنانچہ یہ روایتیں سنن ابی داؤد، سنن نسائی، جامع ترمذی اور سنن ابن ماجہ میں موجود ہیں اور حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں ان کو ذکر کیا ہے اور بہت سے ائمہ حدیث سے شعیب کے متعلق دادا سے سماع کی تصریح بھی نقل کی ہے۔)

تو بقیہ احادیث کی روایت زیادہ سے زیادہ ''وجادہ صحیحہ'' (''وجادہ'' وجد یجد کا مصدر ہے جس کے معنی پانے کے ہیں یہ مصدر پہلے مستعمل نہ تھا محدثین نے اس کو استعمال کرنا شروع کیا، ان کی اصطلاح میں کسی کتاب یا نوشتہ میں مصنف یا اصل راوی کی تحریر پا کر خود اس سے سنے بغیر اس کی حدیثوں کو روایت کرنا ''وجادہ'' کہلاتا ہے۔) سے ہوگی اور یہ بھی اخذ علم کا ایک طریقہ ہے۔

اور امام ترمذی اپنی جامع میں فرماتے ہیں:

ومن تکلم فی حدیث عمرو بن شعیب انما ضعفه لانه یحدث عن صحیفة جده کانهم راوا انه لم یسمع هذه الاحادیث من جده.

(باب ماجاء فی کراهته البیع والشراء وانشاء والضالة والشعر فی المسجد)

اور جس نے بھی عمرو بن شعیب کی حدیث میں کلام کیا ہے سو محض اس بناء پر اس کی تضعیف کی ہے کہ وہ اپنے دادا کے صحیفہ سے حدیثیں بیان کیا کرتے تھے گویا ان لوگوں کی یہ رائے ہے کہ انہوں نے ان حدیثوں کو اپنے دادا سے نہیں سنا تھا۔)

لیکن اکثر محدثین عمرو بن شعیب کی ان حدیثوں کو حجت مانتے اور صحیح سمجھتے ہیں۔ چنانچہ امام ترمذی اسی عبارت سے ذرا پہلے امام بخاری سے ناقل ہیں کہ:

رأیت احمد واسحق وذکر غیرهما یحتجون بحدث عمرو بن شعیب

میں نے احمد بن حنبل، اسحٰق بن راہویہ اور ان دونوں کے علاوہ اور محدثین کا بھی ذکر کیا کہ ان سب کو دیکھا کہ وہ عمرو بن شعیب کی حدیث کو حجت مانتے تھے۔

اور ''باب ماجاء فی زکوٰۃ مال الیتیم'' میں لکھتے ہیں:

واماْ اکثر اهل الحدیث فیحتجون بحدیث عمرو بن شعیب ویثبتونه

اور اکثر محدثین عمرو بن شعیب کی حدیث کو حجت سمجھتے اور ثابت مانتے ہیں۔

امام بخاری اور امام ترمذی نے اس کی بھی تصریح کی ہے کہ شعیب نے حضرت عبداللہ بن

عمرو رضی اللہ عنہما سے حدیثیں سُنی ہیں۔ (جامع ترمذی کے دونوں ابواب ملاحظہ ہوں۔)

شعیب کو تو یہ پورا نسخہ وراثت میں ملا ہی تھا لیکن حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے ان کے دوسرے تلامذہ نے جتنی حدیثیں روایت کی ہیں وہ بھی اسی صحیفہ صادقہ کی ہیں۔

(۲) عہدِ رسالت کے تحریری نوشتوں میں سے ایک حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا صحیفہ بھی تھا جس کے متعلق خود ان کا بیان ہے کہ:

ماكتبنا عن النبی صلی الله علیه وسلم الاالقرآن وما فی هذه الصحیفة.

(صحیح بخاری "باب اثم من عاهد ثم غدر")

ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بجز قرآن کے اور جو کچھ اس صحیفہ میں درج ہے اس کے علاوہ اور کچھ نہیں لکھا۔

یہ صحیفہ چمڑے کے ایک تھیلہ میں تھا جس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تلوار مع نیام کے رکھی رہتی تھی۔ (صحیح مسلم باب تحریم الذبح لغیر اللہ)

یہ وہی صحیفہ ہے جس کے متعلق صحیح بخاری میں آپ کے صاحبزادے محمد بن الحنفیہ سے مذکور ہے کہ:

ارسلنی ابی، خذ هذاالكتاب فاذهب بالی عثمان فان فیه امر النبی صلی الله علیه وسلم فی الصدقة.

(صحیح بخاری "باب ماذكر من ورع النبی صلی الله علیه وسلم ومن شعره ونعله و آنية ماشرك فيه اصحابه وغيرهم بعد وفاته صلی الله علیه وسلم)

مجھ کو میرے والد نے بھیجا کہ اس کتاب کو لیکر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ کیونکہ اس میں زکوٰۃ کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام درج ہیں۔

اس صحیفہ میں زکوٰۃ کے علاوہ خون بہا، اسیروں کی رہائی، کافر کے بدلہ مسلمان کو قتل نہ کرنا، حرم مدینہ کے حدود اور اس کی حرمت، غیر کی طرف انتساب کی ممانعت، نقض عہد کی برائی، غیر کے لئے ذبح کرنے پر وعید اور زمین کے نشانات مٹانے کی مذمت وغیرہ بہت سے احکام

ومسائل درج تھے۔ حدیث کی اکثر کتابوں میں اس صحیفہ کی روایتیں موجود ہیں۔ خود امام بخاری نے بھی حسب ذیل ابواب میں اس صحیفہ کی مذکورہ بالا روایات کو نقل کیا ہے۔ (۱) **باب کتابة العلم (۲) باب حرم المدینه (۳) باب فکاك الاسیر (٤) باب ذمة المسلمین وجوارهم واحده یسعی بها ادناهم (٥) باب اثم من عاهدثم غدر (٦) باب اثم من تبرآ من موالیه (۷) باب العاقله (۸) باب لایقتل المسلم بالکافر (۹) باب مایکره من التعمق والتنازع فی العلم والغلو فی الدین.** صحیح بخاری میں یہ بھی مذکور ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ منبر پر خطبہ دیا تو آپ کی تلوار کے ساتھ یہ صحیفہ آویزاں تھا پھر آپ نے فرمایا کہ بخدا ہمارے پاس بجز کتاب اللہ کے اور جو کچھ اس صحیفے میں مرقوم ہے اس کے علاوہ کوئی نوشتہ نہیں کہ جو پڑھا جا سکے، اس کے بعد آپ نے اس صحیفہ کو کھولا اور لوگوں کو اس کے مسائل پر اطلاع ہوئی۔

(صحیح بخاری کتاب الاعتصام باب مایکرہ من التعمق والتنازع فی العلم والغلو فی الدین)

(۳) حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کے متعلق سابق میں گزر چکا ہے کہ وہ عہد رسالت میں حدیثیں لکھا کرتے تھے جس کی اجازت ان کو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی چنانچہ ان کے پاس بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت سی حدیثیں تحریری شکل میں موجود تھیں۔ مسند امام احمد بن حنبل میں مذکور ہے کہ ایک دفعہ مروان نے خطبہ دیا جس میں مکہ معظّمہ اور اس کی حرمت کا ذکر تھا تو حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے پکار کر کہا کہ اگر مکہ حرم ہے تو مدینہ بھی حرم ہے کہ جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حرم قرار دیا ہے اور یہ حکم ہمارے پاس چمڑے پر لکھا ہوا ہے اگر تم چاہو تو تمہیں پڑھ کر سنا دیں، مروان نے جواب دیا ہاں ہمیں بھی آپ کا یہ حکم پہنچا ہے۔ (مسند احمد ج ۴ ص ۱۴۱ طبع میمنیہ مصر ۱۳۱۳)

صحابہ کرام کے بعض اور نوشتے:

(۱) صحیح بخاری، سنن ابی داؤد (باب فی زکوٰۃ السائمۃ) سنن نسائی (باب زکوٰۃ الابل)

میں مذکور ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب حضرت انس رضی اللہ عنہ کو بحرین پر عامل بنا کر روانہ کیا تو زکوٰۃ کے مسائل واحکام کے متعلق ایک مفصل تحریر لکھ کر ان کے حوالہ کی جو اِن لفظوں سے شروع ہوتی ہے۔

بسم الله الرحمن الرحيم، هذه فريضتا الصدقة التى فرض رسول الله صلى الله عليه وسلم على المسلمين والتى امر الله بهأرسوله الخ.

(صحيح بخارى: باب زكوٰة الغنم)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یہ وہ زکوٰۃ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں پر مقرر کی اور جس کا حکم اللہ نے اپنے پیغمبر کو دیا۔

امام بخاری نے اس نوشتہ کی روایات کو ''کتاب الزکوٰۃ'' کے تین مختلف ابواب میں متفرق طور پر درج کیا ہے اور اپنی صحیح میں گیارہ جگہ اس کو روایت کیا ہے، چھ جگہ ''کتاب الزکوٰۃ'' میں دو جگہ کتاب اللباس میں اور ایک ایک جگہ ''کتاب الشرکۃ''۔ ''ابواب الخمس'' اور ''کتاب الحیل'' میں یہ نوشتہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے خاندان میں برابر محفوظ چلا آتا تھا چنانچہ امام بخاری نے اس کو محمد بن عبداللہ بن المعنی بن عبداللہ بن انس سے جو حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پوتے کے پوتے ہیں۔ روایت کیا ہے محمد اس کو اپنے والد عبدللہ سے اور عبداللہ اپنے چچا ثمامہ بن عبداللہ بن انس اور وہ خود حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اس کے راوی ہیں۔ اور امام ابوداؤد اس کو حدیث کے مشہور راوی حماد بن سلمہ سے روایت کرتے ہیں جس میں حماد کی تصریح بھی موجود ہے کہ ''میں نے خود ثمامہ سے اس نوشتہ کو اخذ کیا ہے اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر مبارک بھی ثبت تھی۔

(۲) جامع ترمذی میں سلیمان تیمی سے منقول ہے کہ حسن بصری اور قتادہ، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے صحیفہ سے حدیثیں روایت کیا کرتے تھے۔

(جامع ترمذى "باب ماجآء فى ارض المشترك يريد بعضهم بيع نصيبه")

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے اس صحیفہ کا ذکر بہت سے محدثین کے تذکرہ میں آیا ہے۔
حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں قتادہ کے ترجمہ میں امام احمد سے نقل کیا ہے کہ:

كان قتاده احفظ اهل البصرة لايسمع شيئا الاحفظ قرأت عليه صحيفة جابر مرة فحفظها

قتادہ اہل بصرہ میں سب سے بڑے حافظ تھے جو سنتے یاد ہو جاتا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا صحیفہ صرف ایک بار ان کے سامنے پڑھا گیا تھا بس انہیں یاد ہو گیا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے تہذیب التہذیب میں اسمعیل بن عبدالکریم صنعانی المتوفی ۲۱۰ھ کے ترجمہ میں بھی اس صحیفہ کا ذکر کیا ہے کہ یہ اس کو وہب بن منبہ سے اور وہ اس کو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے تھے اور سلیمان بن قیس یشکری کے ترجمہ میں لکھتے ہیں کہ:

قال ابو حاتم جالس جابرا و كتب عنه صحيفة و توفى و روى ابو الزبير وابو سفيان والشعبى عن جابر وهم قد سمعوا من جابر واكثره من الصحيفة وكذلك قتادة

ابو حاتم کا بیان ہے کہ سلیمان نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی ہم نشینی اختیار کی اور ان سے صحیفہ لکھا اور وفات پا گئے اور ابو الزبیر، ابو سفیان اور شعبی نے بھی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایتیں کی ہیں اور ان لوگوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے حدیثیں بھی سنی ہیں جو اکثر اسی صحیفہ کی ہیں اور اسی طرح قتادہ نے بھی۔

اور طلحہ بن نافع ابو سفیان واسطی کے ترجمہ میں سفیان بن عیینہ اور شعبہ دونوں کا متفقہ بیان نقل کیا ہے کہ:

حديث ابى سفيان عن جابر انما هى صحيفة

ابو سفیان، جابر سے جو روایت کرتے ہیں وہ صحیفہ سے ہوتی ہے۔

(۳) حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں امام حسن بصری کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ انہوں نے حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ سے حدیث کا ایک بہت بڑا نسخہ روایت کیا ہے جس کی بیشتر حدیثیں سنن اربعہ میں منقول ہیں علی بن المدینی اور امام بخاری دونوں نے تصریح کی ہے کہ اس نسخہ کی سب حدیثیں ان کی مسموعہ تھیں لیکن یحییٰ بن سعید القطان اور دیگر علماء یہ کہتے ہیں کہ یہ سب نوشتہ سے روایت ہیں اس نسخہ کو امام حسن بصری کے علاوہ خود حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے سلیمان بن سمرہ بھی ان سے روایت کرتے ہیں چنانچہ تہذیب التہذیب میں سلیمان کے ترجمہ میں مذکور ہے۔ ''روی عن ابیه نسخة کبیرة''

(۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اگرچہ عہد رسالت میں حدیثیں لکھتے نہ تھے لیکن بعد کو انہوں نے بھی اپنی تمام مرویات کو تحریری شکل میں محفوظ کرلیا تھا چنانچہ ابن وہب نے حسن بن عمرو بن امیہ ضمری کا بیان نقل کیا ہے کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث بیان کی تو وہ میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے اپنے گھر پر لے گئے اور حدیث نبوی کی کتابیں دکھلا کر کہنے لگے دیکھو یہ حدیث میرے پاس بھی لکھی ہوئی ہے۔ (فتح الباری ''باب کتابۃ العلم'')

(۵) امام ترمذی نے اپنی جامع میں ''کتاب العلل'' کے اندر عکرمہ سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ طائف کے کچھ لوگ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں ان کی کتابوں میں سے ایک کتاب لیکر آئے، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کتاب کو لے کر پڑھنا شروع کیا مگر الفاظ میں تقدیم وتاخیر ہونے لگی تو آپ نے ان سے فرمایا کہ میں تو اس مصیبت (ضعف بصر) کے سبب عاجز ہو چکا ہوں تم خود اس کو میرے سامنے پڑھو کیونکہ (جواز روایت میں) تمہارا میرے سامنے پڑھ کر سنانا اور میرا اقرار کرلینا ایسا ہی ہے جیسا کہ میرا خود تمہارے سامنے پڑھنا۔

(۶) حافظ ابن عبدالبر نے جامع بیان العلم میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

کے نبیرہ معن بن عبدالرحمٰن کی زبانی نقل کیا ہے کہ:

اخرج الی عبدالرحمن بن عبدالله بن مسعود کتاباو حلف لی انه من خطابیه بیده

(جامع بیان العلم ''باب ذکر الرخصۃ فی کتاب العلم'' یہ روایت سنن دارمی میں بھی ''باب من باب الفیاوکرہ القنطع والتبدع میں مذکور ہے)

(والد محترم) عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن مسعود ایک کتاب میرے سامنے نکال کر لائے اور قسم کھا کر مجھ سے کہنے لگے کہ یہ ابا جان کے اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے۔

ہم نے صحابہ کے صرف ان چند مشہور نوشتوں کے ذکر پر اکتفا کی ہے کہ جو بہت سی احادیث پر مشتمل تھے یا جو مستقل صحیفہ اور کتاب کی حیثیت رکھتے تھے ورنہ اگر صحابہ کی ان تمام تحریرات کو یکجا جمع کیا جائے کہ جس میں انہوں نے کسی حدیث کا ذکر کیا ہے تو اس کیلئے ایک مستقل کتاب چاہیے جس کیلئے کافی فرصت اور وسیع مطالعہ اور تتبع وتلاش کی ضرورت ہے۔

عہد صحابہ میں تابعین کے نوشتے:

(۱) سنن دارمی میں بشیر بن نہیک سدوسی سے جو مشہور تابعی ہیں منقول ہے کہ

کنت اکتب ماسمع من ابی هریرة فلما اردت ان افارقه اتیته بکتابه فقرأته علیه و قلت له هذاماسمعت منك قال نعم

(سنن دارمی باب من رخص فی کتابة العلم)

میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے جو حدیثیں سنتا لکھ لیتا تھا پھر جب میں نے ان سے رخصت ہونے کا ارادہ کیا تو اس کتاب کو لے کر ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس کو ان کے سامنے پڑھ کر سنایا اور پھر ان سے عرض کیا کہ یہ سب وہی حدیثیں ہیں جو میں نے آپ سے سُنی ہیں۔ فرمانے لگے۔ ہاں:

امام ترمذی نے بھی کتاب العلل میں اس واقعہ کو بالاختصار نقل کیا ہے:

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مرویات سے ایک صحیفہ، ہمام بن منبہ یمانی نے بھی مرتب کیا تھا اس میں ایک سو چالیس کے قریب احادیث مذکورہ ہیں۔

(تہذیب التہذیب ترجمہ "همام بن منبه")

یہ پورا صحیفہ امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں یکجا روایت کیا ہے۔

(مسند احمد ج۲ ص ۳۱۲ لغایت ۳۱۸ طبع میمنیه مصر ۱۳۱۳ھ)

صحیحین میں بھی اس صحیفہ کی روایتیں متفرق طور پر موجود ہیں۔ حافظ ابن حجر نے اس صحیفہ کے متعلق ابن خزیمہ کے یہ الفاظ نقل کئے ہیں کہ "صحیفه همام عن ابن هریرة مشهورة" یہ صحیفہ آج بھی برلن کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ (نوٹ: اب سے کچھ سال قبل یہ شائع ہو چکا ہے)

(۳) سنن دارمی (باب من رخص فی کتابۃ العلم) میں سعید بن جبیر سے جو مشہور ائمہ تابعین میں سے ہیں مروی ہے کہ

کنت اکتب عندابن عباس فی صحیفة

میں ابن عباس (رضی اللہ عنہما) کے پاس بیٹھا ہوا صحیفہ میں لکھتا رہتا تھا۔

(تہذیب التہذیب، ترجمه اسمعیل بن عبدالکریم صنعانی)

دارمی ہی نے ان سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ میں رات کو مکہ معظّمہ کی راہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ہمرکاب ہوتا وہ مجھ سے کوئی حدیث بیان کرتے تو پالان کی لکڑی پر لکھ دیتا تاکہ صبح کو پھر اسے نقل کر سکوں، سنن دارمی ہی میں ان کا یہ بیان بھی مذکور ہے کہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے رات کو حدیث سنتا تو پالان کی لکڑی پر لکھ لیتا تھا۔

(۴) سنن دارمی میں مسلم بن قیس کا بیان مذکور ہے کہ میں نے ابان کو دیکھا کہ وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے تختیوں پر لکھتے رہتے تھے۔ (باب مذکور)

(۵) حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ایک زمانے تک کتابت حدیث کے قائل

نہ تھے مروان نے اپنی امارت مدینہ کے زمانہ میں ان سے خواہش ظاہر کی کہ وہ کچھ حدیثیں لکھ دیں مگر آپ نے منظور نہ فرمایا آخر اس نے یہ تدبیر نکالی کہ پردہ کے پیچھے کاتب بٹھایا اور خود حضرت زید رضی اللہ عنہ کو اپنے یہاں بلانے لگا، یہاں مختلف لوگ آپ سے مسائل و احکام دریافت کرتے اور آپ جو کچھ فرماتے کاتب لکھتا جاتا۔
(سنن دارمی، باب من لم یر کتابۃ الحدیث)

تدوین حدیث پر مستقل کام کا آغاز.

بہر حال یہ ایک واقعہ ہے کہ پہلی صدی ہجری میں ایک زمانے تک کتابت علم کا مسئلہ بڑا مختلف فیہ اور معرکۃ الآراء بنا رہا لیکن یہ اس وقت تک رہا جب تک علم عرب سے نکل کر عجم میں نہ پہنچا تھا اہل عرب جو ہر چیز کو زبانی یاد رکھنے کے عادی تھے انہیں لکھنا بڑا گراں گزرتا تھا لیکن عجمی قومیں جن میں تحریر کا عام رواج تھا اور جو کتاب خوانی کی پہلے سے عادی ہو چکی تھیں وہ عربوں کا سا خداداد حافظہ کہاں سے لاتیں کہ ایک بار کے سننے سے سب یاد رہ جاتا۔

سب سے بڑی مشکل یہ تھی کہ صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین) روز بروز اس دنیا سے رخصت ہو رہے تھے اور ابھی صدی ختم ہونے نہ پائی تھی کہ بزمِ عالم ان کے مبارک وجود سے تقریباً خالی ہو چکی تھی دوسری طرف شیعہ خوارج اور قدریہ نئے نئے فرقے اسلام میں سر اٹھاتے جاتے تھے جو اپنے اپنے عقائد وخیالات کی ترویج میں پوری قوت سے کوشاں تھے صحابہ کی موجودگی میں اہل بدعت کا زور نہ چلتا تھا جب کسی چیز میں اختلاف ہوتا لوگ ان کی طرف رجوع کرتے اور فتنہ دب کر رہ جاتا۔ امام بخاری نے تاریخ کبیر میں قتادہ سے نقل کیا ہے کہ جب حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو مورق کہنے لگے۔ ذهب اليوم نصف العلم (آج نصف علم اٹھ گیا) جب ان سے پوچھا گیا کہ یہ کیونکر تو کہنے لگے کہ:

كان الرجل من اهل الاهواء اذا خالفنا في الحديث قلنا تعالى الى من سمعه من النبى صلى الله عليه وسلم.

(تهذيب التهذيب، ترجمة حضرت انس بن مالك رضى الله عنه)

جب اہل بدعت میں سے کوئی شخص حدیث کے بارے میں ہماری مخالفت کرتا تو ہم اس سے کہا کرتے تھے کہ لو آؤ ان کے پاس چلو جنہوں نے اس کو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔

بصرہ کے صحابہ میں سب سے آخر میں جس نے وفات پائی وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ ہیں آپ کا انتقال ۹۳ یا ۹۵ھ میں ہوا ہے۔ یہ وہ وقت تھا کہ دوسرے اسلامی شہروں میں بھی دو چار کبیر سن صحابہ کے علاوہ کہ جو جلد ہی فوت ہو گئے خورشید نبوت سے براہِ راست کسب نور کرنے والے تمام ستارے غروب ہو چکے تھے۔

صفر ۹۹ھ میں خلیفہ صالح عادل بنی مروان حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ سریر آرائے خلافت ہوئے تو آپ نے دیکھا کہ صحابہ کے متبرک نفوس سے دنیا خالی ہو چکی اکابر تابعین میں کچھ تو صحابہ کے ساتھ ہی چل بسے باقی جو ہیں ایک ایک کر کے سارے مقامات سے اٹھتے جا رہے ہیں اس لئے آپ کو اندیشہ ہوا کہ ان حفاظ اہل علم کے اٹھنے سے کہیں علوم شرعیہ نہ اٹھ جائیں اور حدیث پاک کی جو امانت ان کے سینوں میں محفوظ ہے وہ ان کے ساتھ ہی قبروں میں نہ چلی جائے لہٰذا آپ نے فوراً تمام ممالک کے علماء کے نام فرمان بھیجا کہ حدیث نبوی کو تلاش کر کے جمع کر لیا جائے۔ چنانچہ حافظ ابونعیم اصفہانی، تاریخ اصبہان میں روایت کرتے ہیں:

كتب عمر بن عبدالعزيز الى الافاق انظروا حديث رسول الله صلى الله عليه وسلم فاجمعوه (فتح الباری، باب کیف یقبض العلم)

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے تمام آفاق میں لکھ بھیجا کہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کر کے جمع کرو۔

اسی سلسلہ میں مدینہ منورہ کے قاضی ابوبکر حزمی کو جو آپ کی طرف سے وہاں کے امیر بھی تھے جو فرمان بھیجا گیا اس کو امام محمد نے اپنی موطا میں بایں الفاظ روایت کیا ہے۔

اخبرنا مالك اخبرنا يحيى بن سعيد ان عمر بن عبدالعزيز كتب الى ابى

بکر بن عمرو بن حزم ان انظر ما کان من حدیث رسول الله صلی الله علیه وسلم او سنة او حدیث عمر او نحو هذا فاکتبه لی فانی خشیت دروس العلم و ذهاب العلماء (باب اکتساب العلم)

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ابوبکر بن عمرو بن حزم کو لکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث اور سنت نیز حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیثیں اور اسی قسم کی جو روایات مل سکیں ان سب کو تلاش کر کے مجھے لکھو کیونکہ مجھے علم کے مٹنے اور علماء کے فنا ہو جانے کا خوف ہے۔

اس روایت میں حدیث عمر او نحو هذا کے الفاظ خاص طور پر قابل غور ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے حدیث نبوی کے ساتھ ساتھ حضرت عمر اور دیگر خلفاً کے آثار کی بھی جمع و تدوین کا حکم دیا تھا سنن دارمی میں یہی روایت عبداللہ بن دینار کی زبانی اس طرح منقول ہے۔

اکتب الی بما ثبت عندك من الحدیث عن رسول الله صلی الله علیه وسلم وبحدیث عمر فانی خشیت دروس العلم وذهاب العلماء
(باب من رخص فی کتابۃ العلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو حدیثیں تمہارے نزدیک ثابت ہوں وہ نیز حضرت عمرؓ کی حدیثیں مجھے لکھ بھیجو کیونکہ مجھے علم کے مٹ جانے اور علماء کے فنا ہو جانے کا اندیشہ ہے۔

امام بخاری نے بھی کتاب العلم میں ترجمۃ الباب کے اندر اس فرمان کا ایک حصہ تعلیقاً روایت کیا ہے چنانچہ باب کیف یقبض العلم میں فرماتے ہیں:

وکتب عمر بن عبدالعزیز الی ابی بکر بن حزم انظر ما کان من حدیث رسول الله صلی الله علیه وسلم فاکتبه لی فانی خشیت دروس العلم وذهاب العلماء

اور عمر بن عبدالعزیز نے ابوبکر بن حزم کو لکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو حدیثیں ہیں ان کو تلاش کر کے مجھے لکھو کیونکہ مجھے علم کے مٹنے اور علماء کے فنا ہو جانے کا خوف ہے۔

ولا يقبل الاحديث النبی صلی الله علیه وسلم ولیفشوا ولیجلسوا حتی یعلم من لایعلم فان العلم لایهلك حتی یکون سرا

اور حدیث نبوی کے سوا اور کچھ نہ قبول کیا جائے اور لوگوں کو چاہیے کہ علم کی اشاعت کریں اور درس کے لئے بیٹھیں تاکہ جو لوگ نہیں جانتے وہ جان لیں کیونکہ علم اس وقت تک برباد نہیں ہوتا جب تک وہ راز نہ بن جائے۔

بعض لوگوں نے اس پوری عبارت کو فرمان کی عبارت سمجھ لیا ہے حالانکہ ذهاب العلماء تک جو خط کشیدہ الفاظ ہیں وہ فرمان کے ہیں اور لایقبل سے امام بخاری کی اپنی عبارت شروع ہوتی ہے چونکہ امام بخاری آثار صحابہ کو حجت نہیں سمجھتے اس لئے ساتھ ہی اپنی رائے کا بھی اس سلسلہ میں اظہار کر گئے ہیں مگر عبارت مذکورہ کے بعد جب انہوں نے اس تعلق کی اسناد بیان کی تو تصریح کر دی ہے کہ یہ تعلیق ذهاب العلماء پر ختم ہو جاتی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں: **حدثنا العلاء بن عبدالجبار حدثنا عبدالعزیز بن مسلم عن عبدالله بن دینار بذلك یعنی حدیث عمر بن عبدالعزیز یزالی قوله ذهاب العلمأ**

امام مالک فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے قاضی صاحب موصوف کو یہ بھی لکھا تھا کہ عمرہ بنت عبدالرحمٰن اور قاسم بن محمد کے پاس جو علم موجود ہے اس کو لکھ کر ان کے لئے بھیجیں۔

اور ابن سعد لکھتے ہیں:

وکتب عمر بن عبدالعزیز یزالی ابن حزم ان یکتبه له احادیث عمرة

عمر بن عبدالعزیز نے ابن حزمؒ کو لکھا تھا کہ وہ انہیں عمرہ کی روایت کردہ حدیثیں لکھ کر بھیجیں۔

قاضی ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم خزرجی انصاری اپنے وقت میں مدینہ طیبہ کے بہت بڑے فقیہ تھے امام مالک فرماتے ہیں کہ ہمارے یہاں مدینہ میں جس قدر قضا کے بارے

میں ان کو علم تھا اتنا کسی کو نہ تھا بڑے عابد شب زندہ دار تھے۔ ان کی اہلیہ کا بیان ہے کہ چالیس سال ہونے آئے یہ کبھی شب میں اپنے بستر پر دراز نہیں ہوئے ان کی وفات بہ اختلاف اقوال ۱۱۰ یا ۱۱۷ یا ۱۲۰ھ میں ہوئی۔

قاضی صاحب موصوف نے امیر المومنین کے حسب الحکم حدیث میں متعدد کتابیں لکھیں لیکن افسوس ہے کہ جب قاضی صاحب کا یہ کارنامہ پایہ تکمیل کو پہنچا تو حضرت عمر بن عبدالعزیز وفات پا چکے تھے۔ علامہ ابن البر تمہید میں امام مالک کی زبانی نقل کرتے ہیں کہ:

فتوفی عمر وقد کتب ابن حزم کتبا قبل ان یبعث بها الیها
(مقدمة تنویر الحوالك)

ابن حزم نے متعدد کتابیں لکھیں پر حضرت عمر بن عبدالعزیز قبل اس کے کہ ابن حزم یہ کتابیں ان کی خدمت میں بھیجیں وفات پا گئے۔

تہذیب التہذیب میں امام مالک سے یہ بھی منقول ہے کہ میں نے ان کتابوں کے متعلق قاضی صاحب کے صاحبزادے عبداللہ بن ابی بکر سے پوچھا تھا تو انہوں نے جواب دیا کہ ضاعت (وہ ضائع ہوگئیں) (تہذیب التہذیب ترجمہ ابوبکر حزمی)

بعض اور روایات سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے قاضی ابوبکر بن حزم کے علاوہ مدینہ شریف کے اور علماء کو بھی اس سلسلہ میں لکھا تھا۔

چنانچہ علامہ سیوطی تاریخ الخلفاء میں امام زہری سے ناقل ہیں کہ

"حضرت عمر بن عبدالعزیز نے سالم بن عبداللہ کو لکھا تھا کہ صدقات کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا جو معمول رہا ہے وہ ان کو لکھ کر بھیجیں چنانچہ سالم نے جو کچھ انہوں نے پوچھا تھا وہ ان کو لکھ بھیجا۔

خود امام زہری کو بھی جن کے بارے میں حضرت عمر بن عبدالعزیز کی شہادت ہے کہ:

لم یبق احد اعلم بسنة ماضیة الزهری (تذکرۃ الحفاۃ ترجمہ امام زہری)

گزشتہ سنت کا زہری سے بڑھ کر کوئی عالم باقی نہیں رہا۔

خاص طور پر تدوین سنن پر مامور فرمایا چنانچہ علامہ ابن عبدالبر جامع بیان العلم میں امام زہری کا بیان نقل کرتے ہیں:

امرنا عمر بن عبدالعزیز بجمع السنن فکتبناها دفترا دفترا فبعث الی کل ارض له علیها سلطان دفترًا (جامع البیان العلم، باب ذکر الرخصۃ فی کتاب العلم)

ہم کو عمر بن عبدالعزیز نے سنن کے جمع کرنے کا حکم دیا تو ہم نے دفتر کے دفتر لکھ ڈالے اور پھر انہوں نے ہر اس سرزمین پر کہ جہاں ان کی حکومت تھی ایک دفتر بھیج دیا۔

امام زہری کے ان دفاتر کی ضخامت کا اندازہ لگانا ہو تو معمہ کا حسب ذیل بیان پڑھیے۔

''پہلے ہم یوں سمجھتے تھے کہ ہم نے زہری سے بہت کچھ حاصل کیا لیکن جب ولید بن یزید قتل ہوا تو سرکاری خزانے سے زہری کے علمی دفاتر سواریوں پر بار کر کے لائے گئے۔''

(تذکرۃ الحفاظ ترجمہ امام زھری)

امام زہری کے اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے قاضی ابوبکر بن حزم سے پہلے اس فن کی تدوین کی ہے کیونکہ ان کی جمع کردہ کتابوں کی نقل حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اپنے عہد خلافت میں تمام ممالک محروسہ میں بھیج دی تھی لیکن قاضی ابوبکر بن حزم ابھی اپنی کتابیں مکمل کر کے بارگاہ خلافت تک بھیجنے بھی نہ پائے تھے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کی وفات ہو گئی اس لحاظ سے اس سلسلہ میں اولیت کا سہرا امام زہری کے سر ہے۔ چنانچہ حافظ ابن عبدالبر جامع بیان العلم میں امام مالک کی تصریح نقل کرتے ہیں:

اول من دون العلم ابن شهاب (سب سے پہلے جس نے علم مدون کیا وہ ابن شہاب (زہری) ہیں۔

مدینہ کے ایک اور امام عبدالعزیز دراوردی بھی جو امام موصوف کے معاصر ہیں۔ یہی فرماتے ہیں کہ اول من دون العلم و کتبه ابن شهاب (جامع بیان العلم)

بلاشبہ جیسا کہ ان دونوں بزرگوں کی تصریح ہے۔ مدینہ طیبہ میں اوّلیت کا شرف اس

بارے میں امام زہری ہی کو حاصل ہے لیکن حضرت عمر بن عبدالعزیز نے تدوین احادیث کے لئے صرف اہل مدینہ کو نہیں بلکہ تمام علماء آفاق کو لکھا تھا چنانچہ اس کے متعلق حافظ ابونعیم اصفہانی کی روایت سابق میں آپ کی نظر سے گزر چکی۔ خود دارالخلافہ دمشق میں اس وقت شام کے مشہور امام اور فقیہ مکحول دمشقی موجود تھے۔ ابن الندیم نے کتاب الفہرست میں ان کی تصنیفات کے سلسلے میں کتاب السنن کا ذکر کیا ہے۔ اغلب یہ ہے کہ اس کی تدوین بھی امر خلافت کی تعمیل ہی میں ہوئی ہوگی مکحول کی جلالت علمی کا اندازہ کرنا ہوتو خود امام زہری کا حسب ذیل بیان پڑھیئے۔

''علما چار ہیں۔ سعید بن المسیب مدینہ میں، شعبہ کوفہ میں، حسن بصری بصرہ میں، اور مکحول شام میں (الاکمال فی اسماء الرجال از صاحب مشکوٰۃ ترجمہ مکحول) امام اوزاعی نے فقہ کی تعلیم ان ہی سے حاصل کی تھی چنانچہ کتب رجال میں ان کے وصف میں ''معلم الاوزاعی'' کے الفاظ خصوصیت سے نقل کئے جاتے ہیں۔ (تدریب الراوی ص ۲۴)

علامہ التابعین امام شعبی کے متعلق بھی علامہ سیوطی ''تدریب الراوی میں حافظ ابن حجر عسقلانی سے ناقل ہیں کہ

اماجمع حدیث الی مثله فقد سبق الیه الشعبی فانه روی عنه انه قال هذا باب من الطلاق جسیم وساق فیه احادیث (تدریب الراوی ص ۲۴)

ایک مضمون کی حدیثوں کے جمع کرنے کا کام سب سے پہلے امام شعبی نے کیا کیونکہ ان سے مروی ہے کہ انہوں نے بیان کیا ''**هذا باب من الطلاق جسیم**'' (یہ طلاق کا ایک بڑا باب ہے) اور پھر اس کے متعلق حدیثیں روایت کیں۔

امام شعبی کتابت علم کے قائل نہ تھے اس لئے ظاہر ہے کہ احادیث کے جمع کرنے کا یہ کام انہوں نے محض خلیفۂ عادل کے حکم کی تعمیل ہی میں کیا ہوگا بالخصوص جبکہ امام یحییٰ بن معین نے تصریح کی ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ان کو عہدۂ قضا تفویض کیا تھا۔ حافظ ذہبی نے

تذکرۃ الحفاظ میں لکھا ہے کہ یہ کوفہ میں قاضی تھے۔ شعبی کے بارے میں امام زہری کی رائے ابھی آپ کی نظر سے گزری۔ مکحول کا قول ہے مارأیت اعلم من الشعبی (شعبی سے بڑا عالم میری نظر سے نہیں گزرا) ابو مجلز کہتے ہیں۔ مارأیت احدا افقه من الشعبی لا سعید بن المسیب ولا طاؤس ولا عطاء ولا الحسن ولا ابن سیرین (شعبی سے بڑھ کر کوئی فقیہ میں نے نہ دیکھا نہ سعید بن لمسیب نہ طاؤس نہ عطاء نہ حسن بصری اور نہ ابن سیرین) عاصم احول کا بیان ہے۔ مارأیت احدا اعلم بحدیث اهل الکوفة والبصرة والحجاز من الشعبی (میں نے اہل کوفہ، اہل بصرہ اور اہل حجاز کی حدیثوں کا شعبی سے بڑھ کر عالم نہیں دیکھا) خود شعبی کا بیان ہے کہ میں نے پانچ سو صحابہ کو پایا ہے۔ ابن شبرمہ نے ایک مرتبہ امام شعبی کو یوں فرماتے سنا کہ بیس سال ہوئے کبھی کسی شخص سے کوئی حدیث ایسی نہیں سنی کہ جس کا مجھے اس سے زیادہ علم نہ ہو۔ (تذکرۃ الحفاظ) فن حدیث میں یہ امام اعظم ابوحنیفہ کے اکابر شیوخ میں شمار کئے جاتے ہیں چنانچہ علامہ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں جہاں ان کے تلامذۂ فن حدیث میں امام ابوحنیفہ کا نام لیا ہے ساتھ ہی یہ تصریح کردی ہے۔ وهو اکبر شیخ لابی حنیفة (کہ یہ امام ابوحنیفہ کے بڑے شیخ ہیں)

امامیم زہری، امام مکحول اور امام شعبی ان تینوں میں سب سے پہلے امام شعبی نے قضا کی کیونکہ ان کی وفات بہ اختلاف اقوال ۱۰۳ سے لے کر ۱۱۰ھ کے اندر اندر ہوئی ہے اور امام مکحول نے بہ اختلاف اقوال ۱۱۲ سے لیکر ۱۱۸ھ کے اندر انتقال کیا ہے اور امام زہری نے ۱۲۳ یا ۱۲۴ یا ۱۲۵ھ میں قضا کی ہے۔

چونکہ یہ تینوں ائمہ باہم معاصر ہیں (گویا امام شعبی عمر اور علم میں ان دونوں سے بڑے تھے) اس لئے یقین کے ساتھ تو یہ فیصلہ کرنا سخت مشکل ہے کہ سب سے پہلے اس موضوع پر کس نے قلم اٹھایا تاہم حسب تصریح امام مالک ودراوردی اگر اس علم کے پہلے مدون امام ابن شہاب زہری ہیں'' (بشرطیکہ اس اوّلیت کو مدینہ کے ساتھ خاص نہ سمجھا جائے بلکہ تمام بلا اسلامیہ کے اعتبار سے عام رکھا جائے) تو امام شعبی کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ احادیث

نبوی کی تبویب سب سے پہلے انہوں نے کی ہے اس لئے تدوین حدیث کی اوّلیت کا سہرا اگر علماء اہل مدینہ کے سر ہے تو اس کی تبویب کی اوّلیت کا شرف یقیناً علماء اہل کوفہ کو حاصل ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ۲۵ رجب ۱۰۱ھ کو انتقال کیا۔ آپ کی مدت خلافت کل دو سال پانچ ماہ ہے امام شعبی، امام زہری، امام مکحول دمشقی اور قاضی ابوبکر حزمی کی تصانیف اسی عہد عمری کی یادگار ہیں اور اغلب یہ ہے کہ ان تصانیف کا بیشتر حصہ پہلی صدی کے ختم ہونے سے پہلے تیار ہو چکا تھا۔

بہر حال پہلی صدی کے آخر میں خلیفہ راشد کے حکم سے کبار ائمہ تابعین نے جمع وتدوین حدیث کا دروازہ کھولا اور دوسری صدی ہجری میں اس سلسلہ کو اتنی ترقی ہوئی کہ احادیث مرفوعہ ایک طرف صحابہ کے آثار اور تابعین کے فتاوی اور اقوال تک ایک ایک کر کے اس عہد کی تصانیف میں مرتب ومدون کر دیئے گئے۔

دوسری صدی ہجری میں تدوین حدیث

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب لکھتے ہیں:

پھر عہد صحابہ کے بعد دوسری صدی ہجری میں کتابت وتدوین حدیث کے میدان میں جو وسیع پیمانے پر کام ہوا، اس کا دائرہ تو اتنا پھیلا ہوا ہے کہ اسے بیان کیا جائے تو اس رسالے کی ضخامت دو چند ہو جائے گی، اس لیے ہم یہاں صرف چند مشہور کتابوں کے نام لکھتے ہیں جو دوسری صدی میں تالیف ہوئیں، ساتھ ہی ان کے مصنفین کے اسماء گرامی اور تاریخِ وفات بھی درج کی جائے گی۔

پہلی صدی اور دوسری صدی کے کارناموں میں یہ فرق ہے کہ پہلی صدی کی کتابوں میں عموماً کوئی خاص ترتیب لکھنے والوں نے قائم نہیں کی تھی، انہوں نے احادیث کو صِرف جمع کیا تھا، مرتب نہ فرمایا تھا، اور دوسری صدی کی کتابوں میں احادیث کو مرتب کیا گیا ہے، اور تیسری صدی میں یہ ترتیب وتدوین اپنے عروج پر جا پہنچی، جبکہ مسند احمد اور صحاح ستہ وغیرہ کتابیں تالیف ہوئیں اور حدیث سے متعلق جملہ علوم وفنون پر کتابیں لکھی گئیں کسی مولف نے

ترتیب کا ایک انداز اختیار کیا کسی نے کچھ اور، اندازِ ترتیب کے اسی اختلاف سے کتب حدیث کی بہت سی قسمیں وجود میں آ گئیں، جن کی تفصیل الرسالة المستطرفة اور بستان المحدثین وغیرہ میں دیکھی جا سکتی ہے۔

دوسری صدی کی چند تالیفات

(۱) کتاب السیرۃ:

یہ ابن شہاب زہری ۱۲۳ھ یا ۱۲۴ھ یا ۱۲۵ھ کی تالیف ہے، سیرتِ نبوی پر یہ سب سے پہلی کتاب ہے۔

(۲) مغازی موسیٰ بن عقبہ:

یہ حضرت موسیٰ بن عقبہ (۱۴۴ھ) کی تالیف ہے، جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات کا اتنا مستند بیان ہے کہ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ ''مغازی پر اس زیادہ صحیح کوئی کتاب نہیں۔''

(۳) کتاب الآثار:

یہ کتاب امام ابوحنیفہؒ (متوفی ۱۵۰ھ) نے اپنے مایہ ناز شاگردوں کو املاء کرائی تھی، امام شعبیؒ کی تالیف کے بعد یہ سب سے پہلی کتاب ہے، جس میں حدیثیں فقہی ابواب پر مرتب کی گئیں۔(امام اعظم اور علم حدیث ص ۳۲۳ تا ص ۳۲۸ (بحوالہ تبییض الصحیفه للسیوطی) اس سے امام مالک نے بھی استفادہ کیا ہے۔(امام اعظم اور علم حدیث ص ۳۴۳ (بحوالہ مناقب ذھبیؒ) بار بار طبع ہو چکی ہے۔(تفصیل آگے آ رہی ہے۔ مشتاق)

(۴) سنن ابن جریج:

یہ مشہور امامِ حدیث ابن جریج رومی (متوفی ۱۵۰ھ یا ۱۵۱ھ) کی تالیف ہے، اس میں حدیثیں فقہی ابواب پر مرتب کی گئی ہیں۔

(۵) السیرۃ:

یہ ابوبکر محمد بن اسحاق (۱۵۱ھ یا ۱۵۲ھ) کی تالیف ہے اور سیرۃ ابن ہشام کا ماخذ یہی

کتاب ہے۔

(۶) جامع معمر:

یہ حضرت معمر بن راشد (۱۵۳ھ یا ۱۵۴ھ) کی تالیف ہے۔ ہر قسم کے مضامین کی احادیث پر مشتمل ہونے کی وجہ سے "جامع" کہلاتی ہے، اور صحیح بخاری و مسلم کی طرح ابواب پر مرتب ہے۔

(۷) جامع سفیان الثوری:

یہ مشہور فقیہ اور امام حدیث سفیان ثوری (۱۶۰ھ ۱۶۱ھ) کی تالیف ہے اور ابواب پر مرتب ہے۔

(۸) مصنف حماد:

یہ امام ابوحنیفہؒ کے مشہور استاذ حماد بن سلمہ (۱۶۷ھ) کی تالیف ہے، یہ بھی فقہی ابواب پر مرتب ہے۔

(۹) کتاب غرائب شعبہ:

یہ مشہور حافظ حدیث حضرت شعبہ بن الحجاج (۱۷۰ھ) کی تالیف ہے جس میں انھوں نے اپنے اساتذہ سے حاصل کی ہوئی خاص خاص حدیثیں اساتذہ ہی کی ترتیب سے مرتب کی ہیں۔

(۱۰) الموطا:

یہ امام مالک بن انس (متوفی ۱۷۹ھ) کی مشہور و معروف کتاب ہے جس کے درس و تدریس کا سلسلہ آج بھی دینی مدارس میں جاری ہے، صحیح بخاری سے پہلے اسی کو قرآن کے صحیح ترین کتاب سمجھا جاتا تھا، بار بار طبع ہو چکی ہے۔

(۱۱) کتاب الجہاد:

یہ امام ابوحنیفہ کے مشہور شاگرد حضرت عبداللہ ابن المبارک متوفی (۱۸۱ھ یا ۱۸۲ھ) کی تالیف ہے، جس میں صرف جہاد کے متعلق احادیث ترتیب سے بیان کی گئی ہیں۔

(۱۲) کتاب الزہد والرقائق:

یہ بھی حضرت عبداللہ بن المبارک کی تالیف ہے، جس میں صرف زہد اور فکر آخرت سے متعلق احادیث جمع کی گئی ہیں۔

(۱۳) کتاب الاستیذان:

یہ بھی حضرت عبداللہ بن المبارک کی تالیف ہے، اس میں صرف استیذان (کسی کے گھر وغیرہ میں داخل ہونے کے لیے اجازت طلب کرنے) کے متعلق حدیثیں جمع کی گئی ہیں۔

(۱۴) کتاب الذکر والدعاء:

یہ امام ابو حنیفہؒ کے مشہور شاگرد ابو یوسف (متوفی ۱۸۲ھ) کی تالیف ہے، جس میں مسنون دعائیں، اذکار اور متعلقہ حدیثیں ذکر کی گئی ہیں۔

(۱۵) مغازی المعتمر بن سلیمان:

یہ معتمر بن سلیمان (متوفی ۱۸۷ھ) کی تالیف ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات بیان کیے گئے ہیں۔

(۱۶) مصنف وکیع بن الجراح:

یہ مشہور امام حدیث وکیع (متوفی ۱۹۶ھ) کی تالیف ہے اور ابواب فقیہ پر مرتب ہے۔

(۱۷) جامع سفیان بن عیینہ (متوفی ۱۹۸ھ):

یہ بھی فقہی ابواب پر مرتب ہے۔

(۱۸) تفسیر سفیان بن عیینہ:

اس میں صرف تفسیر قرآن کے متعلق احادیث بیان کی گئی ہیں۔

دوسری صدی میں اور بھی کئی کتابیں تالیف ہوئیں، جن کا ذکر ہم نے بغرض اختصار چھوڑ دیا ہے۔

(کتابت حدیث عہد رسالت وعہد صحابہ میں، ص ۱۷۸ تا ۱۹۱، از مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہ)

☆......☆......☆

تعارف کتاب الآثار

حضرت مولانا عبدالرشید نعمانیؒ لکھتے ہیں:

کسی کتاب کی اہمیت اور عظمت شان کا اندازہ لگانے کے لئے حسب ذیل امور پر نظر ڈالنا ضروری ہے۔

(۱) مصنف کا فضل وکمال

(۲) صحت کا التزام

(۳) حسن ترتیب اور موضوع سے متعلق تمام اہم مباحث کا استیعاب

(۴) قبولیت عام اور شہرت

ہمارا دعویٰ ہے کہ ان تمام اوصاف کے لحاظ سے "کتاب الآثار" فقہ یعنی علم سنن واحکام کی جملہ تصانیف سے فائق ہے۔ جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

مصنف کا فضل وکمال:

اس سلسلہ میں سب سے پہلی چیز یہ ہے کہ کتاب الآثار کے سوا آج ہمارے پاس سنن کی کوئی کتاب ایسی موجود نہیں کہ جس کے مصنف کو تابعیت کا شرف حاصل ہو اور یہ وہ فضیلت ہے جس میں امام ابوحنیفہؒ اس عہد کے تمام نامور ائمہ میں ممتاز ہیں۔ چنانچہ علامہ ابن حجر مکی حافظ ابن حجر عسقلانی کے فتاویٰ سے ناقل ہیں۔

انه ادرک جماعة من الصحابة کانوا بالکوفة بعد مولده بها سنة ثمانين فهو من طبقة التابعين ولم يثبت ذلك لاحد من ائمة الامصار المعاصرين له کالاوزاعی بالشام والحمادين بالبصرة والثوری بالکوفة ومالك بالمدينة المشرفة والليث بن سعد بمصر (الخیرات الحسان فصل سادس۔ از علامہ ابن حجر مکی)

امام ابوحنیفہ نے صحابہ کی ایک جماعت کو پایا جو کوفہ میں تھے جبکہ وہ ۸۰ھ میں وہاں پیدا ہوئے لہٰذا وہ تابعین کے طبقہ میں ہیں اور یہ بات ان کے معاصر ائمہ مصار میں سے کسی کی نسبت جیسے کہ اوزاعی کی نسبت جو شام میں تھے اور حماد بن سلمہ اور حماد بن زید کی نسبت جو بصرہ میں تھے اور سفیان ثوری کی نسبت جو کوفہ میں تھے اور مالک کی نسبت جو مدینہ شریف میں تھے اور لیث بن سعد کی نسبت جو مصر میں تھے ثابت نہیں ہوئی۔

امام ممدوح کی جلالت قدر کے لئے اس سے زیادہ کیا درکار ہے کہ وہ امت میں امام اعظم کے لقب سے مشہور ہیں اور ان کیلئے اجتہادی مسائل پر اسلامی دنیا کی دو تہائی آبادی بارہ سو برس سے برابر عمل کرتی چلی آرہی ہے تمام اکابر ائمہ آپ کے فضل وکمال کے معترف ہیں۔

ابن مبارک کا بیان ہے کہ میں امام مالک کی خدمت میں حاضر تھا۔ ایک بزرگ آئے اور جب وہ اُٹھ کر چلے گئے تو امام موصوف نے فرمایا جانتے ہو یہ کون تھے حاضرین نے عرض کیا نہیں (اور میں ان کو پہچان چکا تھا) فرمانے لگے۔

هذا ابو حنيفه النعمان لو قال هذه الاسطوانه من ذهب لخرجت كما قال لقد وفق له الفقه حتى ماعليه فيه كثير مؤنة (مناقب ابی حنیفہ از محدث صیمری)

یہ ابوحنیفہ نعمان ہیں جو اگر یہ کہہ دیں کہ یہ ستون سونے کا ہے تو ویسا ہی نکل آئے۔ ان کو فقہ میں ایسی توفیق دی گئی ہے کہ اس فن میں انہیں ذرا مشقت نہیں ہوئی۔

(۳) امام شافعی فرماتے ہیں: **الناس عيال على ابى حنيفة فى الفقه** (لوگ فقہ میں ابوحنیفہ کے محتاج ہیں) (مناقب ابی حنیفہ از حافظ ذہبی)

(۴) ابوبکر مروزی کہتے ہیں میں نے امام احمد بن حنبل کو یہ فرماتے سنا کہ

لم يصح عندنا ان اباحنيفة قال القران مخلوق

ہمارے نزدیک یہ بات ثابت نہیں کہ ابوحنیفہ نے قرآن کو مخلوق کہا ہے۔

میں نے عرض کیا کہ ''الحمدللہ'' اے ابوعبداللہ (یہ امام احمد کی کنیت ہے) ان کا تو علم میں

بڑا مقام ہے۔'' فرمانے لگے۔

سبحان الله هو من العلم والورع وايثار الدار الآخرة بمحل لايدرکه احد

سبحان اللہ وہ تو علم، ورع، زہد اور عالم آخرت کو اختیار کرنے میں اس مقام پر ہیں کہ جہاں کسی کی رسائی نہیں۔ (مناقب ابی حنیفہ از ذہبی)

(۵) امام سفیان بن عینیہ شہادت دیتے ہیں کہ **ماقلت عيني مثل ابی حنيفة** (میری آنکھ نے ابوحنیفہ کی مثل نہیں دیکھا) مناقب ذہبی

وہ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہا **العلماء ابن عباس فی زمانه و الشعبی فی زمانه و ابو حنيفة فی زمانه** (علماء تو یہ تھے ابن عباس رضی اللہ عنہما اپنے زمانہ میں۔ شعبی اپنے زمانہ میں اور ابوحنیفہ اپنے زمانہ میں (مناقب صمیری)

(۶) (عبدالرحمٰن بن مہدی جوفن رجال کے مشہور امام ہیں۔ فرماتے ہیں۔

كنت نقالا للحديث فوايت سفيان لثوری امير المؤمنين فی العلمأ و سفيان بن عينية امير العلماء و شعبة عيار الحديث وعبدالله بن المبارك صراف الحديث ويحيی بن سعيد قاضی العلماء واباحنيفة قاضی قضاة العلمأ ومن قال لك سوے هذا فارمه فی كناسة بنی سليم . (مناقب الامام الاعظم از صدر الائمہ مکی جلد ۲ ص ۴۵)

میں حدیث کا بڑا ناقل تھا سو میں نے دیکھا کہ سفیان ثوری تو علماً میں امیر المومنین ہیں اور سفیان بن عینیہ امیر العلماء اور شعبہ حدیث کی کسوٹی ہیں اور عبداللہ بن مبارک اس کے صراف اور یحییٰ بن سعید قاضی العلماء ہیں اور ابوحنیفہ قاضی قضاۃ العلماء اور جو شخص تمہیں اس کے سوا کچھ اور بتائے تو اس کی بات کو بنی سلیم کے گھوڑے پر پھینک دو۔

(۷) شیخ الاسلام یزید بن ہارون کا قول ہے کہ

كان ابو حنيفة تقيا نقيا زاهدا عالها صدوق اللسان احفظ اهل زمانه

سمعت کل من ادرکته من اھل زمانه انه مارؤی افقه منه (مناقب صمیری)

ابو حنیفہ متقی، پاکیزہ صفات، زاہد، عالم، زبان کے سچے اور اپنے اہل زمانہ میں سب سے بڑے حافظ حدیث تھے میں نے ان کے معاصرین میں سے جتنے لوگوں کو پایا سب کو یہی کہتے سنا کہ ان سے زیادہ فقیہہ نہیں دیکھا گیا۔

(۸) یہ بھی انہی کا بیان ہے کہ **لم را عقل ولا افضل ولا اورع من ابی حنیفة** (میں نے ابوحنیفہ سے زیادہ عاقل ان سے افضل اوران سے زیادہ پاکباز نہیں دیکھا) (مناقب ذہبی)

(۹) امام الجرح والتعدیل یحییٰ بن سعید القطان فرماتے ہیں کہ:

انه والله لاعلم ھذه الامة بمأجاء عن الله عن رسوله

(مقدمه كتاب التعليم از مسعود بن شيبه)

واللہ! ابوحنیفہ اس امت میں خدا اور اس کے رسول سے جو کچھ وارد ہوا ہے اس کے سب سے بڑے عالم ہیں۔

(۱۰) سید الحفاظ یحییٰ بن معین سے ایک بار ان کے شاگرد احمد بن محمد البغدادی نے ابوحنیفہ کے متعلق ان کی رائے دریافت کی۔ فرمانے لگے **عدل ثقة ماظنك بمن عدله ابن المبارك ووكيع** (سراپا عدالت ہیں ثقہ ہیں ایسے شخص کے بارے میں تمہارا کیا گمان ہے جس کی ابن مبارک اور وکیع نے توثیق کی ہے۔

امام عبداللہ بن المبارک کہا کرتے تھے۔ **لولا ان الله تدارکنی بابی حنیفه وسفیان للکنت بدعیا** (اگر اللہ تعالیٰ نے ابوحنیفہ اور سفیان ثوری کے ذریعہ میرا تدارک نہ کیا ہوتا تو میں بدعتی ہوتا۔ (مناقب ذہبی ص ۱۸)

(۱۲) شیخ الاسلام ابوعبدالرحمٰن مقری، امام ابوحنیفہ سے حدیث روایت کرتے تو ان الفاظ میں کیا کرتے **حدثنا ابو حنیفة شاه مردان**۔

(مناقب الامام الاعظم صدر الائمه ج۲ ص ۳۲)

ائمہ اعلام کی ان شہادتوں سے جو صحیح ترین ماخذ فقہ ومنقول ہیں آپ ابوحنیفہ کی جلالت علمی کا اندازہ لگا سکتے ہیں کہ امت محمدیہ میں ان کا مقام کیا ہے۔

امام اہل بلخ خلف ابن ایوب نے بالکل صحیح کہا ہے کہ:

صارا العلم من الله تعالیٰ الی محمد صلی الله علیه وسلم ثم صار الی اصحابه ثمه صارا الی التابعین ثم صار الی ابی حنیفة و اصحابه فمن شأء فلیرض و من شاء فلیسخط (تاریخ بغداد ترجمہ امام ابوحنیفہ)

اللہ تعالیٰ سے علم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچا آپ کے بعد آپ کے صحابہ کو۔ صحابہ کے بعد تابعین کو۔ پھر تابعین سے امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کو ملا۔ اس پر چاہے کوئی خوش ہو یا ناراض

صحت کا التزام:

پہلے اس پر غور کیجئے کہ حدیث میں امام ابوحنیفہ کا کیا پایہ ہے۔ شمس الائمہ سرخی فرماتے ہیں۔

کان اعلم اهل عصره بالحدیث ۔(اصول الفقہ جلد اص ۳۵۰) وہ اپنے معاصرین میں حدیث کے سب سے بڑے عالم تھے۔ شیخ الاسلام یزید بن ہارون المتوفی ۲۰۶ھ جن کے بارے میں علی بن المدینی کہا کرتے تھے کہ میں نے ان سے بڑھ کر حافظ حدیث نہیں دیکھا) اور سید الحفاظ یحییٰ بن سعید القطان المتوفی ۱۹۸ھ) جن کے بارے میں ابن المدینی کا قول ہے کہ ان سے بڑھ کر رجال کا عالم میری نظر سے نہیں گزرا) کی تصریحات اس سلسلہ میں ابھی آپ کی نظر سے گزریں پھر اس امر کو نظر میں رکھئے کہ امام ابوحنیفہ کی نظر انتخاب نے چالیس ہزار احادیث کے مجموعہ سے چن کر اس کتاب کو مرتب کیا ہے۔ چنانچہ صدر الائمہ موفق بن احمد مکی، امام الائمہ بکر بن محمد زرنجری المتوفی ۵۱۲ھ کے حوالے سے جو بڑے پایہ کے محدث گزرے ہیں ناقل ہیں۔

وانتخب ابوحنیفه رحمته الله الأثار من اربعین الف حدیث

امام ابوحنیفہؒ نے ''کتاب الآثار'' کا انتخاب چالیس ہزار احادیث سے کیا ہے۔

(مناقب الامام الاعظم جلد ۱ ص نمبر ۹۵)

حافظ ابونعیم اصفہانی نے مسند ابی حنیفہ میں بہ سند متصل یحییٰ بن نصر بن حاجب کی زبانی نقل کیا ہے کہ:

دخلت علی ابی حنیفة فی بیت مملؤ کتبا فقلت ماھذہ قال ھذہ احادیث کلھا وما حدثت بہ الاالیسیر الذی منتفع بہ (عقود الجواہر المنیفہ جلد ۱ ص ۲۳)

میں ابوحنیفہ کے یہاں ایسے مکان میں داخل ہوا کہ جو کتابوں سے بھرا ہوا تھا میں نے دریافت کیا کہ یہ کیا کتابیں ہیں۔ فرمایا یہ سب حدیثیں ہیں اور میں نے ان میں سے صرف تھوڑی سی حدیثیں بیان کی ہیں جن سے انتفاع ہو۔

پھر یہ دیکھئے کہ بڑے بڑے محدثین نے امام ابوحنیفہ کی اس احتیاط کا کن لفظوں میں اعتراف کیا ہے۔ حافظ ابومحمد عبداللہ حارثی بسند متصل وکیع سے جو حدیث کے بہت بڑے امام ہیں نقل کرتے ہیں کہ:

اخبرنا القاسم بن عباد سمعت یوسف الصفاد یقول سمت وکیع یقول لقد وجد الورع من ابی حنیفة فی الحدیث مالم یوجد عن غیرہ

(مناقب صدر الائمہ جلد ۱ ص ۱۹۷)

جیسی احتیاط امام ابوحنیفہؒ سے حدیث میں پائی گئی کسی دوسرے سے نہیں پائی گئی۔

اسی طرح علی بن جعد جوہری سے جو حدیث کے بہت بڑے حافظ اور امام بخاری و ابوداؤد کے شیخ ہیں نقل کیا ہے کہ:

قال القاسم بن عباد فی حدیثه قال علی بن الجعد ابو حنیفة اذا جاء بالحدیث جاء بہ مثل الدر (جامع المسانید جلد ۲ ص ۳۰۸)

امام ابوحنیفہ ثقہ ہیں جو حدیث ان کو یاد ہوتی ہے وہی بیان کرتے ہیں اور جو حفظ نہیں ہوتی اس کو بیان نہیں کرتے۔

امام عبداللہ بن مبارک جن کی جلالت شان پر سارے محدثین کا اتفاق ہے۔انہوں نے امام ابوحنیفہ کی مدح میں جواشعار کہے ہیں ان میں ''کتاب الآ ثار'' کا ذکر اس طرح کیا ہے۔

روی اثاره فاجاب فیها کطیران الصقور من المنیقة

اُنہوں نے آثار کو روایت کیا تو اس سرعت سے رواں ہوئے جیسے بلندی سے شکاری پرندے اڑتے ہوں۔

فلم یك بالعراق له نظیر ولا بالمشرقین ولا بکوفة

سو نہ تو عراق میں ان کی نظیر تھی نہ مشرق و مغرب میں اور نہ کوفہ میں۔

اسی طرح امام اہل سمرقند ابو مقاتل سمرقندی اپنی ایک نظم میں جو اُنہوں نے امام ممدوح کی منقبت میں کہی ہے۔فرماتے ہیں۔

روی الاثار عن نبل ثقات غزار العلم مشیخة حصیفة

انہوں نے لآ ثار کو ان نبلاء ثقات سے روایت کیا ہے جو بڑے وسیع العلم اور سمجھ دار مشائخ تھے

(مناقب الاما الاعظم صدر الائمہ ج ۲ ص ۱۹۱)

اب خود سوچ لیجئے کہ ''کتاب الآ ثار'' کی روایات صحت کے کس اعلیٰ معیار پر ہیں۔

حسن ترتیب و استیعاب مباحث:

تاریخ و رجال کی کتابوں میں علم حدیث کے متعلق صحابہ و تابعین کے بہت سے نوشتوں اور صحیفوں کا ذکر ملتا ہے جو اس کثرت سے تھے کہ محدث ابو نعیم اصفہانی کی روایت کے مطابق امام ابوحنیفہؒ کا مکان ان سے بھرا ہوا تھا اور اگر چہ اس میں شک نہیں کہ کوفہ میں علم حدیث کا جس قدر تحریری سرمایہ تھا وہ سب امام ممدوح نے اپنے پاس جمع کر لیا تھا تاہم نہیں کہا جا سکتا کہ دوسرے بلادِ اسلامیہ میں اور کس قدر ذخیرہ موجود ہوگا لیکن اس کثرت کے باوجود ابھی تک حدیث نبوی کے جتنے صحیفے اور مجموعے لکھے گئے تھے ان کی ترتیب فنی نہ تھی بلکہ ان کے جامعین نے کیف ما اتفق جس قدر حدیثیں ان کو یاد تھیں انہیں قلمبند کر لیا تھا تمام امت میں امام ابوحنیفہؒ کو اس بارے میں شرف اوّلیت حاصل ہے کہ انہوں نے علم شریعت کو باقاعدہ

ابواب پر مرتب فرمایا اور اس خوبی وخوش اسلوبی سے مرتب فرمایا کہ آج تک سنن واحکام کی تمام کتابیں انہی کی فقہی ترتیب کے مطابق مرتب و مدون ہوتی چلی آ رہی ہیں۔ سب سے پہلے امام مالک نے موطا کی ترتیب میں امام ابوحنیفہ کا تتبع کیا اور بعد کو تمام ائمہ نے اسی طریقہ کو اختیار کرلیا۔ حسن قبول اسی کا نام ہے۔ **ذلك فضل الله يؤتيه من يشآء**

ایں سعادت بزور بازو نیست　　تانہ بخشد خدائے بخشندہ

علامہ سیوطی تحریر فرماتے ہیں:

من مناقب ابی حنیفة التی انفردبها انه اول من دون علم الشریعة ورتبه ابوابا ثم تبعه مالك بن انس فی ترتیب الموطا ولم یسبق اباحنیفة احد (تبیض الصحیفة فی مناقب الامام ابی حنیفہ صفحہ ۳۶)

امام ابوحنفیہ کے ان خصوصی مناقب میں سے جن میں دومنفرد ہیں ایک یہ بھی ہے کہ آپ ہی پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے علم شریعت کو مدون کیا اور اس ابواب پر ترتیب کی پھر امام مالک بن انس نے موطا کی ترتیب میں انہی کی پیروی کی اور اس امر میں امام ابوحنیفہ پر کسی کو فوقیت حاصل نہیں ہے۔

امام ابوبکر عتیق بن داؤد یمانی نے جن کا شمار متقدمین فقہا میں ہے اس سلسلہ میں اس امر کی طرف بھی توجہ دلائی ہے کہ

فاذا کان اللہ تعالیٰ قد ضمن لنبیه صلی الله علیه وسلم حفظ الشریعة وکان ابوحنیفة اول من دونها فیبعد ان یکون الله تعالی قد ضمنها ثم یکون اول من دونها علی خطا (مناقب صدر الائمہ جلد ۲ ص ۱۳۷)

جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی شریعت کے متعلق حفاظت کا ذمہ لیا ہے اور امام ابوحنیفہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اس کو مدون فرمایا تو اب یہ بعید ہے کہ اللہ تعالیٰ تو اس کی حفاظت کی ضمانت لے اور پھر اس کا پہلا مدون ہی غلط تدوین کر دے۔

قبولیت عام اور شہرت:

قبول عام اور شہرت دوام کا یہ حال ہے کہ امت مرحومہ کا سواد اعظم جس کی تعداد کا اندازہ دوثلث اہل اسلام کیا جاتا ہے فقہ میں جس مذہب کا پیرو ہے وہ مذہب حنفی ہے اور اس مذہب کے مسائل فقہ کی بنا اسی ''کتاب الآ ثار'' کی احادیث وروایات پر ہے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے ''قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین ''میں ''کتاب الآ ثار'' کو حنفیوں کی اُمہات کتب میں شمار کیا ہے اور تصریح کی ہے کہ:

''مسند ابی حنیفہ وآ ثار محمد بنائے فقہ حنفیہ است'' (فقہ حنفی کی بنا مسند ابی حنیفہ اور ''آ ثار محمد'' پر ہے۔) (قرۃ العینین ص ۱۷۱، ۱۸۵)

امام ابوحنیفہ کی تصانیف سے امام مالک کے استفادہ کا ذکر کتب تاریخ میں بصراحت مذکور ہے۔ قاضی ابوالعباس محمد بن عبداللہ بن ابی العوام اپنی کتاب ''اخبار ابی حنیفہ'' میں بسند ناقل ہیں۔

حدثنی یوسف بن احمد المکی ثنا محمد بن حازم الفقیه ثنا محمد بن علی الصائغ بمکة ثنا ابراهیم بن محمد عن الشافعی عن عبدالعزیز الدراوردی قال کان مالك بن انس ینظر فی کتب ابی حنیفة وینتفع بها

امام شافعی فرماتے ہیں کہ عبدالعزیز دراوردی کا بیان ہے کہ امام مالک بن انس، امام ابوحنیفہ کی تصانیف کا مطالعہ کرتے اور ان سے نفع اندوز ہوتے تھے۔

(تعلیقات الانتفأ فی فضائل الثلاثة الفقهأ کوثری ص ١٤)

خود امام شافعی نے تصریح کی ہے کہ:

من لم ینظر فی کتب ابی حنیفة لم یتبحر فی الفقه

جو شخص امام ابوحنیفہ کی تصانیف کو نہیں دیکھے گا فقہ میں متبحر نہیں ہوگا۔

(مناقب ابی حنیفه از صیمری)

ابومسلم مستملی نے ایک بار شیخ الاسلام یزید بن ہارون سے بغداد میں سوال کیا کہ:

یااباخالد ماتقول فی ابی حنیفة والنظر فی کتبه

اے ابوخالد ابوحنیفہ اوران کی تصانیف کے مطالعہ کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں:

شیخ الاسلام نے جواب دیا:

انظروا فیها ان کنتم تریدون ان تفقهوا

اگر تم فقیہ بننا چاہتے ہو توان کا مطالعہ کیا کرو۔ (تاریخ بغداد)

ایک اور موقع پر جب یزید بن ہارون حدیث کا درس دے رہے تھے طلباء کو خطاب کر کے فرمانے لگے۔

همتکم السماع والجمع لوکان همتکم العلم لطلبتم تفسیر الحدیث ومعانیه ونظرتم فی کتب ابی حنیفة واقواله فیفسر لکم الحدیث

تمہارا مقصد تو بس حدیث کا سننا اور جمع کر لینا ہے اگر علم تم لوگوں کا مقصد ہوتا تو حدیث کی تفسیر اور اس کے معانی کی تلاش رکھتے اور ابوحنیفہ کی تصانیف اوران کے اقوال میں غور کرتے تب حدیث کی تشریح تم پر کھلتی۔ (مناقب صدر الائمہ جلد ۲ ص ۴۸)

اور حافظ عبداللہ بن داؤد خریبی فرماتے ہیں:

من اراد ان یخرج من ذل العمی والجهل ویجده لذة الفقه فلینظر فی کتب ابی حنیفة

جو شخص چاہتا ہے کہ نابینائی اور جہالت کی ذلت سے نکلے اور فقہ کی لذت سے آشنا ہو اس کو چاہیے کہ ابوحنیفہ کی کتابیں دیکھے۔ (مناقب صیمری)

حافظ ابویعلی خلیلی نے ''کتاب الارشاد'' میں امام مزنی کے ترجمہ میں جو امام شافعی کے اجل تلامذہ میں سے شمار کئے جاتے ہیں۔ لکھا ہے کہ امام طحاوی، مزنی کے بھانجے تھے ایک بار محمد بن احمد شروطی نے ان سے دریافت کیا کہ:

لم خالفت خالك واخترت مذهب ابی حنیفة

آپ نے اپنے ماموں کے خلاف ابوحنیفہ کا مذہب کیوں اختیار کرلیا۔

امام طحاوی نے فرمایا:

لانی کنت اری خالی یدیم النظر فی کتب ابی حنیفة فلذلك انتقلت الیه
(تاریخ ابن خلکان ، ترجمه امام طحاوی)

اس لیے کہ میں اپنے ماموں کو دیکھا کرتا تھا کہ وہ ہمیشہ ابوحنیفہ کی کتابوں کا مطالعہ کرتے تھے لہٰذا میں نے بھی انہی کے مذہب کو اختیار کرلیا۔

یہ تھیں ائمہ فقہ وحدیث کی تصریحات اور یہ تھا ان کا طرز عمل امام ابوحنیفہ کی تصانیف کے بارے میں۔ اب ذرا اس پر بھی نظر ڈالیے کہ کتاب الآثار کی تصنیف نے اس فن کی تدوین پر کیا اثر ڈالا۔ روایات کی تبویب اور حسن ترتیب کے سلسلہ میں امام ابوحنیفہ نے جو طریقہ اختیار کیا تھا بعد کے تمام مؤلفین نے اسی کو قائم رکھا۔ ''موطا'' کی تریب اسی کو سامنے رکھ کر کی گئی۔ اسی طرح روایات کے انتخاب اور ان کی صحت کے بارے میں امام ابوحنیفہ نے جو معیار قائم کیا تھا بعد کے ارباب صحاح نے باوجود اختلاف ذوق کے اس کا پورا پورا خیال رکھا۔ روایت سے احتجاج کے باب میں امام ابوحنیفہ نے اپنا طرز عمل یہ بتلایا ہے:

انی اخذ بکتاب اللّٰه اذا وجدته فمالم اجده فیه اخذت بسنة رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم والآثار الصحاح عنه التی فشت فی ایدی الثقات

میں مسئلہ کو جب ''کتاب اللہ'' میں پاتا ہوں تو وہاں سے لیتا ہوں اور جو وہاں نہ ملے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت اور آپ کی ان صحیح احادیث سے لیتا ہوں کہ جو ثقات کے ہاتھوں شائع ہو چکی ہیں۔ (مناقب صیمری)

امام ابوسفیان ثوری نے آپ کے اس طرز عمل کی شہادت ان الفاظ میں دی ہے۔

یاخذ بما صح عنده من الاحادیث التی کان یحملها الثقات وبالأخر من فعل رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم

جو حدیثیں ان کے نزدیک صحیح ہوتی ہیں اور جن کو ثقات روایت کرتے چلے آتے ہیں اور

جوآنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری فعل ہوتا ہے۔اسی سے لیتے ہیں۔
(الانتقاء فی فضائل الائمہ الثلاثہ الفقہااز حافظ ابن عبدالبر ص ۱۳۲)

''کتاب الآثار'' میں امام ابوحنیفہ نے ان ہی ''آثار صحاح'' کوجن کی اشاعت ثقات کے ہاتھوں عمل میں آئی ہے جمع کر دیا ہے،امام ممدوح نے اس کتاب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری افعال وہدایات کوغباراوّل اور آثار صحابہ وتابعین کوغبار ثانی قرار دیا ہے۔
غور کیجئے بعینہ یہی طرز امام صاحب کے تتبع میں امام مالک نے ''موطا'' میں اختیار فرمایا ہے جو بقول شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ''اصل دام صحیحین است'' اس اعتبار سے ''کتاب الآثار'' صحیحین کی ''ام الام'' ہوئی۔شاہ صاحب موصوف نے ''عجالہ نافعہ'' میں یہ بھی لکھا ہے۔

صحیح بخاری وصحیح مسلم ہرچند در بسط وکثرت احادیث دہ چند ''موطا'' باشند لیکن طریق روایت احادیث وتمیز رجال وراہ اعتبار واستنباط از موطا آموختہ اند (عجالہ نافعہ ص ۵)

صحیح بخاری اور صحیح مسلم ہرچند کہ بسط وکثرت احادیث کے اعتبار سے موطا سے دس گنا ہیں۔لیکن روایت احادیث کا طریقہ رجال کی تمیز اور اعتبار واستنباط کا ڈھنگ موطا ہی سے سیکھا ہے۔

ادھر فقہا محدثین کا یہ عالم ہے کہ انہوں نے ترتیب مضامین تو درکنار اپنی تصنیفات کے نام تک تجویز کرنے میں اس کی ہم آہنگی کی، چنانچہ امام ثلجی نے اپنی کتاب کا نام ''تصحیح الآثار'' اور امام طحاوی نے ''معانی الآثار'' اور ''مشکل الآثار'' اور امام طبری نے ''تہذیب الآثار'' رکھا۔

بہرحال یہ ایک حقیقت ہے کہ ''کتاب الآثار'' سے پہلے حدیث کی کوئی کتاب ابواب پر مرتب نہ تھی۔''کتاب الآثار'' تصنیف ہوئی تو حدیث کی تبویب کا رواج ہوا اور چونکہ اس میں تبویب کے ساتھ ساتھ صحیح روایات کے درج کرنے کا التزام تھا اس لئے بعد کو ابواب پر تصنیف کیلئے ضروری سمجھا گیا کہ جہاں تک ہو سکے صحیح تر روایات درج کتاب کی جائیں۔
چنانچہ حافظ سیوطی ''تدریب الراوی'' میں لکھتے ہیں۔

ان المصنف علی الابواب انما یورد اصح ما فیہ لیصلح للاحتجاج

ابواب پر تصنیف کرنے والا اس مضمون کی صحیح تر روایت کو لاتا ہے جو استدلال کے لائق ہے۔ (تدریب الراوی ص ۵۶)

اس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ حسن ترتیب، جودت تالیف، صحت روایات اور ان کے انتخاب کے بارے میں ''کتاب الآثار'' نے بعد کی تصنیفات پر کتنا عمدہ اثر ڈالا ہے۔

کتاب الآثار کے نسخے:

موطا، صحیح بخاری، سنن نسائی، سنن ابی داؤد اور دیگر کتب حدیث کی طرح ''کتاب الآثار'' کے بھی متعدد نسخے ہیں جن میں روایات کی تعداد کے لحاظ سے بھی فرق ہے اور ابواب کی تقدیم و تاخیر کے اعتبار سے بھی چنانچہ بعض نسخوں میں بہت سی روایات ایسی ملتی ہیں۔ جو دوسرے نسخوں میں نہیں پائی جاتیں۔ اسی طرح کسی نسخے میں کوئی روایت کہیں مذکور ہے اور کسی میں کہیں۔ اس قسم کا اختلاف کتب مذکورہ میں بھی پایا جاتا ہے اور ایسا ہونا لازمی تھا۔ کیونکہ امام ابوحنیفہ کے تمام شاگردوں نے ''کتاب الآثار'' کو ایک ہی وقت میں امام موصوف سے حاصل نہیں کیا تھا۔ بلکہ مختلف شاگردوں نے مختلف اوقات میں اس کا سماع کیا تھا۔ اس زمانہ میں دستور تھا کہ استاد اپنے حفظ سے احادیث کا املا کراتا اور شاگرد اس کو لکھ لیا کرتے اس اختلاف اشخاص اور اختلاف اوقات کی بنا پر ناگزیر تھا کہ روایات کی تعداد اور ابواب کی تقدیم و تاخیر کسی میں کسی قدر اختلاف ضرور ہو۔ علاوہ ازیں نظر ثانی کے وقت اکثر اس میں اضافہ ہوتا رہتا تھا۔ چنانچہ امام عبداللہ بن مبارک جو امام ابوحنیفہ کے مشہور شاگرد ہیں۔ فرماتے ہیں۔

کتبت کتب ابی حنیفة غیر مرة کان یقع فیھا زیادات فاکتبھا

(مناقب صدر الائمہ جلد ۲ ص ۶۸)

میں نے امام ابوحنیفہ کی تصانیف کو کئی بار نقل کیا کیونکہ ان میں اضافے ہوتے رہتے اور

مجھے انہیں لکھنا پڑتا۔

محدثین نے ''کتاب الآ ثار'' کے جن نسخوں کا ذکر کیا ہے وہ حسب ذیل ہیں۔

۱. کتاب الاثار بروایت امام زفربن الهذیل (المتوفی ۱۵۸ھ)

ان کے نسخہ کا ذکر حافظ امیر بن ماکولا المتوفی ۴۷۵ھ نے اپنی مشہور کتاب ''الاکمال فی رفع الارتیاب عن المؤتلف والمختلف من الاسماء والکنے والانساب'' کے باب الحصینی والجصینی میں کیا ہے۔ چنانچہ محدث احمد بن بکر جصینی کے ترجمہ میں لکھتے ہیں کہ:

احمد بن بکر سیف ابوبکر الجصینی ثقة یمیل میل اهل النظر روی عن ابی وهب عن زفر بن الهذیل عن ابی حنیفة ''کتاب الآثار''

(احمد بن بکر بن سیف ابوبکر جصینی ثقہ ہیں اہل نظر یعنی فقہا، حنفیہ کی طرف میلان رکھتے ہیں اور امام ابوحنیفہ سے ''کتاب الآ ثار'' کو بواسطہ امام زفر بن الہذیل ان کے شاگرد ابووہب سے روایت کرتے ہیں۔

امام زفر کے اس نسخہ کا ذکر حافظ ابوسعد سمانی شافعی نے ''کتاب الانساب'' میں اور حافظ عبدالقادر قرشی حنفی نے ''الجواہر المضیہ فی طبقات الحنفیہ'' میں بھی کیا ہے۔

واضح رہے کہ امام زفر سے ''کتاب الآ ثار'' کی روایت ان کے تین شاگردوں نے کی ہے۔ ایک یہی ابووہب محمد بن مزاحم مروزی۔ دوسرے شداد بن حکیم بلخی جن کے نسخے سے ''جامع مسانید الامام اعظم للخوارزمی'' میں ''مسند حافظ ابن خسرو بلخی'' وغیرہ کے حوالہ سے بکثرت روایتیں منقول ہیں اور تیسرے حکم بن ایوب، پہلے دونسخوں کا ذکر محدث حاکم نیشا پوری نے بھی اپنی مشہور کتاب ''معرفۃ علوم الحدیث'' میں بایں الفاظ کیا ہے۔

نسخة لزفربن الهذیل الجعفی تفرد بهاعنه شداد بن حکیم البلخی و نسخة ایضاً الزفربن الهذیل الجعفی تفرد بها ابووهب محمد بن مزاحم المروزی عنه (معرفت علوم الحدیث ص ۱۶۴)

زفر بن ہذیل جعفی کا ایک نسخہ ہے جس کو ان سے صرف شداد بن حکیم بلخی روایت کرتے ہیں اور زفر ہی کا ایک اور نسخہ ہے جس کو ان سے صرف ابو وہب محمد بن مزاحم مروزی روایت کرتے ہیں۔

امام زفر کے تیسرے نسخہ کا ذکر حافظ ابوالشیخ بن حیسان نے اپنی کتاب طبقات المحد ثین باصبہان والواردین علیہا" میں احمد بن رستہ کے ترجمہ میں کیا ہے چنانچہ ان کی عبارت درج ذیل ہے۔

احمد بن رست بن بنت محمد بن المغیرہ کان عندہ السنن عن محمد عن الحکم بن ایوب عن زفر عن ابی حنیفۃ

احمد بن رستہ جو محمد بن المغیر ہ کے نواسے ہیں ان کے پاس "سنن" تھی جس کو وہ اپنے نانا محمد سے وہ حکم بن ایوب سے وہ زفر سے اور وہ اس کو امام ابوحنیفہ سے روایت کرتے تھے۔

حافظ ابوالشیخ نے یہاں "کتاب الآ ثار" کو "السنن" کے نام سے ذکر کیا ہے اور چونکہ وہ اس کتاب میں ہر راوی کے ترجمہ میں اس کی روایت سے ایک دو حدیثیں بھی ذکر کرتے ہیں۔ اس لئے اپنے معمول کے مطابق اس نسخہ سے بھی دو حدیثیں درج کتاب کی ہیں اسی طرح حافظ ابونعیم اصفہانی نے بھی "تاریخ اصبہان" میں اس نسخہ کی روایتیں نقل کی ہیں۔ امام طبرانی کی "المعجم الصغیر" میں بھی اس نسخہ کی ایک روایت موجود ہے۔

۲۔ کتاب الاثار بروایت امام ابو یوسف المتوفی ۱۸۲ھ اس نسخہ کا ذکر حافظ عبدالقادر قرشی نے "الجواہر المضیہ فی طبقات الحنفیہ" میں کیا ہے چنانچہ امام یوسف بن ابی یوسف کے ترجمہ میں رقمطراز ہیں۔

روی کتاب الاثار "عن ابیہ عن ابی حنیفۃ وھو مجلد ضخم

یہ اپنے والد کی سند سے امام ابوحنیفہ سے "کتاب الآ ثار" کی روایت کرتے ہیں جو ایک ضخیم جلد میں ہے۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے مولانا ابوالوفا افغانی صدر "مجلس احیاء المعارف النعمانیہ حیدر آباد دکن" کو کہ انہوں نے بڑی تلاش اور کوشش سے اس نسخہ کو فراہم کر کے تصحیح وتحشیہ کے اہتمام کے ساتھ نہایت عمدہ کاغذ پر ۱۳۵۵ھ میں مصر میں سے طبع کرا کر شائع کیا۔ (اب یہ کتاب ترجمہ کے ساتھ ۲ جلدوں میں شائع ہو چکی ہے (مشتاق)

امام ابو یوسف سے بھی "کتاب الآثار" کے اس نسخہ کو دو شخص روایت کرتے ہیں ایک یہی ان کے صاحبزادے امام ابو یوسف مذکور اور دوسرے عمرو بن ابی عمرو، محدث خوارزمی نے عمرو کی روایت کو "جامع المسانید" میں نسخہ ابی یوسف سے موسوم کیا ہے اور اس کتاب کے باب ثانی میں اس نسخہ کی اسناد بھی امام ابو یوسف تک نقل کر دی ہے۔

۳۔ کتاب الآثار بروایت امام محمد بن حسن شیبانی المتوفی ۱۸۹ھ ان کا نسخہ "کتاب الآثار" کے تمام نسخوں میں متداول ترین مشہور ترین اور مقبول ترین ہے اور اسی کے بارے میں حافظ ابن حجر عسقلانی نے "تعجیل المنفعہ بزوائد رجال الائمۃ الاربعۃ" کے مقدمہ میں یہ لکھا ہے کہ

والموجود من حديث ابی حنيفة مفرداانما هو كتاب الاثار التی رواها محمد بن الحسن عنه

حدیث میں امام ابوحنیفہ کی مستقل کتاب موجود ہے وہ "کتاب الآثار" ہے جس کو امام محمد بن حسن نے ان سے روایت کیا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس نسخے میں جن راویوں سے حدیثیں لی ہیں ان کے حالات میں دو اہم کتابیں لکھی ہیں پہلی تصنیف جو مستقل طور پر رجال "کتاب الآثار" سے متعلق ہے اس کا نام "الایثار بمعرفۃ رواۃ الآثار" ہے۔ اس کتاب کا قلمی نسخہ میرے پاس بھی موجود ہے (حافظ ابن حجر کی یہ کتاب شائع ہو چکی ہے۔ مشتاق) دوسری کتاب "یہی تعجیل المنفعہ" ہے جس میں حافظ صاحب موصوف نے صرف ان رواۃ حدیث کا تذکرہ لکھا ہے کہ جن سے ائمہ اربعہ امام اعظم، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل نے اپنی اپنی تصانیف میں

حدیثیں نقل کی ہیں مگر صحاح ستہ میں ان کے سلسلہ سے کوئی حدیث مروی نہیں ہے چنانچہ اسی ذیل میں انہوں نے "تعجیل المنفعہ" میں "کتاب الآ ثار" امام محمد کے زوائد رجال کو بھی جمع کر دیا ہے۔ محدث سخاوی نے "الاعلان بالتوبیخ فی من ذم التاریخ" (بعض کتابوں میں اس طرح بھی لکھا ہوا ہے "الاعلان بالتوبیخ لمن ذم اھل التواریخ" میں لکھا ہے کہ حافظ زین الدین قاسم بن قطلو بغا المتوفی ۸۷۹ھ نے بھی "رجال کتاب الآ ثار" امام محمد پر ایک مستقل کتاب تصنیف کی ہے ملا کاتب چلپی نے "کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون" میں "کتاب الآ ثار امام محمد" پر امام طحاوی کی شرح کا بھی ذکر کیا ہے اور شمس الائمہ سرخسی نے بھی "مبسوط" میں "کتاب الآ ثار" کے متعلق خود امام محمد کی شرح کا حوالہ دیا ہے۔ اور علامہ تقی الدین احمد بن علی مقریزی نے "العقود فی تاریخ العہود" میں حافظ قاسم بن قطلو بغا کی تصنیفات میں ان کی ایک کتاب "التعلیق علے کتاب الآ ثار" کا بھی ذکر کیا ہے جو رجال "کتاب الآ ثار" کے علاوہ ہے اسی طرح علامہ مرادی نے بھی "سلک الدرر فی اعیان القرن الثانی عشر" میں "شیخ ابوالفضل نورالدین علی بن مراد موصلی عمری شافعی المتوفے ۱۱۴۷ھ کے ترجمہ میں ان کی "شرح کتاب الآ ثار" امام محمد کا ذکر کیا ہے خود ہم نے (مولانا عبدالرشید نعمانی) اس کے رجال پر مستقل کتاب لکھی ہے اور اس نسخہ کی احادیث کو مسانید صحابہ پر مرتب کیا ہے۔ حال میں مولانا مفتی مہدی حسن شاہجہان پوری نے بھی اس پر دو ضخیم جلدوں میں ایک مبسوط و محققانہ شرح لکھی ہے جس کے بارے میں مولانا ابوالوفا افغانی نے شرحا حسنا لم یر مثلہ (ایسی عمدہ شرح کہ جس کی نظیر دیکھنے میں نہیں آئی) کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔

امام محمد سے بھی اس نسخہ کو ان کے متعدد شاگردوں نے روایت کیا ہے مطبوعہ نسخہ امام ابوحفص کبیر اور امام ابوسلیمان جوزجانی کا روایت کردہ ہے ان دونوں بزرگوں کے علاوہ امام ممدوح کے ایک اور شاگرد عمرو بن ابی عمرو بھی ان سے اس کتاب کی روایت کرتے ہیں اور

محدث خوارزمی نے ''جامع المسانید'' میں اسی کو نسخہ امام محمد سے موسوم کیا ہے غالباً اس نسخہ میں فتاویٰ تابعین کو ذکر نہیں کیا گیا بلکہ صرف احادیث ہی درج ہیں اور شاید اسی بنا پر اس کو ''مسند ابی حنیفہ'' کہا جاتا ہے۔

امام ابوحفص کبیر اور امام ابوسلیمان جوزجانی چونکہ فقہ حنفی کے ارکان نقل ہیں۔ اس لئے کتاب الآثار کے تمام نسخوں میں ان ہی حضرات کی روایت کو زیادہ فروغ ہوا۔

۴۔ کتاب الاثار بروایت امام حسن بن زیاد لؤلؤی

المتوفی ۲۰۴ھ اس نسخہ کا ذکر حافظ بن حجر عسقلانی نے ''لسان المیزان'' میں کیا ہے۔ چنانچہ محدث بن ابراہیم جبیش بغوی کے تذکرہ میں لکھتے ہیں۔

محمد بن ابراهيم بن حبيش البغوى روى عن محمد شجاع الثلجى عن الحسن بن زياد عن ابى حنيفة "كتاب الاثار"

محمد بن ابراہیم بن جیش بغوی، محمد بن شجاع ثلجی سے وہ امام حسن بن زیادہ سے اور وہ امام ابوحنیفہ سے ''کتاب الآثار'' کو روایت کرتے ہیں۔

حافظ ابن القیم کی ''اعلام الموقعین'' کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ نسخہ ان کے بھی پیش نظر تھا۔ چنانچہ انہوں نے اس نسخہ سے حسب ذیل حدیث نقل کی ہے۔

قال الحسن بن زياده اللؤلؤى ثنا ابو حنيفة قال كنا عند محارب بن دثار وكان متكئا فاستوى جالسا ثم قال سمعت ابن عمر يقول سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول لياتين على الناس يوم تشيب فيه الولدان وتضع الحوامل مافى بطونها (الحديث)(اعلام الموقعين ج ۱ ص ۴۳)

محدث علی بن عبدالمحسن دوالیبی حنبلی نے اپنے ''ثبت'' میں اس نسخہ سے ساٹھ حدیثیں نقل کی ہیں۔ جن کو محدث ناقد شیخ محمد زاہد کوثری حنفی نے اپنی مشہور تصنیف ''الامتاع بسیرة الامامین الحسن بن زیاد وصاحبہ محمد بن شجاع'' میں بہ تمام وکمال نقل کر دیا ہے۔

محدث خوارزمی نے ''جامع مسانید'' میں اس نسخہ کو ''مسند ابی حنیفہ للحسن بن زیاد'' سے موسوم کیا ہے اور کتاب مذکور کے باب ثانی میں اس نسخہ کی اسناد بھی امام لولوی تک نقل کر دی ہے خوارزمی کے علاوہ دیگر محدثین بھی اس کو ''مسند ابی حنیفہ'' ہی کے نام سے روایت کرتے ہیں۔ خود حافظ ابن حجر عسقلانی کی مرویات میں بھی یہ نسخہ موجود تھا۔ اس نسخہ کی اسانید و اجازت کو محدث علی بن عبدالمحسن الدوالیبی الجنلی نے اپنے ''ثبت'' میں اور حافظ ابن طوطون حنفی نے ''الفہرست الاوسط'' میں اور حافظ محمد بن یوسف دمشقی شافعی مصنف ''سیرۃ شامیہ'' نے ''عقود الجمان'' میں اور محدث ایوب خلوتی حنفی نے اپنے ''ثبت'' میں اور خاتمہ الحفاظ ملا محمد عابد سندھی نے ''حصر الشارد فی اسانید الشیخ محمد عابد'' میں تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے اور علامہ محدث محمد زاہد کوثری نے ان سب کو ''الامتناع'' میں نقل کر دیا ہے۔ جو ۱۳۶۸ میں مصر سے چھپ کر شائع ہو چکی ہے۔

ان حضرات کے علاوہ خود حضرت امام کے صاحبزادے الامام حماد بن ابی حنیفہ المونی ۱۷۰ھ اور مشہور محدث محمد بن خالد الوہبی التوفی قبل ۱۹۰ھ کی روایت سے بھی ''کتاب الآثار'' کے نسخے مروی ہیں۔ چنانچہ ''جامع مسانید'' میں محدث خوارزمی نے ان دونوں نسخوں سے حدیثوں کی روایت کی ہے اور کتاب مذکور کے باب ثانی میں اپنی اسناد بھی ان دونوں حضرات تک نقل کر دی ہے۔ خوارزمی نے ان دونوں نسخوں کا ذکر بھی ''مسند ابی حنیفہ'' ہی کے نام سے کیا ہے۔

یہ ملحوظ خاطر رہے کہ چونکہ محدث خوارزمی نے ان نسخوں کو ''مسند'' کہا ہے اس لئے بعد کے اکثر مصنفین بھی ان کو مسند ہی کے نام سے ذکر کرنے لگے۔ متقدمین کا دستور ہے کہ وہ ایک کتاب کو متعدد ناموں سے ذکر کر دیا کرتے ہیں مثلاً دارمی کی تصنیف کو ''مسند دارمی'' بھی کہتے ہیں اور ''سنن دارمی'' بھی یا ترمذی کی کتاب کو سنن بھی کہتے ہیں اور جامع بھی اسی طرح ''کتاب الآثار'' کے ان نسخوں کو کبھی علماء نے ''مسند'' کے نام سے ذکر کیا ہے اور کبھی ''سنن'' کے نام سے اور کبھی ''کتاب الآثار'' کے نام سے اور کبھی صرف نسخہ ہی لکھ دیا ہے لیکن امام

ابوحنیفہ کے مجموعہ حدیث کا اصل نام جس کو خود امام ممدوح نے مرتب فرمایا تھا۔ ''کتاب الآثار'' ہی ہے۔ ملک العلماء امام علاؤ الدین کاشانی نے بھی ''بدائع الصنائع'' میں اس کا ذکر ''آثار ابی حنیفہ'' ہی کے نام سے کیا ہے۔(بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع ج ۱ ص ۲۲۰)

شیخ محمد سعید سنبل نے لکھا ہے کہ چونکہ ''کتاب الآثار'' امام محمد میں تابعین۔ سے زیادہ روایتیں منقول ہیں اس بنا پر خود انہوں نے اس کا نام ''الآثار'' رکھا ہے۔ لیکن شیخ صاحب کو شاید معلوم نہیں کہ تابعی کے قول کو ''اثر'' سے تعبیر کرنا متاخرین کی اصطلاح ہے متقدمین کے یہاں اثر کا اطلاق موقوف مرفوع سب پر ہوتا تھا۔ خود امام محمد نے بھی ''کتاب الآثار'' اور ''موطا'' میں اس لفظ کو اس کے عام معنی میں ہی استعمال کیا ہے۔ ہاں اس کتاب کے جن نسخوں کو علماء نے ''مسند'' سے موسوم کیا ہے وہ اسی بنا پر کیا ہے کہ ان نسخوں میں مرفوع حدیثیں زیادہ ہیں اور چونکہ ''کتاب الآثار'' کا موضوع احادیث احکام یعنی سنن ہیں اس بنا پر بعض محدثین نے اس نام سے بھی اس کا ذکر کر دیا ہے۔

مذکورہ بالا چھ حضرات کے علاوہ کہ جن کے ذریعہ سے ''کتاب الآثار'' کا سلسلہ امت میں باقی رہا کتب تاریخ میں اور جن محدثین کے متعلق یہ پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے امام ابوحنیفہ سے اس کتاب کا سماع کیا ہے۔ وہ یہ ہیں۔

۱۔ امام عبداللہ بن المبارک جن کی تصریح سابق میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ ''میں امام ابوحنیفہ کی کتابوں کو کئی دفعہ لکھا ہے اور محدث خطیب بغدادی نے ''تاریخ بغداد'' میں حمیدی شیخ بخاری کی زبانی نقل کیا ہے کہ:

سمعت عبدالله بن المبارك يقول كتبت عن ابى حنيفة اربعمائة حديث

میں نے عبداللہ بن مبارک کو یہ کہتے سنا کہ امام ابوحنیفہ سے میں نے چار سو حدیثیں لکھی ہیں۔

۲۔ امام حفص بن غیاث ان سے حافظ حارثی نے بسند نقل کیا ہے کہ:

سمعت من ابى حنيفة كتبه و اثاره (مناقب الامام الاعظم جلد۲ ص ۴۰)

میں نے امام ابوحنیفہ سے ان کی کتابوں کو اور ان کے آثار کو سنا ہے۔

۳۔ **شیخ الاسلام عبداللہ بن یزید مقری** ان کے بارے میں علامہ کردری لکھتے ہیں:

سمع من الامام تسعمائة حدیث (مناقب امام اعظم کردری ج ۲ ص ۲۳)

انہوں نے امام ابوحنیفہ سے نوسو حدیثیں سُنی ہیں۔

۴۔ **امام وکیع بن الجراح**۔ ان کے متعلق حافظ ابن عبدالبر ''جامع بیان العلم'' میں سید الحفاظ یحییٰ بن معین سے ناقل ہیں کہ:

مارأیت احدا اقدمه علی وکیع وکان یفتی برای ابی حنیفة وکان یحفظ حدیثه کله وکان قد سمع من ابی حنیفة حدیثا کثیرا

(جامع بیان العلم ج۲ : ص۱۴۹)

میں نے کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا کہ جسے وکیع پر مقدم کروں اور وہ ابوحنیفہ کے قول پر فتویٰ دیتے تھے اور ان کی حدیثیں ساری انہیں حفظ تھیں اور انہوں نے امام ابوحنیفہ سے بہت حدیثیں سُنی تھیں۔

۵۔ **حماد بن زید**، (یہی حافظ ابن عبدالبر، ''**الانتقاء فی فضائل الائمة الثلثه الفقهاء**'' میں رقمطراز ہیں۔

وروی حماد بن زید عن ابی حنیفة احادیث کثیره (الانتقاء ص۱۳۰)

حماد بن زید نے امام ابوحنیفہ سے بہت سی حدیثیں روایت کی ہیں۔

۶۔ **خالد الواسطی**، ان کے بارے میں بھی ابن عبدالبر نے الانتقاء میں یہی تصریح کی ہے۔ **وروی عنه خالد الواسطی احادیث کثیرة** (واضح رہے کہ حافظ ابن عبدالبر کے نزدیک احادیث ''کثیرة'' کی تعداد کم از کم اتنی ہے جتنی کہ موطا کی روایات ہیں۔ کیونکہ انہوں امام محمد کے تذکرہ میں بھی یہی الفاظ لکھے ہیں۔ **کتب عن مالك کثیرا من حدیث** حالانکہ امام محمد نے امام مالک سے پوری ''موطا'' کا سماع کیا ہے۔)

۷۔اسد بن عمرو (محدث صیمری نے ابونعیم فضل بن دکین سے بسند ان کے متعلق تصریح نقل کی ہے کہ:

اول من کتب کتب ابی حنیفة اسد بن عمرو.

(الجواهر المضیه ترجمه اسد بن عمرو)

اسد بن عمرو پہلے شخص ہیں جنہوں نے امام ابوحنیفہ کی کتابوں کو لکھا ہے۔

یہ وہ تیرہ ارکان نقل ہیں کہ جن میں سے ہر ایک علم فقہ وحدیث کا آفتاب و ماہتاب ہے۔ یاد رہے بجز موطا امام مالک کے اور کسی کتاب کے راوی اس قدر جلالت علمی کے حامل نہیں ہیں۔ یہ بھی خیال رہے کہ یہ صرف ان لوگوں کا ذکر ہے جنہوں نے امام ابوحنیفہ سے اس کتاب کو سنا ہے ورنہ امام ممدوح سے روایت حدیث کا سلسلہ تو اتنا وسیع ہے کہ بقول حافظ ذہبی روی عنه من المحدثین و الفقهأ عدة لا یحصون ان سے محدثین اور فقہا کی اتنی بڑی تعداد نے حدیثیں روایت کی ہیں کہ جن کا شمار نہیں ہوسکتا۔

☆......☆......☆

حالات امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

نام:

آپ کا نام نعمان ہے۔ ابوحنیفہ کنیت ہے اور امام اعظم لقب ہے۔ والد کا نام ثابت اور دادا کا نام زوطی ہے۔ آپ کا نسب نامہ اس طرح ہے۔

نسب نامہ:

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت بن زوطی بن مرزبان بن ثابت بن قیس بن یزدجرد بن شہریار بن پرویز بن ھرمز بن نوشیروان عادل بن قباد بن فیروز بن یزدجرد بن نور بھرام بن بزدجرد بن کرمانسا بن شاپور بن ھرمر بن نرسی بن بھرام بن بھرام بن ھرمر بن شاپور بن اردیشۃً بن بالک بن سامان بن بابک بن سائسان بن بابک بن مہرس بن ساسان بن بھمن بن اسفندیار بن بشپاشپ بن لھراسپ بن کیوجی بن کینموش بن کیفاشین بن کیبیہ بن کیقباد بن زانج بن طھماسپ بن کانجو بن زاب بن ارفس بن ہراسف بن وندنج بن ارنج بن بودجوس بن میسو بن نودر بن میوجھر بن ایرج بن اقریدون بن اشفیان بن جمشید بن طھمورت بن مھلائیل بن قینان بن انوش بن شیث علیہ السلام بن آدم علیہ السلام۔

(مراۃ الانساب صفحہ ۱۳۷ تا ۱۳۸ مصنف محمد غیاء الدین احمد العلوی امروہی تاریخ طباعت ۳۰ اپریل ۱۹۱۷)

خاندان و وطن:

آپ کے دادا ''زوطی'' ملک فارس کے رہنے والے اور مذہباً پارسی تھے۔ اسلام جو بڑی سرعت کے ساتھ پھیلتا جارہا تھا۔ ملک فارس پر بھی اثر انداز ہوا۔ بہت سے خاندان اسلام کی

برکتوں سے مستفیض ہوئے۔ زوطی جو بڑی گہری نظروں سے اسلام کا مطالعہ کررہے تھے، مسلمان ہوگئے اسلام لانے کے بعد خاندان کے کچھ افراد نے آپ کو چین سے بیٹھنے نہیں دیا ۔آخر آپ ترک وطن کے خیال سے ۳۷ھ میں اپنی بیوی اور نقد سرمایہ کے ساتھ مکہ معظّمہ کی طرف روانہ ہوگئے۔ راستہ میں بہت سے اسلامی شہروں سے گزرے اور اسلام اور خلفاء اسلام کے متعلق اپنی معلومات میں اضافہ کرتے رہے۔

کوفہ میں رہائش:

کوفہ پہنچ کر اسلام کی عظمت وجلالت کا پورا نقشہ سامنے آ گیا۔ کیونکہ جناب علی رضی اللہ عنہ خلیفہ تھے اور کوفہ کو دار الخلافہ ہونے کا شرف حاصل تھا۔ زوطی نے فیصلہ کرلیا کہ ہم کو یہیں رہنا ہے۔ آخر مستقل سکونت اختیار کرلی۔ گزر اوقات کے لئے کپڑے کی تجارت کا سلسلہ شروع کردیا۔

آپ کے دادا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ:

زوطی کبھی کبھی جناب علی رضی اللہ عنہ کے دربار میں حاضر ہوتے اور خلوصِ عقیدت کے ساتھ آداب بجالاتے۔ ایک مرتبہ ''نوروز'' کے دن جو پارسیوں کی عید کا دن ہے۔ زوطی کچھ فالودہ نذر کے لئے جناب علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لے گئے۔ جناب علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا۔ کیا ہے؟ کہنے لگے۔ ''نوروز کا فالودہ ہے۔'' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا۔ نوروزنا کل یوم (''ہمارے یہاں ہر روز نوروز ہے۔''

۴۰ ہجری کے اوائل میں زوطی کے یہاں ایک لڑکا پیدا ہوا۔ جس کا نام باپ نے ثابت رکھا۔ پھر بچہ کو حصول برکت کیلئے جناب علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دست شفقت اور دعائے خیر کے ساتھ رخصت کیا۔

ثابت کا بچپن اپنے باپ کی گود میں گزرا۔ مگر عنفوان شباب میں سایہ پدری سے محروم ہوگئے۔ تجارت کا سلسلہ باپ سے ورثہ میں ملا تھا زندگی آرام سے گزرتی رہی۔

تاریخ ولادت:

آپ کے والد نے کب شادی کی؟ اور کس خاندان میں کی؟ تاریخ اس سلسلہ میں خاموش ہے۔ البتہ اتنا ضرور پتہ چلتا ہے کہ ۴۰ سال کی عمر میں خدا نے ثابت کو ایک فرزند عطا کیا۔ والدین نے نعمان نام رکھا۔ آگے چل کر اس بچہ نے ابوحنیفہ کی کنیت اختیار کر لی اور امام اعظم کے لقب سے پکارا گیا۔ یہ ۸۰ ہجری کا واقعہ ہے۔

عہد:

یہ وہ زمانہ تھا جبکہ عبدالملک ابن مروان خلیفہ تھا۔ اور حجاج بن یوسف عراق کا گورنر تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا سے تشریف لے گئے ہوئے اگرچہ ۷۰ سال کے قریب ہو چکے تھے مگر پھر بھی کئی صحابہ کرام حیات تھے۔ جن میں سے بعض یہ ہیں۔

۱۔	حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ	متوفی ۹۳ھ
۲۔	حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ	متوفی ۸۷ھ
۳۔	حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ	متوفی ۸۸ھ
۴۔	حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ	متوفی ۱۱۰ھ
۵۔	حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ	متوفی ۸۵ھ
۶۔	حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ	متوفی ۸۷ھ
۷۔	حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ	متوفی ۸۶ھ
۸۔	حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ	متوفی ۸۵ھ
۹۔	حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ	متوفی ۸۸ھ یا ۹۶
۱۰۔	حضرت بسر بن ارطاۃ رضی اللہ عنہ	متوفی ۸۶ھ
۱۱۔	حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء رضی اللہ عنہ	متوفی ۸۵ھ یا ۸۷ھ یا ۸۸ھ یا ۹۹ھ
۱۲۔	حضرت عتبہ بن عبدالسلمی رضی اللہ عنہ	متوفی ۸۷ھ یا ۹۰ھ

۱۳۔	حضرت اسعد بن سہل رضی اللہ عنہ	متوفی ۱۰۰ھ
۱۴۔	حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ	متوفی ۹۱ھ
۱۵۔	حضرت طارق بن شہاب بجلی کوفی رضی اللہ عنہ	متوفی ۸۲ھ یا ۸۳ھ
۱۶۔	حضرت عبداللہ بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ	متوفی ۸۷ھ یا ۸۹ھ
۱۷۔	حضرت عبداللہ بن حارث بن نوفل رضی اللہ عنہ	متوفی ۹۹ھ
۱۸۔	حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ	متوفی ۸۳ھ
۱۹۔	حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ	متوفی ۹۴ھ
۲۰۔	حضرت محمود بن لبید رضی اللہ عنہ	متوفی ۹۶ھ
۲۱۔	حضرت مالک بن اوس رضی اللہ عنہ	متوفی ۹۲ھ
۲۲۔	حضرت قبیصہ بن ذویب رضی اللہ عنہ	متوفی ھ

(بحوالہ امام اعظم ابوحنیفہ ص ۴۴، ۴۵، از مفتی عزیز الرحمٰن بجنوری)

کنیت:

اس موقعہ پر یہ بتا دینا ضروری ہے کہ امام صاحب کی کنیت جو نام سے زیادہ مشہور ہے حقیقی کنیت نہیں ہے بلکہ وصفی معنے کے اعتبار سے ہے۔ قرآن مجید میں خدا نے مسلمانوں سے خطاب کر کے فرمایا ہے۔ فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرَاهِيْمَ حَنِيْفًا (یعنی ابراہیم کے طریقہ کی پیروی کرو جو خدا کے راستہ پر چلتے تھے۔ امام صاحب نے اسی نسبت سے اپنے لئے ابوحنیفہ کنیت اختیار کی۔

تعلیم اور ذریعہ معاش:

امام ابوحنیفہؒ نے ابتدائی تعلیم اپنے گھر پر حاصل کی۔ جب کچھ ہوشیار ہوئے تو والد کے ساتھ دوکان پر بیٹھنے لگے۔ ابھی ۱۶ سال کی عمر تھی کہ والد کا انتقال ہو گیا۔ اور امام ابوحنیفہ تمام کاروبار خود ہی سنبھالنے لگے۔ طبیعت کے بہت ذہین اور محنتی تھے اس لئے بہت جلد کاروبار

میں نمایاں ترقی کرلی۔ دوکان کے ساتھ ایک کپڑے کا کارخانہ بھی قائم کرلیا اور زندگی بڑے آرام سے گزرنے لگی۔

امام صاحب کی والدہ بہت دن تک زندہ رہیں۔ بہت عابدہ اور علماء کی طرف سے خوش عقیدہ تھیں اکثر علماء کے وعظ پردہ میں بیٹھ کر سنتی تھیں۔ اس لئے اسلامی معلومات بھی بہت اچھی تھی۔ امام صاحب کا فطری رُجحان بھی علم کی طرف تھا۔ مگر ماں کی مذہب دوستی نے اس رجحان کو اور بھی تیز کردیا۔

آپ کے زمانہ کے سیاسی حالات:

۸۶ھ میں خلیفہ عبدالملک کا انتقال ہوا تو اس کا بیٹا ولید تخت پر بیٹھا۔ مگر حجاج کی خونریزی اور سفاکی بدستور چلتی رہی۔ آخر ۹۵ھ میں حجاج بھی مرگیا۔ اور ۹۶ھ میں ولید نے بھی انتقال کیا اور ملک کی خوش قسمتی سے ایک نیا دور شروع ہوا یعنی سلیمان ابن عبدالملک مسند خلافت پر متمکن ہوا۔ سلیمان بہت علم دوست اور نیک دل خلیفہ تھا۔ تخت خلافت پر بیٹھتے ہی تمام ملک میں امن وامان کو بحال کرنے اور درس وتدریس کے سلسلہ کو بڑھانے کی کوششیں شروع کردیں۔ اس کے ساتھ ہی سلیمان نے اسلامی دنیا پر ایک اور بھی احسان کیا، کہ عمر ابن عبدالعزیز کو اپنا مشیر خاص مقرر کیا، سلیمان کی زندگی نے زیادہ وفا نہیں کی۔ اور ۹۹ھ میں عمر ابن عبدالعزیز کو اپنے بعد خلیفہ بنانے کی وصیت کرکے اس جہان سے رخصت ہوگیا۔

عمر ابن عبدالعزیز نے حکومت کا رنگ بدل دیا۔ اور تمام ملک میں عدل وانصاف اور علم وعمل کی ایک نئی رُوح پھونک دی۔ خاندان بنی اُمیہ کے بہت سے عیش پسند شہزادوں کی جاگیریں ضبط کرلیں اور تمام ملک میں ظالم حکام کو معزول کرکے ان کی جگہ دوسروں لوگوں کو مقرر کیا۔

سب سے زیادہ یہ کہ علوم مذہبی کو وہ رونق بخشی، کہ گھر گھر علم کے چرچے ہونے لگے۔

امام ابوحنیفہ کو ولید اور حجاج کے زمانہ تک تحصیل علم کا کوئی خیال نہیں پیدا ہوا۔ البتہ عمر ابن

عبدالعزیز کے زمانہ میں یہ دبا ہوا شوق اُبھرا۔ اور جبکہ آپ کسی کام کو جا رہے تھے۔ راستہ میں کوفہ کے مشہور عالم اور قاضی علامہ شعبی سے ملاقات ہوگئی۔ پوچھا۔ میاں صاحبزادے کہاں جا رہے ہو؟ کہنے لگے۔ ''فلاں سوداگر کے پاس جا رہا ہوں۔'' علامہ شعبی نے کہا۔ ''بھائی! میرا پوچھنے سے مطلب یہ تھا کہ تم کس سے پڑھتے ہو؟ ابوحنیفہ نے بڑے افسوس کے ساتھ جواب دیا کہ میں کسی سے نہیں پڑھتا ہوں۔ علامہ شعبی نے محبت آمیز لہجہ میں فرمایا۔ مجھ کو تم میں قابلیت کے جوہر نظر آتے ہیں۔ تم علماء کی صحبت میں بیٹھا کرو۔ اس نصیحت نے امام ابوحنیفہ ؒ کے دل پر بڑا گہرا اثر کیا۔ گھر آئے اور والدہ سے تمام ماجرا بیان کیا اور تحصیل علم کے لئے کسی مدرسہ میں جانے کی اجازت مانگی۔ والدہ پہلے ہی سے علم اور اہل علم کی دلدادہ تھیں اس خیال کو سن کر بہت خوش ہوئیں۔ اور اجازت دے دی۔ امام صاحب جو ابتدائی مذہبی تعلیم اپنے گھر پر حاصل کر چکے تھے۔ استاد کی تلاش کرنے لگے، کہ حدیث وفقہ کا علم حاصل کیا جائے۔

امام حماد بن ابی سلیمان کی خدمت میں:

اس زمانہ میں جناب حماد کوفہ کے مشہور عالم اور اُستاد وقت تھے۔ بہت خوشحال تھے اور حدیث وفقہ سے گہری دلچسپی رکھتے تھے۔ حماد ایک مدرسہ میں پڑھاتے تھے۔ جو کوفہ کا سب سے بڑا اور مشہور مدرسہ سمجھا جاتا تھا۔ حضرت حمادؒ بڑی پابندی اور دلجمعی سے مدرسہ میں بیٹھتے اور تشنہ لبان علوم کو درس دیتے تھے۔

امام ابوحنیفہؒ نے شاگردی کیلئے حضرت حمادؒ ہی کا انتخاب کیا۔ خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی خواہش کا اظہار کیا۔ استاد نے اجازت دے دی۔ اور امام ابوحنیفہ درس میں بڑے انہماک اور پابندی سے بیٹھنے لگے۔ قابل اُستاد نے چند ہی دن کے بعد معلوم کرلیا کہ تمام حلقہ درس میں ابوحنیفہؒ کے حافظہ اور ذہانت کا کوئی شخص نہیں ہے۔ لہٰذا حکم ہوا۔ کہ ابوحنیفہ سب سے آگے بیٹھا کریں۔ امام ابوحنیفہ کامل دو برس تک جناب حماد کے درس میں شریک ہوئے اور پوری توجہ سے فقہ کی تعلیم حاصل کی۔

ذہانت:

اس مختصر سے زمانہ میں امام صاحب نے اپنی غیر معمولی ذہانت طبع کے باعث تمام حلقہ درس میں ایک خاص مقام حاصل کرلیا اور استاد کی توجہ کا مرکز بن گئے ۔ خود امام صاحب فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میرے استاد جناب حماد کو دو ماہ کے لئے بصرہ جانے کا اتفاق ہوا اور مجھ کو اپنا جانشین بنا گئے اس عرصہ میں طلباء کے علاوہ اور بھی بہت سے لوگوں نے مسائل دریافت کئے جن میں کچھ ایسے بھی مسائل تھے جن کے متعلق استاد سے کبھی کچھ نہیں سنا تھا مگر اپنے اجتہاد سے جواب دیتا رہا اور ساتھ ہی ایک یادداشت بھی لکھتا رہا۔ دو ماہ کے بعد جب استاد بصرہ سے واپس آئے تو میں نے وہ کاغذ ان کے سامنے پیش کیا۔ کل ۶۰ مسئلے تھے ان میں سے ۲۰ میں غلطیاں نکالیں اور باقی کے متعلق فرمایا۔ تمہارے جواب ٹھیک ہیں۔

امام صاحبؒ فرماتے ہیں کہ میرا خیال تھا کہ میں علیحدہ درس و تدریس کا سلسلہ قائم کروں ۔ اوّل تو استاد کا ادب مانع تھا دوسرے اس واقعہ کے بعد بالکل ہی خیال بدل گیا اور عہد کرلیا کہ جب تک استاد زندہ ہیں ان کی شاگردی کے تعلق کو نہ چھوڑوں گا۔

حدیث کی تعلیم:

امام ابوحنیفہؒ نے فقہ کی تعلیم کے ساتھ حدیث پڑھنے کا سلسلہ بھی شروع کردیا تھا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ مسائل فقہ کی مجتہدانہ تحقیق حدیث کی تکمیل کے بغیر ناممکن ہے ۔ جناب حمادؒ کا حلقہ درس فقہ میں تو امام صاحبؒ کے لئے کافی تھا مگر حدیث میں وہ سیراب نہیں ہوسکتے تھے۔ اس لئے ان کو کوفہ کے محدثین کی طرف متوجہ ہونا پڑا۔ یہ وہ زمانہ تھا جبکہ حدیثیں جمع نہیں ہوئی تھیں اور کوئی ایسا محدث نہیں تھا جس کو تمام حدیثیں یاد ہوں یہی وجہ تھی کہ امام ابوحنیفہؒ کو کوفہ کے بہت سے محدثین سے استفادہ کرنا پڑا تمام ممالک اسلامیہ میں حدیث کا درس بڑے زور شور سے جاری تھا کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہزاروں صحابہؓ ہر جگہ پہنچ چکے تھے اور ان کی وجہ سے حدیث کا ایک عظیم الشان سلسلہ قائم ہوگیا تھا۔ مگر کوفہ اور بصرہ کو

خاص اہمیت حاصل تھی۔

بعض اساتذہ علم حدیث:

کوفہ کے جن محدثین سے امام ابوحنیفہؒ نے علم حدیث حاصل کیا۔ ان میں خاص کر امام شعبیؒ، سلمہ بن کہیل محارب بن دثار، ابواسحاق سبعیؒ، عون بن عبداللہ، سماک بن حربؒ، ابراہیم بن محمدؒ، عدی بن ثابت اور موسیٰ بن عائشہ کے نام بہت مشہور ہیں۔

امام شعبیؒ:

امام ابوحنیفہؒ کی علمی زندگی میں امام شعبیؒ کو بہت اہمیت حاصل ہے کیونکہ یہی وہ بزرگ جنہوں نے ایک ناصحانہ جملہ سے امام ابوحنیفہؒ کے دل میں علم کا شوق پیدا کر دیا تھا۔ امام شعبیؒ کے متعلق مشہور ہے کہ اُنہوں نے پانچ سو صحابیوں کو دیکھا تھا اور ان سے حدیث سُنی تھی۔ امام شعبیؒ بہت زمانہ تک کوفہ میں منصب قضاء پر مامور رہے۔ خلفاء اور تمام اراکین حکومت بے حد احترام کرتے تھے۔ آپ نے ۱۰۶ھ میں وفات پائی۔

امام قتادہؒ و شعبہؒ:

کوفہ کے بعد امام ابوحنیفہؒ بصرہ تشریف لے گئے۔ اور جناب قتادہؒ اور حضرت شعبہؒ کے درس میں شامل ہوئے اور ان کے فیض صحبت سے بہت بڑا فائدہ اُٹھایا۔ حضرت قتادہؒ بصرہ کے مشہور محدث اور تابعی تھے۔ اور خادم رسول اللہ جناب انس بن مالک کی شاگردی کا فخر رکھتے تھے۔ جناب انس کے شاگردوں میں حضرت قتادہ کو جو شہرت اور عظمت حاصل تھی اس کی ایک بڑی وجہ یہ تھی کہ حدیث کو اس طرح بیان کرتے تھے کہ الفاظ و معانی میں کوئی فرق نہیں ہونے پاتا تھا۔ جناب شعبہ بھی بڑے رُتبہ کے محدث تھے۔ دو ہزار سے زائد حدیثیں زبانی یاد تھیں سفیان ثوری فن حدیث میں ان کو امیر المومنین کہا کرتے تھے۔ امام شافعی بھی اپنے زمانہ میں فرمایا کرتے تھے کہ اگر عراق میں "شعبہ" نہ ہوتے تو حدیث کا رواج نہ ہوتا۔ آپ نے ۱۰۶ھ میں انتقال فرمایا۔ یہ دونوں حضرات امام ابوحنیفہؒ کی ذہانت اور فہم و فراست

کی اکثر تعریف کیا کرتے تھے جناب شعبہؒ نے ایک مرتبہ یہاں تک فرمادیا کہ ''میں پورے یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ علم اور ابوحنیفہؒ دو چیزیں نہیں ہیں۔''

عبدالکریم بن امیہ اور عاصم بن سلیمان:

بصرہ کے محدثین میں ان دونوں حضرات کے علاوہ امام ابوحنیفہؒ کے اُستادوں میں عبدالکریم بن اُمیہ اور عاصم بن سلیمان کے نام بھی پائے جاتے ہیں۔

حرمین شریفین میں:

کوفہ اور بصرہ سے فارغ ہوکر امام ابوحنیفہؒ کی نظریں حرمین کی طرف اُٹھنے لگیں جو علومِ مذہبی کے علمی مرکز تھے۔ تاریخوں سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ آپ کس سن میں مکہ معظّمہ روانہ ہوئے مگر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس سفر کے وقت عمر ۲۴ برس کے لگ بھگ تھی۔ امام ابوحنیفہؒ جب مکہ معظّمہ پہنچے تو درس و تدریس کا بہت زور تھا بہت سے اساتذہ جو فن حدیث میں کمال رکھتے تھے اور صحابہ کرام کی صحبت سے مستفیض ہو چکے تھے اپنی اپنی درسگاہوں میں مشغول درس تھے۔

حضرت عطاء بن ابی رباحؒ:

مگر ان سب میں حضرت عطاءؒ ابن ابی رباح کا حلقہ درس بہت وسیع اور مشہور تھا۔ جناب عطاء کو یہ عظمت اور شہرت حاصل ہونے کی وجہ یہ تھی کہ وہ بہت سے صحابہ کی خدمت میں رہ چکے تھے اور ان کے فیض صحبت نے انہیں درجہ اجتہاد پر فائز کر دیا تھا خود جناب عطاء کا بیان ہے کہ میں دوسو ایسے حضرات سے ملا ہوں جن کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا شرف حاصل تھا۔ ان حضرات میں یہ چند خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

عبداللہ ابن عباسؓ۔ عبداللہ ابن عمرؓ۔ عبداللہ ابن زبیرؓ۔ اسامہ بن زیدؓ۔ جابرؓ بن عبداللہ۔ زید بن ارقمؓ۔ ابودرداءؓ۔ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

امام ابوحنیفہؒ صاحب نے مکہ کی تمام درسگاہوں کو دیکھا۔ مگر ان کا دل کسی طرف نہیں

کھینچا۔ وہ سیدھے جناب عطاءؒ کی درسگاہ میں پہنچے اور درس میں بیٹھنے کی اجازت چاہی۔ جناب عطاء نے نام پوچھا اور پھر عقیدہ پوچھا۔ فرمانے لگے۔ ''بزرگوں کو برا نہیں کہتا ہوں، گنہ گار کو کافر نہیں سمجھتا ہوں، اور قضا و قدر کا قائل ہوں۔'' جناب عطاء نے بڑے غور سے جواب کو سنا اور پھر فرمایا۔ ''اچھا درس میں شامل ہو سکتے ہو۔''

چند روز میں امام ابوحنیفہؒ کی ذہانت اور قابلیت کے جوہر کھلنے لگے اور اُستاد کی نظر میں ان کا وقار بڑھنے لگا۔ جناب عطاء نے ۱۱۵ھ میں انتقال فرمایا۔ امام صاحبؒ اس عرصہ میں جب بھی مکہ جاتے ان سے ضرور ملاقات کرتے۔

حضرت عکرمہؒ کی خدمت میں:

امام ابوحنیفہؒ نے حضرت عطاءؒ کے علاوہ مکہ میں اور بھی حضرات سے حدیث کی سند حاصل کی۔ ان میں حضرت عکرمہؒ کا نام بہت نمایاں ہے۔ جناب عکرمہؒ کو حضرت عبداللہ ابن عباسؓ۔ جناب علیؓ۔ حضرت ابو ہریرہؓ۔ عبداللہ ابن عمرؓ۔ جناب جابرؓ اور حضرت ابو قتادہؓ کی شاگردی کا شرف حاصل تھا۔

مدینہ طیبہ میں:

مکہ معظّمہ سے فارغ ہو کر امام ابوحنیفہؒ مدینہ طیبہ گئے اور جناب رسالت مآب کی بارگاہ میں حاضری کا شرف حاصل کیا اس کے بعد وہاں کے علماء سے ملاقات کی۔

امام باقر کی خدمت میں:

سب سے پہلے آپ جناب امام باقر کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت امام باقر نے نام سُنا تو فرمایا۔ ''کیا تم وہی امام ابوحنیفہؒ ہو جو ہمارے دادا کی حدیثوں کی اپنے قیاس کی بنا پر مخالفت کرتے ہو؟ امام ابوحنیفہؒ نے جواب دیا۔ اگر اجازت ہو تو کچھ عرض کروں۔ فرمایا کہو۔

امام ابوحنیفہؒ نے عرض کیا۔ عورت مرد کے مقابلہ میں کمزور ہے اگر میں قیاس سے کام لیتا تو کہتا کہ وراثت میں عورت کو زیادہ ملنا چاہیے مگر میں ایسا نہیں کہتا ہوں بلکہ یہی فتویٰ دیتا ہوں کہ مرد کو دُگنا ملنا چاہیے۔

اسی طرح نماز روزہ سے افضل ہے اگر قیاس لگاتا تو کہتا حائضہ عورت پر نماز کی قضا واجب ہے حالانکہ میں روزہ کی قضا کا فتویٰ دیتا ہوں۔

جناب امام باقر اس تقریر سے بہت خوش ہوئے اور اُٹھ کر امام ابوحنیفہؒ کی پیشانی کو چوم لیا۔

امام ابوحنیفہؒ بہت عرصہ تک مدینہ طیبہ میں مقیم رہے اور برابر امام باقر کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے۔ فقہ اور حدیث کے متعلق بہت سی ایسی باتیں آپ کو ان کی صحبت سے حاصل ہوئیں جو اب تک معلوم نہیں تھیں۔ جناب امام باقر نے ۷ ذی الحجہ ۱۱۴ھ میں انتقال فرمایا۔

حضرت امام باقر کی وفات کے بعد اُن کے صاحبزادے حضرت امام جعفر صادق سے بھی امام ابوحنیفہ کو گہری عقیدت تھی۔ اکثر ان کی مجالس میں اکتساب علم کی نیت سے حاضری دیتے۔ اہل بیت کے متعلق امام صاحب کا خیال تھا کہ حدیث وفقہ بلکہ تمام مذہبی علوم اہل بیت کے گھر سے نکلے ہیں۔ صَاحِبُ الْبَیْتِ اَدْرٰی بِمَا فِیْهَا

امام ابوحنیفہؒ جب بھی کوفہ سے حرمین تشریف لے جاتے تو مہینوں وہاں قیام فرماتے۔ ائمہ اہل بیت اور مقامی علماء کے علاوہ حج کے زمانہ میں تمام اسلامی دنیا سے آئے ہوئے بڑے بڑے اہل علم جو مکہ اور مدینہ میں جمع ہوتے۔ امام صاحب کو ان سے بھی مستفید ہونے کا موقعہ ملتا۔ اگرچہ اب امام صاحب کو تحصیل علم کی کوئی حاجت باقی نہیں تھی مگر شوق علم کا یہ عالم تھا کہ اخیر زندگی تک حصول علم کے خیال کو دل سے نہیں نکالا۔

تدریس:

امام ابوحنیفہؒ نے کوفہ میں کوئی اپنی علیحدہ درسگاہ قائم نہیں کی بلکہ اپنے استاد کی درسگاہ میں انہی کے ہمراہ بیٹھتے رہے۔ ۱۲۰ھ میں جب آپ کے استاذ حضرت حماد کا انتقال ہوا تو اہل کوفہ نے استاذ کی جانشینی کے لئے تمام شاگردوں میں امام ابوحنیفہ کا انتخاب کیا اور درخواست کی کہ مسند درس کو مشرف فرمائیں۔

امام ابوحنیفہ نے ذمہ داریوں کا احساس کرتے ہوئے کچھ اصرار کے ساتھ یہ درخواست

قبول کرلی اور بڑے استقلال سے درس دینے لگے تھوڑے ہی دنوں میں امام ابوحنیفہ کی قابلیت نے تمام اسلامی دنیا کو اپنی طرف متوجہ کرلیا۔ دُور دُور سے طلباان کی درسگاہ میں آنے لگے اور شاگردی کا سلسلہ وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا گیا۔

عہدہ قضا قبول نہ کرنا:

محرم ۱۴۶ھ میں تیسرا عباسی خلیفہ منصور اپنے ایک حریف ابراہیم کو شکست دیکر جب بغداد پہنچا تو کچھ لوگوں نے منصور کو بتایا کہ امام ابوحنیفہؒ ابراہیم کے طرفدار ہیں۔ منصور آپے سے باہر ہوگیا اور امام صاحب کو پیغام بھیجا کہ فوراً بغداد آئیں۔

امام ابوحنیفہؒ صفر ۱۴۶ھ میں بغداد آئے اور منصور کے دربار میں پہنچے۔ منصور کا خیال تھا کہ امام ابوحنیفہ کو قتل کردیا جائے مگر ربیع نے جو بہت مقرب اور درباری تھا منصور کو اس اقدام سے روکا۔ آخر منصور نے امام ابوحنیفہؒ سے کہا کہ میں نے آپ کو اس لئے بلایا کہ عہدۂ قضا آپ کو دیا جائے۔ امام ابوحنیفہؒ نے جو منصور کی سفاکیوں سے بے حد نالاں تھے عہدہ قضا قبول کرنے سے انکار کردیا۔

منصور نے قسم کھائی کہ تم کو ایسا کرنا ہی پڑے گا۔ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ جب منصور کی طرف سے زیادہ جبر کیا گیا تو امام ابوحنیفہؒ نے قبول کرلیا۔ دارالقضاء میں بیٹھے اور پہلے دن ایک قرض کا مقدمہ پیش ہوا۔ ثبوت کے گواہ موجود نہیں تھے اس لئے مدعا علیہ سے قسم کھانے کو کہا گیا۔ مدعا علیہ تیار ہوگیا اور ابھی صرف واللہ زبان سے نکالا تھا کہ امام ابوحنیفہؒ نے گھبرا کر روک دیا اور جیب سے روپیہ نکال کر مدعی کو دیئے اور فرمایا۔ یہ اپنا قرض لو اور ایک مسلمان سے قسم مت کھلواؤ۔

قید خانے میں:

اس واقعہ نے امام ابوحنیفہؒ کو بہت متاثر کیا۔ عدالت سے اُٹھے اور سیدھے منصور کے پاس آئے، اور کہا مجھ سے یہ کام نہیں ہو سکے گا منصور کو یہ بات بہت ناگوار ہوئی اور اس نے اُسی وقت آپ کو قید خانہ بھجوا دیا۔ مگر اکثر مؤرخین لکھتے ہیں کہ آپ نے یہ عہدہ قضاء قبول

کرنے سے انکار فرما دیا تھا اس لئے آپ کو قید کر دیا گیا۔

قید خانے میں درس وتدریس کا شغل:

قید خانہ میں امام ابوحنیفہؒ کچھ دن تو خاموش رہے، مگر درس وتدریس کے شائق کب تک اس طرح زندگی گزارتے، آخر ایک دن آپ نے منصور سے درخواست کی کہ مجھے سلسلہ درس جاری رکھنے کی اجازت دی جائے۔ منصور نے اس درخواست کو قبول کرلیا اور اب نظر بندی کے ساتھ ساتھ سلسلہ درس وتدریس بھی جاری رہنے لگا۔

امام ابوحنیفہؒ کی نظر بندی کا سلسلہ ۱۴۶ھ سے ۱۵۰ھ تک چلتا رہا۔ منصور نے امام صاحب کے ادب واحترام کو تو بہت ملحوظ رکھا مگر قید خانہ سے باہر نہیں ہونے دیا۔

بغداد دارالخلافہ ہونے کی وجہ سے مختلف علوم وفنون کا مرکز بن گیا تھا ہر طرف سے طالبان علم وفن یہاں آتے اور اکتساب علم میں مشغول رہتے تھے۔ امام ابوحنیفہؒ پہلے ہی کچھ شہرت حاصل کر چکے تھے۔ نظر بندی نے ان کی مقبولیت اور اثر کو اور زیادہ کر دیا۔ امام محمدؒ نے جو فقہ حنفی کے دست وبازو ہیں۔ قید خانہ ہی میں امام ابوحنیفہؒ سے تعلیم حاصل کی تھی۔

وفات:

عام طور پر مورخین نے لکھا ہے کہ منصور کو امام ابوحنیفہؒ کی طرف سے جو خطرات پیدا ہو چکے تھے۔ وہ بدستور باقی تھے۔ وہ جانتا تھا کہ اگر کسی وقت ان کو رہائی ملی تو یہ ضرور باغیوں کی حمایت کریں گے یہ ایک ایسی خلش تھی کہ جس میں روز بروز اضافہ ہی ہوتا جا رہا تھا۔ آخر تنگ آ کر رجب ۱۵۰ھ میں منصور نے زہر دلوا دیا۔

امام ابوحنیفہؒ نے زہر کے اثر کو محسوس کیا اور شاگردوں کو وصیت کی کہ مجھے خیزران کے مقبرہ میں دفن کیا جائے۔ پھر سجدہ میں گئے۔ اور اسی حالت میں انتقال فرما گئے۔ تاریخ انتقال ۱۵ رجب ۱۵۰ھ ہے۔

امام ابوحنیفہؒ کے انتقال کی خبر بہت جلد تمام شہر میں پھیل گئی۔ اور مسلمان تجہیز وتکفین میں

شریک ہونے کے لئے جمع ہونے لگے۔

نماز جنازہ:

قاضی شہر حسن ابن عمارہ نے غسل دیا۔ اور کفن پہنایا۔ ظہر سے پہلے نماز جنازہ پڑھی گئی۔ ۵۰ ہزار سے زائد مسلمان شریک تھے۔ آنے والوں کا سلسلہ برابر جاری تھا۔ اس لئے ۶ مرتبہ نماز پڑھی گئی اور عصر کے وقت دفن کیا گیا۔ کہتے ہیں کہ دفن کے بعد بھی ۲۰ دن تک لوگ قبر پر نماز ادا کرتے رہے۔ کافی دنوں تک آپ کا مزار کھلا پڑا رہا۔ اور کثرت سے لوگ فاتحہ خوانی کے لئے جاتے رہے۔

مزار مبارک:

۴۵۹ھ میں سلطان سلجوقی نے جس کو امام صاحب سے بڑی عقیدت تھی آپ کی قبر پر قبہ تعمیر کرایا اور اس کے قریب ایک شاندار عمارت مدرسہ کے لئے بنوائی اور ایک مسافر خانہ بھی بنایا جس میں قیام کرنے والوں کو کھانا بھی دیا جاتا تھا آج بھی بغداد میں دوسرے متبرک مقامات کے ساتھ امام صاحب کے مقبرہ کو بھی بہت عقیدت کی نظروں سے دیکھا جاتا ہے۔

اولاد:

امام ابوحنیفہؒ کی اولاد میں صرف ایک صاحبزادے تھے جن کا نام اُنہوں نے اپنے استاد کے نام پر حماد رکھا تھا۔ جناب حماد نے تمام علوم اپنے والد سے حاصل کئے تھے بہت بڑے عالم، زاہد اور پرہیز گار تھے۔ تمام زندگی علمی مشاغل کے ساتھ تجارت کرنے میں گزار دی۔ کبھی کسی کی نوکری نہیں کی اور نہ کسی شاہی دربار سے تعلق پیدا کیا۔ آپ نے ذی قعدہ ۱۷۶ھ میں انتقال فرمایا اور کوفہ میں دفن ہوئے۔ آپ نے بھی اپنے والد سے کتاب الآثار کو روایت کیا ہے۔

اخلاق وعادات:

بزرگوں کے حالات زندگی لکھنے کا سب سے بڑا مقصد یہ ہے کہ ان کی اخلاقی اور مذہبی

خوبیوں کو نمایاں طور پر ظاہر کیا جائے تا کہ قوم اسلاف کے نقش قدم پر چل کر اپنی زندگی کو صحیح راہ پر گامزن کر سکے۔ امام صاحب کی مذہبی اور اخلاقی زندگی کی تصویر دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی ذات میں وہ تمام محاسن بدرجہ اتم موجود تھے جو ایک اعلیٰ کردار کے انسان میں ہونے چاہئیں۔

زیر نظر سطور میں امام ابوحنیفہؒ کے اخلاق و عادت کا ایک اجمالی نقشہ آپ کے سامنے پیش کیا جا رہا ہے جسے پڑھ کر آپ ان کی پاکیزہ زندگی سے صحیح طور پر واقف ہو سکیں گے۔

عبادت:

امام ابوحنیفہؒ بہت بڑے عابد اور پرہیز گار تھے۔ جتنی دیر فرض نماز یا نوافل پڑھتے رہتے تھے طبیعت پر رقت طاری رہتی تھی اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ اپنے آپ ہوش میں نہیں ہیں۔ کبھی تلاوت قرآن سنتے وقت یا خود تلاوت کرتے وقت آنسو نکل آتے اور دیر تک روتے رہتے تھے۔ ایک مرتبہ نماز میں شریک تھے۔ امام نے جب اس آیت کو تلاوت کیا۔ وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلاً عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ (ابراہیم :۴۲) یعنی خدا کو ظالموں کے کردار سے غافل نہیں سمجھنا چاہیے۔ امام ابوحنیفہؒ پر ایسی رقت طاری ہوئی کہ حالت نماز میں تمام بدن کانپنے لگا۔ ایک مرتبہ کوفہ میں عشاء کی نماز میں امام مسجد نے اذا زلزلت کی سورت پڑھی تو امام ابوحنیفہؒ کی حالت اس درجہ متغیر ہوئی کہ نماز کے بعد بھی دیر تک بیٹھے ہوئے ٹھنڈی سانسیں بھرتے رہے اور زبان سے کہتے رہے۔ اے وہ اللہ جو ذرّہ ذرّہ نیکی اور بدی کا حساب لے گا، اپنے غلام نعمان کو آگ سے بچانا۔

امام ابوحنیفہؒ کی عادت تھی کہ فجر کی نماز سے فارغ ہو کر کچھ دیر وظیفہ پڑھتے۔ پھر مسائل پوچھنے والوں کو جواب دیتے۔ ظہر کے بعد گھر تشریف لے جاتے۔ کھانے سے فارغ ہو کر تھوڑی دیر قیلولہ فرماتے۔ عصر کے بعد سے مغرب تک لوگوں سے ملاقات کرتے اور کہیں آنے جانے کا کام ہوتا تو تشریف لے جاتے۔

ہر روز کا معمول تھا کہ مغرب سے عشاء تک درس کا سلسلہ جاری رکھتے۔ عشاء کے بعد

اکثر مسجد میں سو جاتے اور جب بیدار رہتے تو صبح تک تہجد اور دوسرے وِردو وَظائف میں مصروف رہتے۔

تجارت اور سخاوت:

امام ابوحنیفہ کو تجارت باپ دادا سے ورثہ میں ملی تھی اور پھر خود بھی اس میدان میں بڑی واقفیت اور تجربہ رکھتے تھے کوفہ میں بہت بڑا کپڑا بنانے کا کارخانہ تھا جس میں سینکڑوں آدمی کام کرتے تھے۔ لاکھوں روپیہ کا روزانہ لین دین ہوا کرتا تھا اکثر شہروں میں ایجنٹ مقرر تھے جو سوداگروں کو مال پہنچایا کرتے تھے اتنے بڑے کاروبار میں دیکھنے کی چیز یہ ہے کہ اس بات کا بیحد خیال رہتا تھا کہ ایک پیسہ بھی ناجائز طریقہ پر نہ آنے پائے۔ تمام کام کرنے والوں کو اس بات کی سخت ہدایت تھی کہ کپڑے کے وہ تھان جن میں کچھ عیب ہو علیحدہ رکھو اور خریدار کو ان عیوب سے مطلع کر دیا کرو۔ ایک مرتبہ ایک ملازم حفص ابن عبدالرحمٰن نے کپڑے کے کچھ تھان خریدار کے ہاتھ فروخت کئے مگر خریدار کو ان کے عیب سے مطلع کرنا بھول گئے۔ امام ابوحنیفہؒ کو جب اس واقعہ کی خبر ہوئی تو بہت افسوس کیا اور تمام تھانوں کی قیمت خیرات کر دی۔

اسی طرح کسی دوسرے کا مال خریدنے میں بھی آپ اس بات کا بہت لحاظ رکھتے تھے کہ بیچنے والے کو نقصان نہ پہنچے۔ ایک مرتبہ دکان پر بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک عورت آئی اور ایک ریشم کا تھان دے کر کہا کہ اس کو فروخت کرنا ہے آپ نے قیمت پوچھی تو کہنے لگی ۱۰۰ روپے ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا جو قیمت تم بتاتی ہو وہ بہت کم ہے۔ عورت نے کہا تو پھر آپ ہی سمجھ کر دے دیجئے۔ فرمانے لگے۔ تھان ۵۰۰ روپے کا ہے اور یہ کہہ کر ۵۰۰ روپے اس کو دے دیئے۔ عورت تعجب کرتی اور ہنستی ہوئی چلی گئی۔

دولت کی اس درجہ فراوانی کے ساتھ خدا نے دل بھی آپ کو بہت فیاض عطا کیا تھا۔ تجارت اور اکتساب دولت سے آپ کی غرض زندگی کو عیش وعشرت سے گزارنا اور سرمایہ کو جمع کر کے ناجائز طور پر خرچ کرنا نہیں تھی بلکہ آپ چاہتے تھے کہ پیسے کو عوام کے فائدہ اور

ضرورت مند لوگوں کی حاجت برآری پر خرچ کیا جائے۔

چنانچہ بہت سے غریب اور نادار طلباء کے وظائف مقرر تھے جو اُن کو ماہ بماہ ادا کئے جاتے تھے تا کہ وہ اطمینان سے علم کی تکمیل کر سکیں۔ بہت سے علماء اور محدثین کے لئے اپنی تجارت میں ان کے نام کا ایک حصہ مخصوص کر دیا تھا۔ اور اختتام سال پر جو نفع ہوتا۔ وہ ان کی خدمت میں رازدرانہ طریقہ پر پہونچا دیا جاتا تھا۔

جب کوئی نئی یا اچھی چیز بازار میں آتی تو اتنی زیادہ خریدتے کہ اپنے گھر والوں کے علاوہ طلبا، علماء اور غریب دوست احباب کے گھر پر بھیجتے۔ جب کوئی ملنے آتا۔ اور ظاہری حالات کے لحاظ سے ضرورت مند معلوم ہوتا تو چلتے وقت کچھ اس کی نذر کرتے۔

تمام ملنے والوں سے فرمایا کرتے۔ اگر کبھی کوئی حاجت ہو، تو وہ بلا تکلف بیان کر دیا کریں۔ قاضی ابو یوسف امام صاحب ہی کی کفالت کی بدولت علم کے اتنے بلند مرتبہ پر پہنچ گئے۔ ایک مرتبہ کسی بیمار کو دیکھنے جارہے تھے۔ راستہ میں ایک شخص نے جو امام ابوحنیفہؒ کا مقروض تھا دور سے آپ کو آتے ہوئے دیکھا تو جلدی سے راستہ بدل کر جانے لگا۔ آپ نے فوراً آواز دی اور قریب پہنچ کر فرمایا۔ بھائی تم نے مجھے دیکھ کر راستہ کیوں بدل دیا تھا۔ اس نے جواب دیا۔ آپ کا دس ہزار کا مقروض ہوں۔ ابھی تک اَدا نہیں کر سکا۔ اس لئے شرم محسوس ہوتی ہے سامنے آتے ہوئے امام صاحب پر اس کی اس عزت کا بہت اثر ہوا۔ اور فرمایا جاؤ میں نے سب معاف کر دیا۔

ایک مرتبہ کچھ لوگ ملنے آئے۔ ان میں ایک شخص ظاہری صورت سے غریب معلوم ہوتا تھا۔ جب سب جانے لگے تو آپ نے اس آدمی سے فرمایا۔ ذرا ٹھہر جاؤ۔ پھر ایک ہزار کی تھیلی دینے لگے اُس نے عرض کیا۔ حضرت میں دولتمند ہوں۔ مجھے اس کی حاجت نہیں ہے امام صاحب نے فرمایا۔ تو پھر تم نے صورت ایسی کیوں بنائی ہے جو دوسروں کو تمہارے غریب ہونے کا شبہ ہوتا ہے۔

والدہ کی اطاعت اور خدمت:

امام ابوحنیفہؒ کو اپنی والدہ کا بہت خیال رہتا تھا۔ چنانچہ ان کی تمام ضروریات زندگی خود اپنے ہاتھ سے خرید کر کے لاتے اور پیش کرتے اگر چہ ان کی خدمت کے لئے خدام موجود تھے مگر آپ پھر بھی کبھی غافل نہیں رہتے تھے اور برابر خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرتے۔ ''نعمان حاضر ہے۔'' جب کبھی باہر جانے کا اتفاق ہوتا تو والدہ سے اجازت لیتے اور بغیر حکم کبھی نہ جاتے۔

والدہ کو بھی اپنے بلند مرتبہ بیٹے سے بے انتہا محبت تھی۔ کبھی گھر میں آنے میں دیر ہوتی تو آدمی کو بھیجتیں کہ معلوم کرو کیوں دیر لگی ہے۔

امام ابوحنیفہؒ کی والدہ کو کوفہ کے مشہور عالم عمرو ابن ذرقہ سے خاص عقیدت تھی جب کوئی مسئلہ پوچھنا ہوتا تو فرماتیں۔ نعمان! ذرا عمرو بن ذرقہ سے یہ پوچھ آؤ۔ امام صاحبؒ فوراً جاتے اور مسئلہ پوچھتے۔ عمرو کہتے بھلا میں آپ کے سامنے کیا زبان کھول سکتا ہوں۔ امام صاحب جواب دیتے۔ والدہ کا یہی حکم ہے۔

کبھی خود بھی جاتی تھیں اور مسئلہ پوچھ کر آتی تھیں۔ ایک مرتبہ اپنے بیٹے سے مسئلہ پوچھا۔ امام صاحبؒ نے جواب دیا۔ تو کہنے لگیں۔ تمہاری بات کچھ سمجھ میں نہیں آئی۔ چلو ذرقہ سے تصدیق کرونگی۔ امام ابوحنیفہؒ لے کر گئے اور مسئلہ بیان کیا۔ ذرقہ نے وہی جواب دیا۔ جو امام صاحبؒ دے چکے تھے۔ والدہ کو تسکین ہوگئی۔

ابن ہبیرہ نے جب امام ابوحنیفہؒ کو بلا کر میر منشی مقرر کرنا چاہا۔ اور پھر انکار کرنے کے جرم میں دُرّے لگوائے۔ اس وقت امام کی والدہ زندہ تھیں۔ ان کو نہایت صدمہ ہوا۔ امام ابوحنیفہؒ فرمایا کرتے تھے کہ مجھ کو اپنی تکلیف کا چنداں خیال نہ تھا۔ البتہ یہ رنج ہوتا تھا کہ میری تکلیف کی وجہ سے والدہ کو صدمہ پہنچتا ہے۔

امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد رشید قاضی ابو یوسف سے ایک مرتبہ ہارون الرشید نے کہا کہ امام ابوحنیفہؒ کے کچھ اوصاف بیان کرو۔ قاضی صاحبؒ نے امام کے اخلاق و عادات پر ایک مختصر

مگر جامع تقریر کی جو حسب ذیل ہے۔

''امام ابوحنیفہؒ بہت با اخلاق اور پرہیز گار بزرگ تھے اوقات درس کے علاوہ زیادہ وقت خاموش رہتے تھے۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کسی گہرے غور وفکر میں مصروف ہیں اگر کوئی مسئلہ پوچھا جاتا تو اس کا جواب دے دیتے۔ ورنہ خاموش رہتے۔ نہایت سخی اور فیاض تھے کبھی کسی کے آگے کوئی حاجت نہیں لے گئے۔ اہل دنیا سے حتی الامکان بچتے تھے اور دنیاوی جاہ وعزت کو حقیر سمجھتے تھے کبھی کسی کی غیبت نہیں کرتے تھے اگر ذکر آتا تو بھلائی سے یاد کرتے تھے بہت بڑے عالم اور مال کی طرح علم کے خرچ کرنے میں فیاض تھے۔

لوگوں کے ساتھ عام طور پر اچھا سلوک کرتے۔ ان کی خرابیوں پر کبھی نظر نہیں ڈالتے۔ بلکہ اپنی طرف سے بھلائی کرنے کی ہر ممکن کوشش فرماتے۔ کسی کی پریشانی کو نہیں دیکھ سکتے تھے۔ بیماری یا کسی دوسری مصیبت کو دیکھ کر بے چین ہو جاتے تھے۔

ایک مرتبہ مسجد میں تشریف رکھتے تھے۔ کسی نے آ کر کہا۔ ''فلاں شخص مکان کی چھت پر سے گر پڑا ہے۔'' امام صاحب پر اس جملہ نے اتنا اثر کیا کہ منہ سے چیخ نکل گئی پھر اُسی وقت اس کے گھر تشریف لے گئے اور اظہار ہمدردی فرمایا جب تک یہ اچھا نہیں ہوا روزانہ صبح کو اس کے دیکھنے کے لئے تشریف لے جاتے۔ خود اپنی ذات پر کوئی مصیبت آ جاتی۔ تو بڑے استقلال سے برداشت کرتے اور کبھی کوئی جملہ زبان سے ایسا نہیں نکالتے جس سے ذرّہ برابر بے چینی کا اظہار ہوتا ہو۔

اسی طرح کسی دوسرے کی طرف سے کوئی تکلیف پہنچائی جاتی، تو اسے بھی معاف کرتے اور کبھی کوئی جذبہ انتقام دل میں پیدا نہ ہوتا۔ ایک مرتبہ ایک شخص نے کہا۔ حضرت لوگ آپ کی شان میں بہت گستاخیاں کرتے ہیں مگر آپ کی زبان سے میں نے کبھی کسی کے لئے کوئی برائی نہیں سُنی۔ فرمایا۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ

حضرت سفیان ثوری سے کسی نے کہا ہم نے کبھی امام ابوحنیفہؒ کو کسی کی غیبت کرتے نہیں

سُنا۔ سفیان ثوری نے جواب دیا۔ امام ابوحنیفہؒ ایسے نہیں ہیں کہ اپنے اعمال صالحہ کو کسی کی غیبت کر کے برباد کرلیں۔

ناصحانہ اقوال:

(۱) جس وقت اذان کی آواز آئے، فوراً نماز کے لئے تیار ہو جاؤ۔

(۲) روزہ اور تلاوت قرآن کی عادت ڈالو۔

(۳) کبھی کبھی قبرستان کی طرف نکل جایا کرو۔

(۴) لہو ولعب سے پرہیز کیا کرو۔

(۵) پڑوسی کی کوئی برائی دیکھو تو پردہ پوشی کرو۔

(۶) تقویٰ اور امانت کو فراموش مت کرو۔

(۷) جس خدمت کے انجام دینے کی قابلیت نہ ہو۔ اُسے ہرگز مت قبول کرو۔

(۸) اگر کوئی شخص شریعت میں کسی بدعت کا موجد ہو، تو اس کی غلطی کا اعلانیہ اظہار کرو تاکہ عوام کو اس کی تقلید کی جرآت نہ ہو سکے۔ تحصیل علم کو سب پر مقدم رکھو۔

(۹) جو آدمی کوئی بات پوچھے تو صرف سوال کا جواب دے دو۔ اپنی طرف سے کچھ اضافہ مت کرو۔

(۱۰) شاگردوں کے ساتھ ایسا برتاؤ نہ کرو کہ دیکھنے والے ان کو تمہاری اولاد خیال کریں۔

(۱۱) جو بات کہو خوب سوچ سمجھ کر کہو، اور وہی کہو جس کا کافی ثبوت دے سکو۔

(۱۲) جو کام کرو اطمینان اور وقار کے ساتھ کرو۔

(۱۳) جس شخص کو علم نے بھی برائیوں سے نہیں روکا اس سے زیادہ زیاں کار کوئی نہیں ہے۔

(۱۴) اگر علماء خدا کے دوست نہیں تو عالم میں خدا کوئی دوست نہیں۔

(۱۵) جو شخص علم کو دنیا کے لئے سیکھتا ہے علم اس کے دل میں نہیں ٹھہرتا۔

(۱۶) جو شخص علم کا مذاق نہیں رکھتا۔ اس کے سامنے علمی گفتگو مت کرو۔

(۱۷) علم سکھانے میں سعی وسفارش کا کام نہیں بلکہ علما کا فرض ہے کہ انہیں جو کچھ آتا ہے دوسروں کو سکھائیں علم کے دربار میں خاص وعام کی کوئی تفریق نہیں۔

(۱۸) اگر روٹی کا ایک ٹکڑا اور معمولی کپڑا امن وعافیت سے ملتا رہے تو اس عیش سے بہتر ہے جس کے بعد ندامت اٹھانی پڑے۔

فقہ حنفی کی تدوین:

امام ابوحنیفہ ؒ نے اپنے استاد جناب حماد کی زندگی میں ہی درجہ اجتہاد حاصل کرلیا تھا۔ اور قرآن وحدیث سے مسائل نکالنے میں کافی مہارت حاصل ہوچکی تھی۔ مگر آپ اس بات کو پسند نہیں کرتے تھے کہ استاد کی حیات میں اپنے اجتہادی مسائل کو فروغ دیں۔ اور اپنی علیحدہ کوئی درس گاہ قائم کریں۔ استاد کے انتقال کے بعد جب اہل کوفہ نے آپ کو استاد کی مسند پر بٹھایا اور پھر درس وتدریس کا سلسلہ زور وشور سے شروع ہوا۔ اس وقت آپ کو یہ خیال پیدا ہوا کہ مسلمانوں کی روزمرہ زندگی سے تعلق رکھنے والے مسائل قرآن وحدیث سے نکال کر جمع کئے جائیں تاکہ بروقت کسی مسئلہ کو قرآن وحدیث میں تلاش کرنے پر جو دشواریاں آتی ہیں دور ہوجائیں۔ یہ کام آسان نہیں تھا اس کے لئے بڑے علم اور سمجھ والے آدمی کی ضرورت تھی۔ امام ابوحنیفہ ؒ میں قدرت نے وہ تمام خوبیاں جمع کردی تھیں جو ایسے اہم کام کی تکمیل کیلئے ضروری تھیں۔

مسائل فقہ کا وجود امام صاحب کے زمانہ سے پہلے بھی پایا جاتا تھا اور صحابہ کرام میں کچھ ایسے حضرات موجود تھے جو قرآن وحدیث سے مسائل کا استنباط کرنے میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ جیسے حضرت علیؓ، جناب عمرؓ، عبداللہ ابن عباسؓ، عبداللہ ابن مسعودؓ، ان حضرات میں اگرچہ فقیہہ تو سب ہی تھے مگر جناب علیؓ کا استخراج مسائل اتنا بڑا ہوا تھا کہ باقی تینوں حضرات کو بھی اس کا اعتراف تھا۔

چنانچہ حضرت عمرؓ فرماتے تھے کہ خدا ایسا نہ کرے کوئی مشکل مسئلہ آجائے اور جناب علی

ؓ موجود نہ ہوں اسی طرح عبداللہ بن عباس کا قول تھا کہ جب ہم کو حضرت علی ؓ کا فتویٰ مل جائے تو پھر کسی کی حاجت باقی نہیں رہتی ہے۔

امام ابوحنیفہؒ کے زمانہ تک بہت سے مسائل قرآن وحدیث سے استنباط کئے جا چکے تھے اور ہر جگہ مسلمان ان پر عمل کرر ہے تھے۔ان مسائل کے استنباط کا شرف انہیں صحابہ کرام کو حاصل تھا جن کے نام اوپر بیان کئے جا چکے ہیں لیکن تمام مسائل زبانی طور پر چل رہے تھے۔ ترتیب وتحریر کا کوئی سلسلہ ابھی تک قائم نہیں ہوا تھا۔امام صاحبؒ نے اس ضرورت کو شدت سے محسوس کیا اور فقہی مسائل کے استنباط اوران کی ترتیب وتحریر پر اپنی پوری توجہ مبذول کردی۔

یہ کام ملک وقوم کے لئے جتنا ضروری تھا اس سے کہیں زیادہ مشکل بھی تھا ظاہر ہے کہ تنہا امام صاحب کی ذات کو جن کو درس وتدریس کے علاوہ اپنی تجارت کی طرف توجہ کرنا پڑتی تھی اتنے بڑے کام کو انجام نہیں دے سکتے تھے دوسرے آپ یہ بھی نہیں چاہتے تھے کہ صرف اپنی ذاتی رائے اور معلومات پر بھروسہ کر کے اس کام کو انجام دے لیا جائے۔

اس لئے امام ابوحنیفہؒ نے اپنے شاگردوں پر نظر دوڑائی اور چند خاص خاص لوگوں کا انتخاب کیا اور چالیس افراد پر ایک کمیٹی تشکیل دی جن کے نام یہ ہیں۔

	المولد	المتوفی
(۱) امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم انصاری	۱۱۳ھ	۱۸۲ھ
(۲) امام زفر بن ہذیل بن قیس العنبر ی	۱۱۰ھ	۱۵۸ھ
(۳) امام محمد بن حسن الشیبانی	۱۳۲ھ	۱۸۹ھ
(۴) امام الحسن بن زیاد اللؤلوی الکوفی		۲۰۴ھ
(۵) عافیہ بن یزید الاودی الکوفی		۱۸۰ھ
(۶) اسد بن عمرو البجلی، ابوعمرو		۱۸۸ھ
(۷) داؤد بن نصیر، ابوسلیمان الطائی الکوفی		۱۶۵ھ

(۸) قاسم بن معن بن عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن مسعود الہذلی ۱۷۵ھ

(۹) علی بن مسہر الکوفی ۱۸۹ھ

(۱۰) یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدہ ۱۱۹ھ ۱۸۲ھ

(۱۱) وکیع بن الجراح ۱۲۹ھ ۱۹۹ھ

(۱۲) حفص بن غیاص بن طلق بن عمرو النخعی الکوفی ۱۱۷ھ ۱۹۴ھ

(۱۳) حبان بن علی الکوفی ۱۷۲ھ

(۱۴) مندل بن علی الکوفی ۱۰۳ھ ۱۶۸ھ

(۱۵) یحییٰ بن سعید القطان ۱۲۰ھ ۱۹۸ھ

(۱۶) عبداللہ بن مبارک ۱۱۸ھ ۱۸۱ھ

(۱۷) یزید بن ہارون الواسطی ۱۱۸ھ ۲۰۶ھ

(۱۸) عبدالرزاق بن ہمام ۱۲۶ھ ۲۱۱ھ

(۱۹) ابو عاصم النبیل، الضحاک بن مخلد ۱۲۲ھ ۲۱۲ھ

(۲۰) حماد بن ابی حنیفہ ۱۷۹ھ

(۲۱) مسعر بن کدام ۱۵۵ھ

(۲۲) مکی بن ابراہیم البلخی ۲۱۵ھ

(۲۳) نوح بن ابی مریم، ابو عصمہ ۱۷۳ھ

(۲۴) نوح بن دراج الکوفی، ابو محمد النخعی ۱۸۲ھ

(۲۵) فضیل بن عیاص بن مسعود التمیمی ۱۸۷ھ

(۲۶) ابراہیم بن طہمان المتوفی تقریباً ۱۶۰ھ

(۲۷) سعید بن اوس، ابو زید الانصاری ۲۱۵ھ

(۲۸) فضل بن موسیٰ ۱۱۵ھ ۱۹۱ھ

(۲۹) النضر بن عبدالکریم		۱۶۹ھ
(۳۰) حفص بن عبدالرحمٰن ابوعمر النیسابوری		۱۹۹ھ
(۳۱) ہشیم بشیر السلمی	۱۰۴ھ	۱۸۳ھ
(۳۲) یوسف بن خالد بن عمر، ابوخالد السمی		۱۸۹ھ
(۳۳) ابومطیع الحکم بن عبداللہ بن مسلمہ البلخی	۱۱۳ھ	۱۹۷ھ
(۳۴) عمر بن میمون، ابوعلی القاضی البلخی		۱۷۱ھ
(۳۵) شریک بن عبداللہ الکوفی القاضی		۱۷۷ھ
(۳۶) بشر بن غیاث المریسی		۲۲۸ھ
(۳۷) مالک بن مغول البجلی		۱۵۹ھ
(۳۸) علی بن ظبیان العبسی القاضی		۱۹۲ھ
(۳۹) زہیر بن معاویہ بن حدیج الکوفی		۱۷۲ھ
(۴۰) القاسم بن الحکم، ابواحمد القاضی		۲۰۸ھ

یہ تھی وہ مجلس جو مسائل کے استنباط اور فقہ کی تدوین کے لئے امام صاحبؒ نے مرتب فرمائی۔ اس مجلس نے ۱۲۱ھ سے اپنا کام شروع کیا اور امام صاحبؒ کی وفات ۱۵۰ھ تک جاری رکھا۔

امام ابوحنیفہؒ کی آخری عمر قید خانہ میں گزری۔ وہاں بھی یہ کام جاری تھا غرض یہ کہ کم وبیش ۳۰ سال کی مدت میں یہ عظیم الشان کام انجام کو پہنچا۔ اور مسائل فقہ کا ایک ایسا مجموعہ تیار کرلیا گیا جس میں باب الطہارت سے لے کر باب المیراث تک کے تمام مسائل موجود تھے۔

فقہ حنفی کا رواج:

امام صاحبؒ کے زمانہ حیات ہی میں فقہ حنفی کو تمام مقبولیت حاصل ہوچکی تھی کیونکہ جو مسائل نکلتے جاتے تھے ان کی اشاعت بھی ساتھ ہی ساتھ ملک میں ہوتی رہتی تھی۔ تمام

اسلامی ممالک میں امام ابوحنیفہؒ کے اجتہائی مسائل کا عام رواج ہوگیا۔

امام صاحبؒ کے زمانہ حیات میں فقہ حنفی کا مجموعہ تیار ہو چکا تھا۔اس میں مسائل عبادات کے علاوہ دیوانی، فوجداری، تعزیرات، لگان، مال گذاری، شہادت، معاہدہ، وراثت، وصیت اور بہت سے قوانین موجود تھے۔ بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ اس مجموعہ کے مسائل کی تعداد ۱۲ لاکھ سے زیادہ تھی۔ ہارون الرشید کی وسیع حکومت جو سندھ سے ایشیائے کوچک تک پھیلی ہوئی تھی انہی اصول پر قائم تھی اور اس زمانہ کے تمام مقدمات انہیں مسائل کو سامنے رکھ کر فیصل کیے جاتے تھے۔

عرب میں اور خصوصاً مکہ اور مدینہ میں امام ابوحنیفہؒ کے فقہی مسائل بہت کم رواج پا سکے، اس کی وجہ یہ تھی کہ امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام حنبلؒ اور دوسرے مجتہدین وائمہ وہاں موجود تھے۔ مگر پھر بھی تمام ممالک اسلامیہ میں امام ابوحنیفہؒ کی فقہ کو جو ترقی حاصل ہوئی۔ وہ دوسرے ائمہ کو حاصل نہیں ہوسکی۔اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ فقہ حنفی ضروریات انسانی کے لئے بہت مناسب اور موزوں واقع ہوا تھا۔ چنانچہ چند خاص خاص شاگردوں نے فقہ حنفی کو اتنا مضبوط اور مقبول بنا دیا کہ ہارون الرشید سے لے کر آخر زمانہ تک اکثر سلاطین و بادشاہ حنفی مسلک کے حامی تھے۔

تمام دنیا میں مسلمانوں کی تعداد ۴۰ کروڑ سے زیادہ پائی جاتی ہے یہ ۴۰ کروڑ مسلمان بہت سے فرقوں اور جماعتوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ صرف حنفی مسلمانوں کی تعداد ۱۳ کروڑ کے قریب ہے جو پاکستان، ہندوستان، افغانستان، چین، روس ترکستان، ترکی، شام اور عراق وغیرہ ممالک میں آباد ہیں۔ (ترمیم واضافے کے ساتھ)

(ماخوذ مسند امام اعظم مترجم اردو ترجمہ مولانا سعد حسن ٹونکی، ناشر محمد سعید اینڈ سنز کراچی)

☆......☆......☆

امام صاحبؒ تابعی ہیں

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے تابعی ہونے کا ثبوت

ثبوت نمبر۱:

علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وَكَانَ مِنَ التَّابِعِيْنَ لَهُمْ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ فَاِنَّهٗ صَحَّ اَنَّهٗ رَاٰى اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ اِذْ قَدِمَهَا اَنَسٌ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ سَعْدٍ حَدَّثَنَا سَيْفُ بْنُ جَابِرٍ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا حَنِيْفَةَ يَقُوْلُ رَاَيْتُ اَنَسًا رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ

اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تابعین میں سے تھے۔ ان شاءاللہ تعالیٰ کیوں کہ صحیح سند سے ثابت ہے کہ انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے جب وہ کوفہ تشریف لایا کرتے تھے۔ محمد بن سعد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمیں سیف بن جابر نے بتایا کہ انہوں نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے۔

(مناقب ابی حنیفہ وصاحبہ للامام الذہبی ص ۷)

ثبوت نمبر۲:

علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

رَاٰى اَنَسًا غَيْرَ مَرَّةٍ لَمَّا قَدِمَ عَلَيْهِمُ الْكُوْفَةَ الخ

کہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو بار بار دیکھا ہے جب کہ وہ کوفہ تشریف لاتے تھے۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ا ص ۱۵۸)

ثبوت نمبر۳:

نیز فرماتے ہیں: رَاٰى اَنَسًا

کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے۔

(الکاشف للذہبی ج ۳ ص ۱۸۱)

ثبوت نمبر ۴:

حافظ ابن کثیر شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''لِاَنَّہٗ اَدْرَکَ الصَّحَابَۃَ وَرَایٰ انس بن مالك''

کیوں کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو پایا ہے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے۔

(البدایۃ والنہایۃ ج ۱۰ ص ۱۰۷)

ثبوت نمبر ۵:

علامہ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

رَایٰ اَنَس بن مالك

کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے۔ (تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۳۲۴)

ثبوت نمبر ۶:

علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''صَحَّ کَمَا قَالَہُ الذَّھَبِیُّ اَنَّہٗ رَایٰ اَنَس بن مالك وَھُوَ صَغِیْرٌ وَفِیْ رِوَایَۃٍ رَأَیْتُہٗ مِرَارًا وَکَانَ یَخْضَبُ بِالْحُمْرَۃِ''

کہ یہ صحیح ہے جیسا کہ علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے کہ جب کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ چھوٹے تھے اور ایک روایت میں ہے کہ میں نے بار بار حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ داڑھی پر سرخ خضاب لگاتے تھے۔ (الخیرات الحسان ص ۲۱)

ثبوت نمبر ۷:

محمد بن اسحٰق بن ندیم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وَکَانَ مِنَ التَّابِعِیْنَ لَقِیَ عِدَّۃً مِنَ الصَّحَابَۃِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَکَانَ مِنَ

الْوَرِعِيْنَ الزَّاهِدِيْنَ"

اور حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تابعین میں سے تھے اور متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ملاقات کا شرف حاصل کیا اور پرہیزگار زاہد لوگوں میں سے تھے۔

(فہرست ابن ندیم ج۱ ص۲۹۸)

ثبوت نمبر ۸:

علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے۔

(سیر اعلام النبلاء للذہبی ج۶ ص۲۹۱)

ثبوت نمبر ۹:

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کے استاد حافظ زین الدین عبدالرحیم بن الحسین العراقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عمرو بن شعیب تابعی نہیں ہیں۔ لیکن محدث عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے کہ بیس تابعین نے ان سے روایت کی ہے۔ حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عمرو بن شعیب سے ان بیس کے علاوہ اور بھی بہت سے تابعی ہیں۔ جنہوں نے روایت کی ہے ان کی عربی عبارت پیش کی جاتی ہے۔

"أنه قد روىٰ عنه جماعة كثيرون من التابعين غير هولاء لم يذكرهم عبد الغني وهم ثابت بن عجلان وحسان بن عطية و عبد الله بن عبد الرحمن بن يعلى الطائفي وعبد الملك بن عبد العزيز بن جريج والعلاء بن الحارث الشامي ومحمد بن اسحٰق بن يسار ومحمد بن حجادة ومحمد بن عجلان وابو حنيفة النعمانؒ بن ثابت وهشام بن الغاز ويزيد بن عبدالله بن السامة بن الهاد ويعقوب بن عطاء بن ابي رباح فهولاء زيادة على الخمسين من التابعين قد رووا عنه." (التقیید والایضاح ص۳۳۱)

ان تابعین کی فہرست میں نویں نمبر پر امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر ہے۔

ثبوت نمبر ۱۰:

علامہ قسطلانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ شارح بخاری فرماتے ہیں کہ

''ومن التابعین الحسن البصری وابن سیرین والشعبی وابن المسیب وعطاء وابی حنیفة''

تابعین میں سے حضرت حسن بصری، ابن سیرین، شعبی، ابن میسّب، عطاء اور ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہم ہیں۔ (قسطلانی شرح بخاری ج ۱ ص ۲۸۲)

ثبوت نمبر ۱۱:

نیز فرماتے ہیں:

''عبد اللہ بن ابی اوفی وھو آخر من مات من الصحابة بالکوفة سنة سبع و ثمانین وقد کف بصرہٗ قبل قد راٰہ ابو حنیفة رضی اللہ عنہ وعمرہٗ سبع سنین.''

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کوفہ میں رہنے والے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے آخری صحابی ہیں جن کی وفات ۸۷ھ میں ہوئی ان کی بصارت پہلے سے ختم ہو چکی تھی۔ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے ان کو دیکھا ہے۔ جب کہ سات سال کی عمر کے تھے۔ (قسطلانی ج ۱ ص ۲۱۲)

ثبوت نمبر ۱۲:

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: رَاٰی اَنَسًا رضی اللہ عنہ

کہ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے۔

(تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۴۴۹)

ثبوت نمبر ۱۳:

امام مؤرخ یافعی شافعی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''رَاٰی اَنَسا (الی ان قال) وقد کان ادرك اربعة من الصحابة ھم انس بن

مــالــك بــالبـصـر ة وعبد الله بـن ابى اوفى بالكوفة وسهل بن سعد الساعدى بالمدينة وابو الطفيل عامر بن واثلة بمكة رضى الله عنهم“

کہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے اور بے شک چار صحابہ رضی اللہ عنہم کا زمانہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے پایا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بصرہ میں موجود تھے۔ حضرت عبداللہ بن ابی اوفی کوفہ میں اور حضرت سہل رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں اور حضرت عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ میں موجود تھے۔ (مراۃ الجنان ج۱ ص۳۱۰)

ثبوت نمبر۱۴:

محدث ابن عبدالبر مالکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

قـال ابـو عـمر ذكـر محمد بن سعد كاتب الواقدى ان ابا حنيفة راى انس بن مالك وعبدالله بن الحارث بن جزء“

ابوعمر کہتا ہے کہ محمد بن سعد رحمۃ اللہ علیہ محدث کاتب الواقدی فرماتے ہیں کہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے بے شک حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن الحارث بن جزء رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے۔ (جامع بیان العلم ج۱ ص۴۵)

ثبوت نمبر۱۵:

محدث عابد السندھی الانصاری رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں:

ثـم اعـلـم ان آخـر مـن مـات مـن الـصـحـابة فـى الـدنيا عامر بن واثله بن عبـدالله بـن جـحـش الليثى ابو طفيل قال فى التقريب وعمر الى ان مات سنة عشـر ومائة على الصحيح وهو آخر من مات من الصحابة قاله مسلم وغيره فـعـلـى هـذا عـمـر الامام وقت وفاته ثلثون سنة ومن المستبعد غاية البعد من امثال الامام ان لا يـلـقـاه وهو فى هذا العمر فى سن الوقوف من الشباب ولا يـرحـل اليـه لـنـيل هذه النعمة العظمى من التابعية وسماع الاحاديث بواسطة

واحدة هو الصحابی کیف وقد قال فی الدر المختار وغیرہ انہ حج خمسا و خمسین حجة فثبت انہ حج خمس عشرة حجة فی ایام ابی الطفیل الصحابی الذی کان بمکة المعظمة ومات بھا سنة عشر ومائة لان عمر الامام سبعون من الثمانین الی مائة وخمسین فیکون بدء الحج لہ من عمر خمس عشرة سنة ویتم خمس عشرة حجة الی الثلثین فکیف یتصور ان لا یلقاہ فی ھذہ الحجج الکثیرة فی عین مکة

(تنسیق النظام فی مسند الامام ص۱۰)

پھر جان لو! کہ دنیا میں سب سے آخر میں وفات پانے والے صحابی ابوطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ چنانچہ تقریب میں لکھا ہے کہ صحیح روایت کے مطابق حضرت عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ ۱۱۰ھ تک حیات رہے اور یہی آخر میں وفات پانے والے صحابی ہیں اسی کو امام مسلم وغیرہ نے بھی مختار کہا ہے، پس اس اعتبار سے امام صاحب ان کی وفات کے وقت تیس (۳۰) سال کی عمر کے تھے اور امام صاحب جیسی شخصیت سے یہ بعید از توقع ہے کہ ان کی زیارت سے اپنے آپ کو محروم رکھا ہو حالانکہ امام صاحب اس وقت سن وقوف اور جوانی کے شباب پر تھے تو پھر انہوں نے تابعیت کے مرتبہ عالیہ کے لیے کیسے مکہ مکرمہ کا سفر نہ کیا ہوگا اور سماع احادیث ایک ہی واسطہ (صحابی) سے نہ کیا ہوگا اور یہ کیسے ہوسکتا ہے حالانکہ در مختار وغیرہ میں مذکور ہے امام صاحب نے تقریباً پچپن حج کیے تھے گویا ابوطفیل رضی اللہ عنہ (جو مکہ مکرمہ میں ۱۱۰ھ میں وفات پائے تھے) کی زندگی میں امام صاحب نے پندرہ حج کیے تھے، اس لیے امام صاحب کی عمر ۷۰ سال (از ۸۰ھ تا ۱۵۰ھ) تھی اگر ادائیگی کی ابتدا پندرہ سال کی عمر سے شمار کی جائے تو تیس (۳۰) سال کی عمر تک پندرہ حج بنتے ہیں (پہلے گزر چکا کہ حضرت عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے وقت امام صاحب کی عمر تیس سال کی تھی) پس یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ان پندرہ حجوں میں مکہ میں رہنے والے ان صحابی کی زیارت امام صاحب نے نہ کی ہو۔

ثبوت نمبر ۱۶:

ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں:

وبه يندرج الامام الاعظم في سلك التابعين فانه قد رأى انس بن مالك وغيره من الصحابة على ما ذكره الشيخ الجزري في اسماء رجال القراء، والامام التوربشتي في تحفة المسترشدين، وصاحب كشف الكشاف في سورة المومنين وصاحب مرأة الجنان وغيرهم من العلماء المتبحرين فمن نفى انه تابعي فاما من التتبع القاصر او التعصب الفاتر.

(شرح شرح نخبة الفكر ص۵۹٦)

یعنی اسی تعریف صحیح کہ بناء پر امام ابوحنیفہ بھی تابعین میں شامل ہیں کیوں کہ انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے چنانچہ شیخ جزری نے اسماء رجال القراء میں امام توربشتی نے تحفۃ المستر شدین میں، صاحب کشف الکشاف نے سورۃ المؤمنین کی تفسیر میں اور صاحب مرأۃ الجنان وغیرہ محققین علماء نے امام صاحب کو تابعین میں شمار فرمایا ہے۔ اس کے بعد بھی اگر کوئی امام ابوحنیفہ کی تابعیت سے انکار کرے تو اس کی نظر قاصر کا قصور یا اس پر تعصب فاتر کا غلبہ ہوگا۔

وحدانیات امام ابوحنیفہؒ

یعنی

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی صحابہ کرام علیہم السلام سے روایات

آپ کی مسانید میں کئی ایسی روایات پائی جاتی ہیں جن کی اسناد میں آپ کے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان صرف ایک واسطہ صحابی کا ہے۔ بعض محدثین نے آپ کی ایسی وحدانی روایات پر مستقل جزء تصنیف کیے ہیں۔ جن میں سے بعض یہ ہیں:

۱...... جزء امام ابوحامد محمد بن ہارون حضرمی رحمۃ اللہ علیہ

۲...... جزء امام ابوالحسین علی بن احمد بن عیسیٰ نہفقی رحمۃ اللہ علیہ

۳...... جزء امام ابومعشر عبدالکریم طبری المقری رحمۃ اللہ علیہ

۴...... جزء امام ابوبکر عبدالرحمٰن محمد بن احمد سرخسی رحمۃ اللہ علیہ

یہ چاروں اجزاء زیادہ مشہور ہیں۔

اول الذکر تین اجزاء کی روایات کو حافظ بن حجر عسقلانی شافعی المتوفی ۸۵۲ھ نے اپنی کتاب المعجم المفہرس میں جمع کیا ہے۔

اسی طرح ان تینوں اجزاء کو الفہرست الاوسط میں حافظ ابن طولون المتوفی ۹۵۳ھ نے نقل کیا ہے۔

جب کہ آخر الذکر جزء کی روایات الانتصار الترجیح میں سبط ابن الجوزی المتوفی ۶۵۴ھ نے نقل کی ہیں۔

امام ابو الحسن نہفقی رحمۃ اللہ علیہ کے جزء کو امام ابو المؤید خوارزمی المتوفی ۶۶۵ھ نے بھی جامع المسانید میں نقل کیا ہے۔

امام ابو معشر طبری رحمۃ اللہ علیہ کے جزء کو امام جلال الدین سیوطی المتوفی ۹۱۱ھ نے بھی اپنی کتاب تبییض الصحیفہ میں اور آپ کے شاگرد حافظ صالحی المتوفی ۹۴۲ھ نے اپنی کتاب عقود الجمان میں نقل کیا ہے۔

امام ابو بکر سرخسی رحمۃ اللہ علیہ کے جزء کو امام موفق بن احمد مکی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۵۶۸ھ نے مناقب ابی حنیفہ میں نقل کیا ہے۔

ان چار مشہور جزء کے علاوہ بھی اور اجزاء آپ کی ایسی روایات کے علماء نے جمع کیے ہیں۔ مثلاً امام ابو المکارم عبداللہ بن حسین نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی ایسی سات وحدانی احادیث پر مشتمل ایک جزء لکھا ہے جو آپ نے سات صحابہ رضی اللہ عنہم سے براہِ راست روایت کی ہیں۔ اس جزء کا نام "اَلْاَحَادِیْثُ السَّبْعَةُ عَنْ سَبْعَةٍ مِنَ الصَّحَابَةِ الَّذِیْنَ رَوٰی عَنْهُمُ الْاِمَامُ اَبُوْ حَنِیْفَةَ" ہے اور یہ جزء مطبوعہ ہے۔

اسی طرح امام محمد بن عبدالملک ابو عبداللہ قزوینی رحمۃ اللہ علیہ جو فقیہ، شاعر، ادیب اور فاضل تھے نے بھی امام ابو اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تین وحدانی احادیث جو آپ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ بنت عجرد رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہیں پر مشتمل ایک جزء لکھا ہے اس جزء کو امام عبدالکریم رافعی قزوینی المتوفی ۶۲۳ھ نے بھی اپنی تاریخ کی کتاب "التدوین فی اخبار قزوین" میں نقل کیا ہے۔

محدثین کا امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی وحدانی احادیث سے اس قدر اعتناء ان کے صحیح اور مقبول ہونے کی بیّن دلیل ہے۔ ہم بھی یہاں پر ان میں سے کچھ روایات نقل کرتے ہیں۔

(۱)

حدیث اول: حضرت انس بن مالکؓ سے علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے

متن حدیث:

امام سیوطی لکھتے ہیں: **قال ابو معشر فی جزئه. انا ابو عبدالله الحسین بن محمد بن منصور الفقیه الواعظ، ثنا ابو ابراهیم احمد بن الحسن القاضی ثنا ابو بکر محمد بن احمد بن محمد بن حمدان الحنفی ثنا ابو سعد اسماعیل بن علی السمان، ثنا ابو الحسین بن احمد بن محمد بن محمود البزار، ثنا ابو سعید الحسین بن احمد بن محمد ابن المبارك ثنا ابو العباس احمد بن الصلت بن المغلس الحمانی القاضی ثنا بشر بن الولید عن ابی یوسف عن ابی حنیفة سمعت انس بن مالكؓ یقول سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول طلب العلم فریضة علی كل مسلم.**

(تبییض الصحیفة فی مناقب ابی حنیفة ص ۱۲)

ترجمہ حدیث:

امام ابو معشر طبری اپنے جزء میں فرماتے ہیں کہ ہم سے ابو عبداللہ حسین بن محمد بن منصور فقیہ نے بیان کیا، وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے ابو ابراہیم احمد بن حسن قاضی نے بیان کیا وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے ابوبکر محمد بن احمد بن محمد بن حمدان حنفی نے بیان کیا وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے اسماعیل بن علی سمان نے بیان کیا وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے ابوالحسین بن احمد بن محمد بن

محمود البزار نے بیان کیا، وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے ابوسعید احمد بن محمد بن مبارک نے بیان کیا وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے ابوالعباس احمد بن صلت بن مغلس حمانی نے بیان کیا وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے بشر بن ولید قاضی نے بیان کیا وہ امام ابو یوسف سے وہ امام ابوحنیفہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالکؓ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ (بحوالہ امام اعظم ابوحنیفہ کا محدثانہ مقام ص ۴۸۸)

تخریج حدیث:

یہ حدیث سیوطی کے علاوہ بہت سے محدثین نے بھی نقل کی ہے۔

(۱) مسند ابی حنیفہ ابونعیم الاصبہانی ص ۱۷۶

(۲) مسند ابی حنیفہ ابن خسرو بلخی (ج۱ص۱۷۱)

(۳) الاربعین البلدانیہ (ص۳)

(۴) منازل الائمه الاربعه ابی حنیفه ومالك والشافعی واحمد (ص۱۶۸)

(۵) المتفق والمفترق (ج۲ص۱۰۵۷)

(۶) تاریخ بغداد ج۹ص۱۱۱، ترجمہ سعید بن ابی سعید و تاریخ بغداد (ج۴ص۲۰۸)

(۷) مشیخته ابو الحسن محمد بن الانجب النعال البغدادی الصوفی المتوفی ۶۵۹ھ (ص۹۵)

(۸) التدوین فی اخبار قزوین ج۱ ص۲۹۰ و ج۱ ص۴۳۸

(۹) ابن النجار فی ذیل تاریخ بغداد ج۲ ص۸۷
ترجمہ علی بن احمد بن عیسیٰ ابی الحسن البیہقی

(۱۰) الانتصار والترجیح للمذهب الصحیح اردو ص۳۵، ۳۶

(۱۱) جامع المسانید مترجم ج۱ص۱۹۲، حدیث نمبر ۶۷

ان سب کتابوں میں امام ابوحنیفہ خود حضرت انس بن مالکؓ سے یہ حدیث روایت کر

رہے ہیں۔

امام ابوحنیفہ کے علاوہ یہ حدیث دوسری سندوں سے بھی مروی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) سنن ابن ماجہ، ج اص ۸۱، باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم

(۲) مسند ابویعلی ج ۵ص ۲۲۳

(۳) المعجم الاوسط ج اص ۸

(۴) المعجم الصغیر ج اص ۳۶

(۵) مسند الشامیین ج ۳ص ۲۰۲

(۶) معجم شیوخہ ابوبکر الاسماعیلی ج ۳ص ۵۷۷

(۷) الفوائد تمام الرازی ج ۲ص ۲۴۸

(۸) حلیۃ الاولیاء ابونعیم اصبہانی ج ۸ص ۳۲۳

(۹) المدخل بیہقی ص ۲۴۱

(۱۰) تاریخ واسط ابن بحشل ص ۶۵ و ۷۰

ان سب کتابوں میں یہ حدیث حضرت انس بن مالکؓ ہی سے مروی ہے۔

(۲)

حدیث ثانی: حضرت انس بن مالکؓ سے

مظلوموں کی فریادرسی کا بیان

متن حدیث:

(٤٧٧) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ اَنَسٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ اِغَاثَةَ اللَّفْهَانِ.

ترجمہ حدیث:

امام ابوحنیفہ حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ مظلوموں کی مدد کرنے کو پسند کرتا ہے۔

(مسند امام اعظم حصکفی، کتاب الادب، باب ما جاء فی اغاثة اللفهان ص ٥٠٧، حدیث نمبر ٤٧٧)

تخریج حدیث:

(۱) امام اعظم ابوحنیفہ کا محدثانہ مقام ص ۴۸۸

(۳)

حدیث ثالث: حضرت انس بن مالکؓ سے
نیکی کے کام پر رہنمائی کرنے والے کا بیان

متن حدیث:

(۴۷۱) اَبُوْ حَنِیْفَةَ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلدَّالُ عَلَی الْخَیْرِ کَفَاعِلِهٖ.

ترجمہ حدیث:

حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا نیکی کے کام پر رہنمائی کرنے والا بھی ایسے ہی ہے جیسے نیکی کرنے والا۔

(مسند امام اعظم حصکفی، کتاب الادب، باب ما جاء فیمن دل علی خیر، حدیث نمبر ۴۷۱، ص۵۰۲)

تخریج حدیث:

(۱) امام اعظم ابوحنیفہ کا محدثانہ مقام ص ۴۸۸

شرح حدیث:

کوئی برائی متعدی ہوتی ہے یا نہیں؟ یہ ایک حقیقت مسلمہ ہے کہ نیکی اور برائی بہرحال متعدی ہوتی ہے، نیکی اپنے اثرات چھوڑتی ہے اور گناہ اپنے اثرات دکھاتا ہے یہی وجہ ہے کہ ایک نیکی انسان کو دوسری نیکی کی راہ دکھاتی ہے اور ایک گناہ انسان کو دوسرے گناہ کا راستہ سجھاتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ نیکی کا فائدہ صرف نیکی کرنے والوں کو ہی نہیں ہوتا بلکہ اس نیکی کا

سبب بننے والا بھی اس فائدہ میں برابر کا شریک ہوتا ہے، اسی طرح گناہ کا نقصان صرف گناہ کرنے والے کو ہی نہیں ہوتا بلکہ اس گناہ کا سبب بننے والا بھی اس گناہ اور نقصان میں برابر کا شریک ہوتا ہے۔

(۲) حضرت عبداللہؓ بن حارث بن جزءزبیدی سے امام صاحب کی روایت

(۴)

حدیث: حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء الزبیدیؓ سے تفقہ فی الدین کی فضیلت

متن حدیث:

(۳۳) قَالَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ وُلِدَتُ سَنَةَ ثَمَانِيْنَ وَحَجَجْتُ مَعَ اَبِىْ سَنَةَ سِتٍّ وَّتِسْعِيْنَ وَاَنَا ابْنُ سِتَّ عَشْرَةَ سَنَةً فَلَمَّا دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ وَرَأَيْتُ حَلْقَةً عَظِيْمَةً فَقُلْتُ لِاَبِىْ حَلْقَةُ مَنْ هٰذِهٖ فَقَالَ حَلْقَةُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ جَزْءٍ الزَّبِيْدِىْ صَاحِبِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَقَدَّمْتُ فَسَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ تَفَقَّهَ فِىْ دِيْنِ اللّٰهِ كَفَاهُ اللّٰهُ تَعَالٰى مُهِمَّهٗ وَرَزَقَهٗ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ.

ترجمہ حدیث:

امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ میری پیدائش ۸۰ھ میں ہوئی ہے میں نے ۹۶ھ میں جب کہ میری عمر سولہ سال تھی، اپنے والد صاحب کے ساتھ حج کی سعادت حاصل کی، جب میں مسجد حرام میں داخل ہوا تو وہاں میں نے ایک بہت بڑا حلقہ دیکھا، میں نے اپنے والد صاحب سے پوچھا یہ کس کا حلقہ ہے؟ انہوں نے بتایا کہ یہ صحابی رسول حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء الزبیدی کا حلقہ ہے۔ چنانچہ میں آگے بڑھ کر ان کے حلقے میں شریک ہو گیا، میں نے انہیں یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص اللہ کے دین میں سمجھ بوجھ حاصل کرنے کی راہ پر چل پڑتا ہے اللہ اس کے کاموں میں اس کی کفایت فرماتا ہے اور اسے ایسی جگہوں سے رزق عطا فرماتا ہے جہاں اس کا وہم و گمان بھی

نہ گیا ہو۔

(مسند اعظم حصکفی مترجم کتاب العلم باب ما جاء فی فضل من تفقه فی دین الله، حدیث نمبر ۳۳، ص ۱۲۵)

تخریج حدیث:

(۱) مناقب الامام الاعظم از صدر الائمہ موفق بن احمد مکی صفحہ ۲۵

(۲) امام ابوحنیفہ کی تابعیت اور صحابہ سے ان کی روایت ص ۸۸

(۳) صفوۃ النیابہ ص ۱۳۴

(۴) تاریخ بغداد ج ۳ ص ۳۲

(۵) اخبار ابی حنیفہ واصحابہ ص ۴

(۶) جامع بیان العلم وفضلہ ج ۱ ص ۱۰۱

(۷) الانتصار والترجیع للمذهب الصحیح اردو ص ۳۶

(۵)

حدیث اول: عبداللہ بن ابی اوفٰی الاسلمی رضی اللہ عنہ

اس شخص کے اجر کا بیان جو اللہ کے لیے مسجد بنائے

متن حدیث:

(۹۲) اَبُوْ حَنِیْفَةَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ اَوْفٰی یَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ بَنٰی لِلّٰهِ مَسْجِدًا وَلَوْ کَمِفْحَصِ قِطَاةٍ بَنَی اللّٰهُ تَعَالٰی لَهٗ بَیْتًا فِی الْجَنَّةِ

ترجمہ حدیث:

امام صاحبؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن اوفٰی کو فرماتے ہوئے سنا وہ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص تعمیر مسجد میں حصہ لے اگرچہ قطا پرندہ کے گھونسلے کے برابر ہی ہو، اللہ تعالٰی اس کے لیے جنت میں گھر بنائیں گے۔

(مسند امام اعظم حصکفی مترجم، کتاب الصلوٰۃ باب ما جاء فی من بنی لله مسجدًا حدیث نمبر ۹۲، ص ۱۸۷)

شرح حدیث:

اس حدیث میں تعمیر مسجد میں حصہ لینے کی فضیلت کا بیان ہے، لیکن اس کی وضاحت سے قبل اس حدیث کی سند کی طرف متوجہ کرنا ضروری ہے کیونکہ مشہور کتب حدیث میں سند حدیث کے اعتبار سے اس سے زیادہ عالی سند روایت کا ملنا ناممکن ہے، وجہ اس کی یہ ہے کہ اس حدیث میں نبی علیہ السلام اور امام صاحب کے درمیان صرف ایک واسطہ ہے یعنی

حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ اور چونکہ امام صاحب نے سماع کی تصریح کی ہے اس لیے رؤیت اور روایت دونوں اکٹھے ہو جانے سے یہ امام صاحب کی تابعیت کی ایک اور دلیل ہے۔

تخریج حدیث:

(١) صفوة النيابة ص ١٦٠

(٢) مسند ابی حنيفة ابن خسرو بلخی ج٢ ص ١٠٥

(٣) الانتصار والترجيح للمذهب الصحيح اردو ص ٤١

(٤) امام اعظم ابو حنيفه کا محدثانه مقام ص ٤٩١

(٦)

حدیث ثانی: عبداللہ بن ابی اوفٰی الاسلمی رضی اللہ عنہ

جھوٹی حدیث گھڑنے والے کی سزا جہنم ہے

متن حدیث:

ذکر عمر بن محمد النسفی فی القند فی ذکر علماء سمر قند (ص۱٤۲) رأیت بخط الشیخ ابی البدیع منصور بن محمد السمر قندی حدثنا ابو الفتح صالح بن محمد الرازی، قال: حدثنا ابو الحسن احمد بن الحمد العباسی، قال: حدثنا ابو علی الحسن بن علی الدمشقی، قال: حدثنا ابو زفر عبد العزیز بن الحسن الطبری، قال: حدثنا احمد بن عبد الرحمن الحلوانی قال: حدثنا ابو عبدالله محمد بن یزید، قال: حدثنا جعفر، عن عبدالرحمن، قال: حدثنا ابو یوسف، قال: حدثنا ابو حنیفة عن عبدالله بن ابی اوفٰی رضی الله عنه یقول: سمعت رسول الله صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَقُوْلُ عَلَيَّ مَا لَمْ اَقُلْ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ.

تخریج حدیث:

صفوة النیابة ص ۱۷۳

ترجمہ حدیث:

ذکر کیا عمر بن محمد نے (اپنی کتاب) القند فی ذکر علماء سمر قند کے ص۱۴۲ میں کہ دیکھا میں نے شیخ ابوالبدیع منصور بن محمد سمرقندی کو وہ فرماتے ہیں کہ بیان کیا ہم سے ابوالفتح صالح بن

محمد الرازی نے، وہ فرماتے ہیں بیان کیا ہم سے ابوالحسین احمد بن الحمد العباسی نے، وہ فرماتے ہیں کہ بیان کیا ہم سے ابوعلی الحسن بن علی دمشقی نے، وہ فرماتے ہیں بیان کیا ہم سے ابوزفر عبدالعزیز بن الحسن الطبری نے، وہ فرماتے ہیں کہ بیان کیا ہم سے احمد بن عبدالرحمٰن العلوانی نے، وہ فرماتے ہیں کہ بیان کیا ہم سے ابوعبداللہ محمد بن یزید نے، وہ فرماتے ہیں بیان کیا ہم سے جعفر نے، وہ عبدالرحمٰن سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں بیان کیا ہم کو ابو یوسف نے وہ فرماتے ہیں کہ بیان کیا ہم سے بیان کیا ہم سے امام ابوحنیفہ نے، وہ عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں عبداللہ بن ابی اوفی فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس آدمی نے مجھ پر ایسی بات کہی جو میں نے نہ کہی ہو تو اسے چاہیے کہ وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔

(۷)

حدیث اول: حضرت عبداللہ بن انیسؓ

آدمی کا کسی چیز کی محبت میں فریفتہ ہو جانا

متن حدیث:

قَالَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ وُلِدَتُّ سَنَةَ ثَمَانِيْنَ وَقَدِمَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اُنيس صَاحِبُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْكُوْفَةَ سَنَةَ اَرْبَعَ وَتِسْعِيْنَ وَرَاَيْتُهُ وَسَمِعْتُ مِنْهُ وَاَنَا ابْنُ اَرْبَعَ عَشَرَةَ سَنَةً سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ حُبُّكَ الشَّيْءَ يُعْمِيْ وَيُصِمُّ.

ترجمہ حدیث:

امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ میری پیدائش ۸۰ھ میں ہوئی اور حضرت عبداللہ بن انیسؓ جو صحابی رسول ہیں ۹۴ھ میں کوفہ تشریف لائے تھے، میں نے ان کی زیارت بھی کی ہے اور ان سے حدیث کی سماعت بھی کی ہے، اس وقت میری عمر چودہ سال تھی، وہ فرماتے تھے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ کسی چیز کی محبت تمہیں اندھا بہرہ کر سکتی ہے۔

(مسند امام اعظم حصکفی، کتاب الادب، باب ما قیل فی حب الرجل الشیء، حدیث نمبر ۴۷۹، ص ۵۰۸)

شرح حدیث:

''محبت'' ایک پاکیزہ جذبہ ہے جو مال و دولت، عہدہ و منصب اور حسن و جمال کی کم تر

چیزوں کا محتاج نہیں ہوتا، اب دنیا سے محبت رخصت ہوگئی ہے اور محبت کا دعویٰ کرنے والے درحقیقت حرص و لالچ اور اور ہوی و ہوس کو محبت سمجھ بیٹھے ہیں، یہ ایک دھوکہ ہے جس کے ذریعے لوگ اپنے مقاصد حاصل کر کے اپنے محبوب کو بیچ دریا کے چھوڑ آتے ہیں، لیکن اگر ایک لمحے کے لیے اس حرص و طمع سے بھرپور ملاقات اور تعلق ہی کو ''محبّ'' تسلیم کر لیا جائے تب بھی حدیث کا مدعا واضح ہے کہ لوگ اس کی خاطر ہر چیز سے آنکھیں بند کر لیتے ہیں، اور کسی ناصح کی نصیحت سن کر بھی ان کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی، وہ اپنے والدین اور بہن بھائیوں تک کو فراموش کر دیتے ہیں، اپنا کیریئر داؤ پر لگا دیتے ہیں اور اپنے تمام خاندان کو پس پشت ڈال دیتے ہیں، یہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت ہے جو کھلی آنکھوں ہمیں نظر آ رہی ہے۔

تخریج حدیث:

(۱) صفوۃ النیابۃ ص ۱۷٤

(۲) الانتصار والترجیح للمذهب الصحیح اردو ص ۳۹)

(۳) امام اعظم ابو حنیفه کا محدثانه مقام ص ٤۹۱)

(٨)

حدیث ثانی: حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ

متن حدیث:

اخبرنا الامام صابر بن احمد السمرقندی، قال: اخبرنا الامام ابو نصر احمد بن الفضل بن یحیی البخاری، قال: حدثنا القاضی ابو القاسم عبدالله بن العباس بسرخس، قال حدثنا احمد بن عبدالعزیز، قال: حدثنا نصرویه بن نصر، قال: حدثنا السید احمد بن الحسن، قال: حدثنا احمد بن علی الخطیب، قال: حدثنا علی بن بدر القاضی، عن هلال بن العلاء، عن ابیه، قال: سمعت ابا حنیفة رحمه الله یقول: سمعت عبد الله بن انیس رضی الله عنه، قال: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ رَاَيْتُ فِيْ عَارِضَى الْجَنَّةِ فِی اللَّيْلَةِ الَّتِيْ اُسرِىَ بِيْ ثَلاثَةَ اَسْطُرٍ مَكْتُوْبَةً بِالذَّهَبِ الْاَحْمَرِ لَا بِمَاءِ الذَّهَبِ: فِی السَّطْرِ الْاَوَّلِ: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ، وَفِی السَّطْرِ الثَّانِیْ: الْاِمَامُ ضَامِنٌ وَالْمُؤَذِّنُ مُؤْتَمَنٌ، اَرْشَدَ اللّٰهُ الْاَئِمَّةَ وَغَفَرَ لِلْمُؤَذِّنِيْنَ، وَفِی السَّطْرِ الثَّالِثِ: وَجَدْنَا مَا قَدَّمْنَا وَخَسِرْنَا مَا خَلَّفْنَا وَقَدِمْنَا عَلٰى رَبٍّ غَفُوْرٍ. (تاریخ سمر قند ص ١٤٧، مصنف عمر بن محمد النسفی)

تخریج حدیث:

صفوة النیابة بلقاء ابی حنیفة الصحابة، ص ١٨٧

عمر بن محمد نسفی تاریخ سمرقند کے ص ۱۴۷ میں فرماتے ہیں کہ خبر دی ہم کو امام صابر بن احمد

سمرقندی نے وہ فرماتے ہیں خبر دی ہم کو امام ابونصر احمد بن فضل بن یحییٰ بخاری نے، وہ فرماتے ہیں کہ بیان کیا ہم سے قاضی ابوالقاسم عبداللہ بن عباس سرخس نے، وہ فرماتے ہیں کہ بیان کیا ہم سے احمد بن عبدالعزیز نے، وہ فرماتے ہیں بیان کیا ہم سے نصرویہ بن نصر نے، وہ فرماتے ہیں بیان کیا ہم سے سید احمد بن حسن نے، وہ فرماتے ہیں بیان کیا ہم سے احمد بن علی خطیب نے، وہ فرماتے ہیں بیان کیا ہم سے علی بن بدر قاضی نے، وہ ہلال بن علاء سے روایت کرتے ہیں وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں میں نے امام ابوحنیفہ کو فرماتے ہوئے سنا، امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا، حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے معراج کی رات جنت کے کنارے پر تین سطریں لکھی ہوئی دیکھیں جو سرخ رنگ کے سونے سے لکھی تھیں نہ کہ سونے کے پانی سے۔ پہلی سطر میں لکھا تھا: لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ، دوسری سطر میں لکھا تھا: امام ضامن ہوتا ہے اور مقتدی امانت دار اللہ رہنمائی فرمائے اماموں کی اور مغفرت فرمائے موذنوں کی، اور تیسری سطر میں لکھا تھا ہم نے وہ چیز پالی جو ہم نے آگے بھیجی اور گھاٹے میں رہی وہ چیز جو ہم نے پیچھے چھوڑ دی اور ہم آگئے ایسے رب کے پاس جو معاف کرنے والا ہے۔

(۹)

حدیث اول: واثلہ بن الاسقع

کسی کی مصیبت پر خوش ہونے کی ممانعت کا بیان

متن حدیث:

اَبُوْ حَنِيْفَةَ قَالَ سَمِعْتُ وَاثِلَةَ بْنَ الْاَسْقَعِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا تُظْهِرَنَّ شَمَاتَةً لِاَخِيْكَ فَيُعَافِيْهِ اللّٰهُ وَيَبْتَلِيْكَ اللّٰهُ.

ترجمہ حدیث:

امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت واثلہ بن اسقع کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے اپنے بھائی کی مصیبت پر خوشی کا اظہار کبھی نہ کرنا، ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ اسے عافیت دے دے اور تمہیں اس میں مبتلا کر دے۔

(مسند امام اعظم حصکفی، کتاب الادب، باب النهی عن الشماتة، حدیث نمبر ۴۸۰، ص۵۰۹)

تخریج حدیث:

مسند ابی حنیفة ابن خسرو بلخی، ج۳ ص ۸۴۰، صفوة النیابة ص۱۹۷، انتصار والترجیح ص۴۱، امام اعظم ابو حنیفه کا محدثانه مقام ص ۴۹۰)

شرح حدیث:

اللہ سے ڈرنے والے لوگ تو اپنے دشمن کی تکلیف اور مصیبت پر خوشی کا اظہار نہیں کرتے بلکہ اس پر غمگین ہوتے ہیں اور اپنے لیے اللہ سے عافیت کا سوال کرتے ہیں۔

(۱۰)

حدیث ثانی: حضرت واثلہؓ بن اسقع

شک والی چیز کو چھوڑ دینا چاہیے

متن حدیث:

ثم قال ابو معشر: انا ابو عبدالله، حدثنا ابراهيم، حدثنا ابو بكر النخعي، حدثنا ابو سعيد الحسين بن احمد، ثنا علي بن احمد بن الحسين البصري، ثنا احمد بن عبد الله بن حرام، ثنا مظفر بن المنهال، ثنا موسىٰ بن عيسىٰ بن المنذر الحمصي، ثنا ابي، ثنا اسماعيل بن عياش عن ابي حنيفة عن واثلة بن الاسقع ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: دع ما يريبك الى ما لا يريبك. (تبييض الصحيفة سيوطي)

ترجمہ حدیث:

پھر امام ابومعشر طبری فرماتے ہیں کہ ہم سے ابوعبداللہ نے بیان کیا، وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے ابراہیم نے بیان کیا، وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے ابوبکر حنفی نے بیان کیا، وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے ابوسعید حسین بن احمد نے بیان کیا، وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے علی بن احمد بن حسین بصری نے بیان کیا، وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے احمد بن عبداللہ بن حرام نے بیان کیا، وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے مظفر بن منہل نے بیان کیا وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے موسیٰ بن عیسیٰ بن منذر حمصی نے بیان کیا، وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے میرے والد عیسیٰ بن منذر نے بیان کیا، وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے اسماعیل بن عیاش نے بیان کیا، وہ امام ابوحنیفہ سے وہ حضرت واثلہ

بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو چیز تم کو شک میں ڈالے اس کو چھوڑ کر وہ چیز اپنا لو جو تم کو شک میں نہ ڈالے۔

(بحوالہ امام اعظم ابوحنیفہ کا محدثانہ مقام ص ۴۹۰)

(۱۱)

حدیث: جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہ

اگر کسی شخص کے یہاں اولاد نہ ہوتی تو کیا کرے؟

متن حدیث:

اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ مِنَ الْاَنْصَارِ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا رُزِقْتُ وَلَدًا قَطُّ وَلاَ وُلِدَ لِيْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَيْنَ اَنْتَ مِنْ كَثْرَةِ الْاِسْتِغْفَارِ وَكَثْرَةِ الصَّدَقَةِ تَرْزَقُ بِهِمَا فَكَانَ الرَّجُلُ يُكْثِرُ الصَّدَقَةَ وَيُكْثِرُ الْاِسْتِغْفَارَ قَالَ جَابِرٌ فَوُلِدَ لَهٗ تِسْعَةُ ذُكُوْرٍ.

ترجمہ حدیث:

امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ ایک انصاری آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر کہنے لگا کہ یارسول اللہ! میرے یہاں ابھی تک کوئی اولاد نہیں ہوئی، نبی علیہ السلام نے فرمایا تو تم کثرت سے استغفار اور کثرت صدقہ سے کہاں غفلت میں رہے؟ اس کی برکت سے تمہیں اولاد نصیب ہوگی، اس آدمی نے کثرت سے صدقہ دینا اور استغفار کرنا شروع کردیا، حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ اس کی برکت سے اس کے یہاں نو لڑکے پیدا ہوئے۔

(مسند امام اعظم حصکفی، کتاب الطب، باب ما لم یولد له ولد، حدیث نمبر ٤٤٦، ص ٤٨٤)

تخریج حدیث:

(۱) صفوۃ النیابۃ ص ۲۱۰

(۲) الانتصار و الترجیع للمذهب الصحیح ص ٤٠

شرح حدیث:

یہ روایت اصل میں مرفوع نہیں مرسل ہے۔

اس حدیث میں اولاد آدم کے ایک بہت بڑے مسئلے کو حل کر دیا گیا ہے کیونکہ اولاد کی ہر شادی شدہ کو خواہش ہوتی ہے جس کی تکمیل کے لیے کبھی وہ درگاہوں اور درباروں پر دیگیں چڑھاتا ہے اور کبھی گھوڑوں کے نیچے سے گزرنا باعث سعادت سمجھتا ہے، کبھی منتیں مرادیں مانتا ہے اور کبھی قبروں کے طواف اور سجدہ کرتا ہے، کسی نے سچ کہا ہے اولاد ایک ایسی چیز ہے کہ اگر ہو تو سر میں درد اور نہ ہو تو دل میں درد رہتا ہے۔

نبی علیہ السلام نے حصول اولاد کا نسخہ دو کام بتائے ہیں، ایک تو بکثرت استغفار کرنا کیونکہ خود قرآن کریم میں حضرت نوح علیہ السلام کے واقع میں فرمایا گیا ہے۔

اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهَارًا (نوح:۱۰،۱۱،۱۲)

اور دوسرے کثرت سے صدقہ و خیرات کرنا کیونکہ جب ضرورت مند کی ضرورت پوری ہو جائے اور وہ متعلقہ آدمی کے حق میں دعا کر دے تو اللہ اس کی دعا رد نہیں فرماتے۔

(۱۲)

حدیث: حضرت عبداللہ بن ابی حبیبہؓ

جس نے یہ گواہی دی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اس پر جنت واجب ہوگئی

متن حدیث:

محمد قال اخبرنا ابو حنيفة قال: حدثنا عبدالله بن ابى حبيبة رضى الله عنه قال: سمعت ابا الدرداء رضى الله عنه صاحب رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: بينا انا رديف رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: يا ابا الدرداء من شهد ان لا اله الا الله وانى رسول الله وجبت له الجنة. قال: قلت له: وإن زنى وإن سرق؟ فسكت عنى ثم سار ساعة ثم قال: من شهد ان لا اله الا الله وانى رسول الله وجبت له الجنة. قلت: وإن زنى وإن سرق؟ قال: وإن زنى وإن سرق، وإن رغم انف ابى الدرداء. قال: فكانى انظر إلى اصبع ابى الدرداء السبابة يؤمى بها إلى ارنبته.

(كتاب الآثار مترجم مولانا حبيب الله مختار ص۲٦۲، باب الايمان حديث نمبر ۳۷۳)

ترجمہ حدیث:

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے خبر دی، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ہم سے حضرت عبداللہ بن ابی حبیبہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ

کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ ایک موقع پر جب کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کے پیچھے بیٹھا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوالدرداء! جو شخص اس بات کی گواہی دے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں، اس کے لیے جنت واجب ہوگئی۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا: اگر چہ اس نے زنا کیا ہو یا چوری کی ہو تب بھی؟ یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ذرا دیر خاموش رہے پھر کچھ دیر چلتے رہے اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی ارشاد فرمایا کہ جس نے یہ گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اس کا رسول ہوں اس کے لیے جنت واجب ہوگئی۔ میں نے پھر عرض کیا اگر چہ اس نے زنا کیا اور چوری کی ہو تب بھی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں اگر چہ اس نے زنا کیا ہو اور چوری کی ہو تب بھی اور اگر چہ ابوالدرداء کی ناک مٹی میں رگڑی جائے تب بھی ابن ابی حبیبہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی شہادت کی انگلی کو دیکھ رہا تھا کہ وہ اس کے ذریعہ اپنی ناک کے بانسے کی طرف اشارہ کرتے جا رہے تھے۔

تخریج حدیث:

امام ابوحنیفہ کی سند سے یہ روایت کتاب الآثار امام محمد کے علاوہ مندرجہ ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

(۱) کتاب الآثار امام ابو یوسف ص۱۹۷، باب العزو الحبیش حدیث نمبر ۸۹۱

(۲) مسند ابی حنیفه ابو نعیم اصبهانی ص۱۷۵

(۳) مسند ابی حنیفه ابو محمد الحارثی البخاری ج۱ ص۴۲۳

(٤) مسند ابی حنیفه حافظ ابن خسرو البلخی ج۲ ص۵۷۲

(۵) مسند ابی حنیفه ابن المقری ص۴۲

(٦) جامع المسانید ج۱ ص۱۲۹

امام ابوحنیفہ کے علاوہ دیگر محدثین نے بھی اس حدیث کے متن کو کچھ الفاظ کی کمی بیشی کے ساتھ اپنی اپنی سند سے روایت کیا ہے۔ یہ روایت مختلف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کسی محدث نے کسی صحابی سے اور کسی محدث نے کسی صحابی سے اس کو روایت کی ہے۔

(۱)...... بخاری کتاب اللباس، باب الثیاب البیض میں ابوذر رضی اللہ عنہ سے

(۲)...... مسلم کتاب الایمان، باب من مات لا یشرك بالله شیئا میں ابوذر رضی اللہ عنہ سے

(۳)...... صحیح ابن حبان ج۱ ص۳۹۲ حدیث نمبر ۱۶۹

(٤)...... مسند احمد ج۵ ص۱٦٦، و ج۲ ص۳۵۷، و ج٦ ص٤٤۲

(۵)...... السنن الکبریٰ النسائی ج٦ ص۲۷٦

(٦)...... شرح مشکل الآثار ج۱۰ ص۱٦۷

(۷)...... تهذیب الاثار طبری حدیث نمبر ۱۹۳۳

(۸)...... الاحاد والمثانی ج۳ ص۳۳

تحقیق حدیث:

اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

اس حدیث کے پہلے راوی امام محمد رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ یہ ثقہ ہیں۔

دوسرے راوی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ ان کے حالات پہلے گزر چکے ہیں۔ یہ ثقہ ہیں اور مجتہد مطلق ہیں۔ ائمہ اربعہ میں سے ایک ہیں۔ اس کتاب میں ان کے متعلق تفصیل گزر چکی ہے۔

تیسرے راوی حضرت عبداللہ بن ابی حبیبہ رضی اللہ عنہ ہیں یہ صحابی ہیں۔ ان کا مکمل نام اور نسب اس طرح ہے۔

(۱) عبدالله بن ابی حبیبه الانصاری واسمه الادرع بن الازعر بن زید بن العطاف بن ضبیعة بن زید بن مالك بن عوف بن عمرو بن عوف الانصاری

الاوسی من بنی عبد الاشهل وقیل من بنی عمرو بن عوف له صحبة کما فی الاصابة فی تمیز الصحابة ج٤ ص٥٣ ومعجم الصحابة لابن قانع ج٢ ص٩٢ والاکمال لرجال احمد ج١ ص٢٣٢ (بحواله سعی السلام ص١١٢، مطبوعه المکتبة الصخرة الوطنیة شاه لطیف ٹاؤن کراچی پاکستان ٢٠١٤. ١٤٣٥ھ)

(٢) علامہ ابن عابد شامی اپنی کتاب ''عقود اللآلی فی اسانید العوالی'' میں اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

وقال الشهاب المنینی هذا الحدیث یشهد لمن اثبت روایة ابی حنیفة عن الصحابة فان عبد الله بن ابی حبیبة عده الحافظ ابن حجر فی الصحابة قال فی الاصابة واسمه الادرع بن الازعر الانصاری الاوسی قال ابن ابی داؤد شهد الحدیبیة وذکره البخاری وابن حبان وغیرهما فی الصحابة وقال البغوی وکان یسکن قباء (عقود اللآلی ص٩٠، ٩١، طبع شام بحوالہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تابعیت اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے ان کی روایت ص١٠٩، ١١٠)

شہاب منینی کہتے ہیں کہ یہ حدیث اس شخص کے دعویٰ کی شاہد ہے جو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایت کو ثابت کرتا ہے اس لیے کہ حافظ ابن حجر (شافعی) نے عبداللہ بن ابی حبیبہ رضی اللہ عنہما کو صحابہ رضی اللہ عنہم میں شمار کیا ہے۔ چنانچہ وہ ''الاصابہ'' میں فرماتے ہیں: ان کے والد ابو حبیبہ رضی اللہ عنہ کا نام ادرع بن الاذعر ہے۔ یہ انصاری اور اوسی ہیں۔ ابن ابی داؤد کہتے ہیں: عبداللہ بن حبیبہ صلح حدیبیہ میں موجود تھے۔ بخاری اور ابن حبان وغیرہ نے ان کا صحابہ رضی اللہ عنہم میں شمار کیا ہے۔ بغوی کا بیان ہے کہ یہ قبا میں سکونت پذیر تھے۔

(١) الاستیعاب فی معرفة الاصحاب میں بھی علامہ ابن عبدالبر مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے کو صحابہ رضی اللہ عنہم میں شمار کیا ہے۔

(٤) امام ابونعیم اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ان کو صحابہ رضی اللہ عنہم میں شمار کیا ہے۔

(مسند ابی حنیفہ ص١٧٥، وحلیۃ الاولیاء ج......ص......)

شرح حدیث:

علامہ وحید الزماں بخاری والی حدیث جو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ کبیرہ کے مرتکب اگر بغیر توبہ کے بھی مر جائے لیکن موحد ہو تو اس کا کام اللہ کے اختیار میں ہوگا خواہ اس کو معاف کرے یا عذاب دے، بہشت میں لے جائے یا چند دن گناہ کے موافق عذاب دے کر پھر بہشت میں لے جائے۔ بہر حال مومن موحد جو دوسرے اصول اور ارکان اسلام کا انکار نہ کرتا ہو وہ ہمیشہ کے لیے دوزخ میں نہیں رہنے کا۔ زنا اور چوری دو گناہوں کا ذکر اس لیے کیا کہ ایک حق اللہ ہے ایک حق العبد اور ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ حقوق العباد بھی اصحاب حقوق کو راضی کر کے معاف کر دے۔ چنانچہ جب حجاج ظالم مرنے لگا تو کہنے لگا یا اللہ مجھ کو بخش دے۔ لوگ کہتے ہیں تو مجھ کو نہیں بخشنے کا یہ کلمہ اس کا امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے سنا تو فرمایا اللہ کے کرم سے کچھ تعجب نہیں۔

جب واجد علی شاہ بادشاہ اودھ گزر گیا تو مولانا فضل الرحمٰن (گنج مراد آبادی) صاحب نے فرمایا واجد علی شاہ بخشا گیا۔

ایک اور دہلی کا بادشاہ جو سخت گناہ گار تھا مرتے وقت یہ وصیت کر گیا کہ مجھ کو حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء کے مزار کے پاس دفن کر دینا وہیں دفن کیا گیا۔ اس کے مرنے کے کسی نے خواب میں دیکھا کہ حضرت نظام الدین گڑگڑا کر بارگاہِ الٰہی میں عرض کر رہے ہیں یا اللہ وہ میرے پاس اس امید سے آیا کہ تو اس کو بخش دے، اللہ تعالیٰ نے بخش دیا۔ بہر حال مومن کے لیے گو کتنا ہی گنہ گار ہو بڑی بڑی امید ہے لیکن کافر اور مشرک کے لیے کوئی امید نہیں۔ مومن اُس کو نہیں کہتے کہ نام کا مسلمان ہو یا جس کے باپ دادا مسلمان گزرے ہوں بلکہ مومن وہ ہے جو مرتے وقت توحید پر مرا ہو یعنی کسی قسم کا شرک نہ کرتا ہو شرک کے اقسام مشہور ہیں جو اپنے اپنے مقام پر بیان کیے گئے ہیں۔

(تیسیر الباری شرح صحیح بخاری ج۵ ص ۵۰٤ حاشیہ نمبر ۱)

(۱۴)

حدیث: حضرت عائشہ بنت عجرہ رضی اللہ عنہا

ٹڈی دل کا بیان

متن حدیث:

اَبُوْ حَنِيْفَةَ قَالَ سَمِعْتُ عَائِشَةَ بِنْتَ عُجَرَةَ تَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكْثَرُ جُنْدِ اللّٰهِ فِي الْاَرْضِ الْجَرَادُ لَا اٰكُلُهُ وَلَا اُحَرِّمُهُ.

ترجمہ حدیث:

امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ میں نے سنا کہ حضرت عائشہ بنت عجرہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ کا سب سے بڑا لشکر زمین میں ''ٹڈی دل'' ہے نہ میں اسے کھاتا ہوں اور نہ حرام قرار دیتا ہوں۔

(مسند امام اعظم حصکفی، کتاب الاطعمة، باب ماجاء فی الجراد، حدیث نمبر ۴۰۲، ص ۴۵۴)

شرح حدیث:

اس سے مراد وہ عام ٹڈیاں نہیں ہیں جو گھروں میں پائی جاتی ہیں اور کپڑوں میں سوراخ کر دیتی ہیں، بلکہ اس سے مراد ٹڈی دل ہے جو فصلوں کو تباہ کر دیتا ہے، غول کی شکل میں آتا ہے اور جس فصل سے گزر جاتا ہے اسے خراب کر دیتا ہے، اس کا گوشت بھی بہت لذیذ ہوتا ہے، اسے ذبح کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ اس کا سر اور پچھلا حصہ توڑ کر آگ پر سینک کر اسے کھا لیا جاتا ہے جو ایک بوٹی کا نوالہ بنتا ہے، بعض روایات کے مطابق اس کا زمین

سے ختم ہو جانا قیامت کی علامات میں سے ہے، نیز اس روایت میں یہ جو آیا ہے، ''لا اکلہ ولا احرمہ'' بعض دوسری روایات سے نبی علیہ السلام کا اسے تناول فرمانا بھی ثابت ہے اس لیے تردد والی روایات کو ابتدا پر محمول کیا جائے گا اور تناول والی روایت کو انتہاء پر جس کے لیے بہت سے قرائن مطولات میں ذکر کیے گئے ہیں۔

تخریج:

(۱) امام ابو حنیفہ کی تابعیت اور صحابہ سے ان کی روایت ص ۱۰۳

(۲) صفوة النیابة بلقاء ابی حنیفة الصحابة ص ۲۲۱

(۳) الانتصار الترجیع للمذهب الصحیح اردو ص ۴۲

(۴) امام ابو حنیفہ کا محدثانہ مقام ص ۴۹۲

☆......☆......☆

امام ابوحنیفہؒ کے اساتذہ کرام

امام ابوحنیفہؒ کے اساتذہ حدیث کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ ان سب کے تعارف کے لئے ایک ضخیم کتاب چاہیے۔ ہم یہاں صرف آپ کے ان بعض اساتذہ کا تعارف پیش کرتے ہیں جو علومِ حدیث میں انتہائی نامور ہیں۔

(۱) امام حماد بن ابی سلیمانؒ (م 120ھ)

امام حمادؒ ایک جلیل القدر تابعی، بلند پایہ فقیہ اور کثیر الحدیث وثقہ محدث تھے۔ حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) آپ کے بارے میں لکھتے ہیں:

تابعی کبیر، وثقہ ابن معین وغیرہ (المغنی ج۱،ص ۲۸۸) طبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

امام حماد تابعی کبیر ہیں، امام یحیٰ بن معینؒ وغیرہ محدثین نے ان کو ثقہ قرار دیا ہے۔

امام عجلیؒ فرماتے ہیں:

کوفی ثقة وكان افقه اصحاب ابراهيم (تہذیب التہذیب (ج۲،ص ۱۴)

امام حماد کوفی ثقہ اور ابراہیم نخعیؒ کے تلامذہ میں سب سے بڑے فقیہ ہیں۔

امام محمد سعدؒ (م ۲۳۰ھ) آپ کو کثیر الحدیث اور امام ابن عدیؒ (م ۳۶۵ھ) آپ کو کثیر الرّوایت کہتے ہیں۔ (ایضاً)

امام شعبہؒ (م ۱۶۰ھ) آپ کو صدوق اللسان (راست باز) قرار دیتے ہیں اور فرماتے ہیں:

كان حماد احفظ من الحكم

(الجرح والتعدیل (ج۱،ص ۱۳۷، طبع دار الفکر، بیروت)

امام حمادؒ، امام حکمؒ (جو جلیل القدر فقیہ محدث ہیں) سے بھی بڑے حافظ الحدیث تھے۔

امام سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) نے بھی آپ کو حفاظ حدیث میں شمار کیا ہے۔

(طبقات الحفاظ (ص ۵۵) طبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

آپ نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے خادم خاص حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور کئی جلیل القدر تابعین سے کسب علم کیا تھا، خصوصاً حضرت ابراہیم نخعیؒ (م ۹۵ھ) سے، جو حضرت علقمہؒ (م ۶۱ھ) کے واسطہ سے حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کی مسند علمی کے جانشین تھے۔

حافظ ابن عبدالبرؒ (م ۴۶۳ھ) لکھتے ہیں:

حماد بن ابی سلیمان وهو فقیه الکوفة بعد النخعی القائم بفتواها وهو معلم ابی حنیفة، وقیل لابراهیم النخعی

من نسال بعدك قال: حماد

(جامع بیان العلم (۲/۱۵۳) طبع دار الکتب العلمیۃ بیروت)

امام حماد بن ابی سلیمانؒ، جو امام ابراہیم نخعیؒ کے بعد کوفہ کے فقیہ اور ان کی مسند فتویٰ کے جانشین ہوئے، آپ امام ابوحنیفہؒ کے استاذ ہیں، ابراہیم نخعیؒ سے پوچھا گیا کہ آپ کے بعد ہم کس سے مسائل پوچھیں؟ تو انہوں نے جواب دیا، حماد سے۔

امام صاحبؒ نے ویسے تو بیشمار اساتذہ سے کسب علم کیا لیکن ان میں سب سے زیادہ جن سے علمی استفادہ کیا اور جن کی صحبت میں برسوں رہ کر علمی کمالات حاصل کئے، وہ امام حمادؒ کی بلند پایہ شخصیت ہیں۔

حافظ ابن تیمیہؒ (م ۷۲۸ھ) لکھتے ہیں:

امام ابو حنیفة، فشیخه الذی اختص به حماد بن ابی سلیمان، وحماد عن ابراهیم و ابراهیم عن علقمة

و علقمة عن ابی مسعود

(منہاج السنۃ (ج ۴، ص ۱۴۳) طبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

امام ابوحنیفہؒ کے استاذ، جن سے آپ نے خصوصی استفادہ کیا وہ حماد بن ابی سلیمانؒ ہیں اور امام حمادؒ نے امام ابراہیم نخعیؒ سے، ابراہیم نخعیؒ نے امام علقمہؒ سے اور علقمہؒ نے حضرت ابن مسعودؓ سے علم حاصل کیا۔

امام احمد بن ابراہیم اشعری قرطبیؒ (م ۵۵۵ھ) رقم طراز ہیں:

حماد بن ابی سلیمان فقیہ الکوفۃ و کان ممکنا من فنون العلم وھو استاذ الامام ابی حنیفۃ النعمان بن ثابت (التعریف فی الانساب (ص ۲٤٥)

امام حماد بن ابی سلیمان جو کہ کوفہ کے فقیہ اور فنون علم میں ماہر تھے، آپ امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابتؒ کے استاذ ہیں۔

امام حماد کی مجلس میں بڑے بڑے محدثین اور فقہاء شریک ہوتے تھے لیکن ان سب میں ان سے زیادہ استفادہ امام ابوحنفیہؒ نے کیا۔ چنانچہ ابن عبدالبر مالکیؒ (م ۴۶۳ھ) لکھتے ہیں:

وقد کان ابو حنیفۃ وھو اقعد الناس بحماد

(جامع بیان العلم وفضلہ (ج ۲، ص ۱۵۳)

امام ابوحنیفہؒ تمام لوگوں میں سب سے زیادہ امام حمادؒ کے پاس بیٹھنے والے تھے۔

حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے خود امام صاحبؒ کی زبانی نقل کیا ہے:

فصحبتہ ثمانی عشرۃ سنۃ (سیر اعلام النبلاء ج ۶ ص ۳۴)

میں اٹھارہ سال امام حمادؒ کی صحبت میں رہا ہوں۔

امام حمادؒ چونکہ تمام علوم شرعیہ بالخصوص فقہ اور حدیث کے جامع تھے۔ اس لئے امام صاحبؒ نے ان سے یہ دونوں علوم حاصل کئے۔ چنانچہ علامہ ابن الندیمؒ (م ۳۸۵ھ) امام حمادؒ کے ترجمہ میں ارقام فرماتے ہیں:

وعنه اخذ ابو حنيفة الفقه والحديث (کتاب الفہرست ابن ندیم ص ۲۵۶)
ان سے امام ابوحنیفہؒ نے فقہ اور حدیث دونوں کی تعلیم حاصل کی۔
امام صاحبؒ کے شاگرد رشید امام حسن بن زیادؒ (م ۲۰۴ھ) فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ چار ہزار حدیثیں روایت کرتے تھے ان میں سے دو ہزار حدیثیں امام حمادؒ کی سند سے تھیں۔ (مناقب ابی حنیفہ ص ۱۶۹ الکردی طبع دار الکتاب العربی، بیروت)
حافظ مزی فرماتے ہیں:
حماد بن ابی سلیمان (اور ابی سلیمان کا نام مسلم ہے) اشعری ابو اسماعیل کوفی فقیہ استاد امام صاحبؒ متوفی ۱۲۰ھ سنن اربعہ، مسلم اور تاریخ الکبیر للبخاری کے رواۃ میں سے ہیں۔ یہ حضرت انس بن مالکؓ سعید بن جبیر، سعید بن مسیّب وغیرھم سے روایت کرتے ہیں اس ترجمہ میں صحابہ کرامؓ تک صرف ایک واسطہ ہے۔

ابو حنيفة عن حماد بن ابی سليمان عن انس بن مالك

شیخ الشیخ یعنی سعید بن مسیّب سے دو واسطے ہیں۔
سعید بن مسیّب بن حزن قرشی مخزومی متوفی ۹۴ھ ائمہ صحاح ستہ کے رواۃ میں سے ہیں اور امام صاحبؒ کے شیخ الشیخ ہیں۔ یہ حضرت انس بن مالک، براء بن عازب اور کئی صحابہ کرامؓ سے روایت کرتے ہیں۔ (تہذیب الکمال ج ۴ ص ۲۱۲)
اب امام صاحبؒ کی مرویات کی اسنادیوں ہوگی۔

ابو حنيفة عن حماد بن ابی سليمان عن سعيد بن المسيب عن الصحابة

اس طرح امام صاحبؒ اور صحابہ کرامؓ کے درمیان دو واسطے ہیں۔

(۲) امام ابو عمرو عامر بن شرحبیل شعبیؒ (م ۱۰۳ھ)

امام شعبیؒ حضرت عمر فاروقؓ کے دور خلافت میں پیدا ہوئے اور آپ کو یہ شرف حاصل ہے کہ آپ نے بڑی تعداد میں صحابہ کرام کی زیارت سے اپنی آنکھوں کو منور فرمایا۔ خود

فرماتے ہیں:

ادرکت خمسمائة من اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم

(تذکرۃ الحفاظ ج ۱ص ۶۴)

میں نے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پانچ سو صحابہ سے ملاقات کی ہے۔

امام موصوف نے ان پانچ سو صحابہ میں سے کئی صحابہ مثلاً خلیفہ راشد حضرت علی المرتضیٰ، حضرت عمران بن حصینؓ، حضرت جریر بن عبداللہؓ، حضرت ابوہریرہؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابن عمرؓ، اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت مغیرہ بن شعبہؓ وغیرہ سے احادیث بھی روایت کی ہیں۔

تابعین میں آپ کا مقام اتنا بلند تھا کہ ''علامۃ التابعین'' کے لقب سے مشہور تھے۔ امام ابن سیرینؒ (م ۱۱۰ھ) نے اپنے شاگرد سے فرمایا، امام شعبیؒ کو لازم پکڑو، اس لئے کہ میں نے ان کو بہت سے صحابہ کی موجودگی میں فتویٰ دیتے ہوئے دیکھا ہے۔ (ایضاً)

نیز فرماتے ہیں کہ میں جب کوفہ آیا تو امام شعبیؒ کا بہت بڑا حلقہ تھا حالانکہ اس وقت بڑی تعداد میں صحابہ کرام موجود تھے۔ (ایضاً (ص ۶۵)

ایک دفعہ حضرت ابن عمرؓ، امام شعبیؒ کے پاس سے گزرے تو وہ مغازی کا درس دے رہے تھے۔ حضرت ابن عمرؓ اُن کا درس سن کر فرمانے لگے کہ میں خود ان جنگوں میں شریک رہا، لیکن ان جنگوں کے حالات کو یہ مجھ سے زیادہ یاد رکھنے اور جاننے والے ہیں۔

(تذکرۃ الحفاظ ج ۱ص ۶۴)

امام عاصم احولؒ (م ۱۴۲ھ) فرماتے ہیں کہ امام شعبیؒ حضرت حسن بصریؒ سے بھی زیادہ کثیر الحدیث اور عمر میں ان سے دو سال بڑے تھے۔ (ایضاً (ص ۶۶)

نیز فرماتے ہیں:

مارأيت احدا علم بحديث اهل الكوفة والبصرة والحجاز من الشعبي

(ایضاً)

میں نے کوئی شخص ایسانہیں دیکھا جو کوفہ، بصرہ اور حجاز والوں کی احادیث کو امام شعبیؒ سے زیادہ جانتا ہو۔

خود امام شعبیؒ کا اپنا بیان ہے کہ:

مجھے جب بھی کسی نے کوئی حدیث سنائی تو وہ مجھے حفظ ہو گئی اور مجھے یہ خواہش نہیں ہوئی کہ وہ مجھ سے یہ حدیث دوبارہ بیان کرے۔ (ایضاً)

امام شعبیؒ یہ وہی بزرگ ہیں جنہوں نے امام ابوحنیفہؒ کو تحصیل علم میں پوری طرح توجہ دینے کا مشورہ دیا تھا اور پھر امام صاحبؒ ان ہی کی تحریک وترغیب سے تحصیل علم میں ہمہ تن مشغول ہوئے۔ امام صاحبؒ نے کوفہ کے جن محدثین سے احادیث کا درس لیا۔ ان میں امام شعبیؒ بھی شامل ہیں۔ بلکہ یہ صحابہ کے بعد آپ کے سب سے بڑے استاذ الحدیث شمار ہوتے ہیں۔ چنانچہ حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے امام شعبیؒ کے ترجمہ میں امام صاحب کو بھی ان کے خصوصی تلامذہ حدیث میں شمار کیا ہے اور ساتھ لکھا ہے:

وهو اكبر شيخ لابی حنيفة (ایضاً (ج۱،ص۶۳)

یہ امام ابوحنیفہؒ کے سب سے بڑے شیخ ہیں۔

مشہور غیر مقلد عالم مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی مرحوم امام شعبیؒ کے بارے میں لکھتے ہیں:

مختلف فنون میں ماہر تھے۔ نہایت عقیل، عابد اور متقی اور قوی الحافظ تھے۔ صفحہ کاغذ پر نہ لکھتے تھے بلکہ جو کچھ ہوتا صندوق سینہ میں محفوظ رکھتے تھے۔ امام ابوحنیفہؒ کے اساتذہ میں سب سے بڑے یہی ہیں۔ (تاریخ اہل حدیث (۱۲۶)

امام بخاری نے تاریخ کبیر میں ان کے حالات تحریر کئے ہیں ہم یہاں پر اس کا خلاصہ بیان کرتے ہیں۔

عامر بن شرحبیل شعبی ابوعمرو کوفی مشہور قول کے مطابق آپ حضرت عمر فاروق ؓ کی خلافت کے ساتویں سال پیدا ہوئے اور سن وفات میں اختلاف ہے۔ ۱۰۴ یا ۱۰۵ یا ۱۰۶ یا ۱۱۰ھ۔ ائمہ صحاح ستہ کے رواۃ میں سے ہیں۔ یہ اسامہ بن زید بن حارثہ، اشعث بن قیس کندی، انس بن مالک، براء بن عازب، حسن اور حسین بن علی رضی اللہ عنہم، زید بن ثابت، سعد بن وقاص، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمر بن خطاب وغیرہم ایک جماعت صحابہ کرام سے روایت کرتے ہیں۔ امام ذہبی نے کہا عامر بن شراحیل شعبی امام ابوحنیفہ ؒ کے اکبر مشائخ میں سے ہیں اور انہوں نے پانچ سو صحابہ کرام کو پایا ہے۔

(تاریخ الکبیر ۵ ص ۱۳۹)

امام صاحب کی مروی حدیث میں صرف صحابہ کرام تک صرف ایک ہی واسطہ ہے اور وہ آپ کے شیخ عامر بن شرحبیل شعبی ہیں۔

امام صاحب کی حدیث کی سند یوں ہوگی۔

ابو حنیفة عن عامر بن شراحیل الشعبی عن الصحابة رضی الله عنهم

امام بخاری نے کتاب النکاح باب (لا تنکح المراۃ علی عمتھا) کے ترجمہ کے تحت ایک حدیث لائے ہیں وہ یہ ہے:

حدثنا عبدان اخبرنا عبدالله اخبرنا عاصم عن الشعبی سمع جابر اقال نص رسول الله صلی الله علیه وسلم

ان تنکح المراة علی عمتها او خالتها وقال داؤد و ابن عون عن الشعبی عن ابی هریرة

یعنی عامر بن شرحبیل شعب سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت جابر انصاری کو فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے منع فرمایا ہے کہ کسی عورت سے اس کی پھوپھی اور خالہ پر نکاح نہ کیا جائے۔ داؤد بن ابی ہندا اور ابن عون نے شعبی سے انہوں

نے حضرت ابو ہریرہؓ سے اس طرح روایت کیا:

اب امام صاحب کی اس کے متعلق حدیث سماعت فرمائیں۔

ابو حنیفه عن الشعبی عن جابر بن عبدالله وابی هریرة قالا لاتنکح المراة علی عمتها ولاعلی

(۳) حضرت عطاء بن ابی رباحؒ (م ۱۱۴ھ)

حضرت عطاءؒ بھی ایک جلیل القدر تابعی اور اپنے زمانہ میں مکہ مکرمہ کے سب سے بڑے محدث اور فقیہ تھے۔ ان کی ولادت حضرت عمرؓ یا حضرت عثمانؓ کے زمانہ خلافت میں ہوئی اور انہوں نے بڑی تعداد میں اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال مبارک کی زیارت کی ہے۔ حافظ ابن کثیر (م ۷۷۴ھ) لکھتے ہیں:

احد کبار التابعین الثقات الرفعاء یقال انه ادرك مائتی صحابة

(البدایہ والنہایہ ج ۲، ص ۴۵۱)

حضرت عطاءؒ، کبار تابعین اور ثقہ و بلند پایہ محدثین میں سے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے دوسو صحابہ کو پایا ہے۔

اسی طرح انہوں نے کئی صحابہ کرام مثلاً اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ، اُمّ المومنین حضرت اُمّ سلمہ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت ابو سعید خدریؓ وغیرہ سے حدیث کی سماعت بھی کی ہے۔

حضرت عطاءؒ کا علمی پایہ اس قدر بلند تھا کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے تھے، اے اہل مکہ! تم مسائل پوچھنے کیلئے میرے پس جمع ہو جاتے ہو، حالانکہ تم میں عطاء بن ابی رباح موجود نہیں ہیں کہ تم مجھ سے مسائل پوچھتے ہو؟

امام ابو جعفر باقر (م ۱۱۴ھ) فرماتے تھے کہ اس روئے زمین پر کوئی ایسا شخص نہیں بچا جو حج کے مسائل کو عطاء بن ابی رباح سے زیادہ جانتا ہو۔

خود امام ابوحنیفہؒ کا ارشاد ہے میں نے عطا بن ابی رباح سے افضل کوئی شخص نہیں دیکھا۔ حافظ ذہبیؒ (۷۴۸ھ) نے ان کا شاندار ترجمہ لکھا ہے اور اس کا آغاز ''مفتی اھل مکۃ ومحدثھم القدوۃ العلم'' کے القاب سے کیا ہے۔ (تذکرۃ الحفاظ (ج ۱ ص ۷۵، ۷۶)

مکہ مکرمہ میں حضرت عطاءؒ کا حلقہ درس بہت مشہور تھا اور دور دور سے لوگ ان کے حلقہ میں شریک ہو کر اپنی علمی تشنگی کی سیرابی کیا کرتے تھے۔

امام صاحب بھی اپنے قیام مکہ کے دوران ان کے حلقہ میں شریک ہوتے رہے اور ان سے آپ نے مکہ میں ہی حدیث کا سماع بھی کیا تھا جیسا کہ حافظ ذہبیؒ کے حوالہ سے آپ ماقبل پڑھ چکے ہیں۔

نیز ذہبیؒ امام صاحب کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

وروی عن عطاء بن ابی رباح وھو اکبر شیخ لہ وافضلھم علی ماقال

(سیر اعلام النبلا ج ۲، ۵۲۹ھ)

امام ابوحنیفہؒ نے حضرت عطاء بن ابی رباح سے روایت کی ہے اور وہ ان کے سب سے بڑے اور افضل شیخ تھے جیسا کہ خود امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا ہے۔

مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی لکھتے ہیں:

اور ان (عطاء بن ابی رباح) سے محمد بن اسحاق، ابن جریج اوزاعی اور امام ابوحنیفہؒ ایسے بڑے بڑے ائمہ نے روایت کی ہے۔ امام ابوحنیفہ کا قول ہے کہ میں نے عطاء سے افضل کسی کو نہیں دیکھا۔ (تاریخ اہل حدیث (ص ۱۲۶)

امام صاحبؒ جب پہلی دفعہ حضرت عطاؒ کے درس میں شر ہوئے تو انہوں نے آپ سے آپ کے علاقے کا پوچھا۔ آپ نے جواب دیا۔ میں کوفے کا رہنے والا ہوں۔ حضرت عطاء فرمانے لگے، آپ کا تعلق اس شہر سے ہے جس شہر والوں نے تفرقہ بازی کی اور مختلف

گروہوں میں بٹ گئے۔ امام صاحب نے کہا جی ہاں۔ حضرت عطاء نے پوچھا تو پھر آپ کا ان گروہوں میں سے کس سے تعلق ہے؟

آپ نے فرمایا: مِمّن لایسب السلف ویؤمن بالقدر ولایکفر احدا بذنب

میں ان لوگوں میں سے ہوں جو سلف صالحین کی برائی نہیں کرتے، تقدیر پر ایمان لاتے ہیں اور گناہوں کی وجہ سے کسی مسلمان کو کافر نہیں کہتے:

حضرت عطاء آپ کا یہ بہترین اور جامع موقف سن کر پکار اٹھے:

عرفت فالزم

(تاریخ بغداد (ج ۳، ص ۳۳۲)، البدایہ والنہایۃ (ج ۶، ص ۴۵۳) لابن کثیرؒ)

آپ نے حق پہچان لیا، اب اس کو لازم پکڑو۔

یہ آپ کی حضرت عطاءؒ سے پہلی ملاقات تھی۔ اس کے بعد آپ باقاعدگی سے ان کے درس میں شریک ہونے لگے۔ حضرت عطاء بھی آپ کی قابلیت اور آپ کے جذبہ تحصیل علم کو دیکھ کر آپ کا بے حد احترام کرتے تھے اور آپ جب بھی ان کے درس میں آتے تو وہ دیگر طلباء کو ہٹا کر آپ کو اپنے پاس بٹھا لیتے تھے۔ چنانچہ امام صمیریؒ (م ۴۳۶ھ) نے حضرت عطاءؒ کی مجلس کے حاضر باش حارث بن عبدالرحمنؒ (م ۱۴۶ھ) سے ان کا بیان نقل کیا ہے کہ:

کنا عند عطاء بعضنا خلف بعض، فاذا جاء ابو حنیفة اوسع له وادناه

(اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ (ص ۸۹)

ہم حضرت عطاء کے حلقہ درس میں ایک دوسرے کے پیچھے صفیں بنا کر بیٹھے ہوتے تھے، جب امام ابوحنیفہؒ آجاتے تو حضرت عطاءؒ، آپ کے لئے جگہ بنواتے اور اپنے پاس بٹھا لیتے تھے۔

امام موفق بن احمد مکیؒ (م ۵۶۸ھ) نے تصریح کی ہے:

اکثر عن عطاء ابو حنیفة الراویة (مناقب ابی حنیفۃؒ (ص ۷۹)

امام ابوحنیفہؒ نے حضرت عطا بن ابی رباحؒ سے بکثرت حدیثیں روایت کی ہیں۔

امام اعظمؒ کے اپنے استاذ حضرت عطاءؒ کے ساتھ اس اتنے خاص تعلق کی وجہ سے ہی شارح بخاری حافظ ابن حجرؒ (محرم ۸۵۲ھ) نے آپ کو ''صاحب عطا بن ابی رباح'' سے ملقب کیا ہے۔ (فتح الباری (ج ۳، ص ۲۴۷)

حافظ مزی نے آپ کے حالات تحریر فرمائے ہیں جن کا خلاصہ یہاں درج کیا جاتا ہے۔

عطاء بن ابی رباحؒ (ابی رباح کا نام اسلم ہے) یہ اسامہ بن زید، جابر بن عبداللہ، عبداللہ بن عباس وغیرہم من الصحابۃ۔ آپ نے دو سو صحابہ کرام کو پایا ہے۔ حضرت عطاء بن ابی رباح امام صاحبؒ کے شیخ الشیوخ حبیب بن ابی ثابت، عبید بن عمیر، یوسف بن مالک وغیرہم سے بھی روایت کرتے ہیں۔ (تہذیب الکمال ج ۷ ص ۱۳۸)

امام صاحبؒ نے اپنے شیخ عطاء بن ابی رباح سے جو احادیث روایت کی ہیں ان میں امام صاحبؒ اور صحابہ کرام کے درمیان صرف ایک واسطہ یا دو واسطے ہیں اور مسند میں ان سے امام صاحب نے پچیس احادیث روایت کی ہیں ان میں سے ان کی سند کچھ اس طرح ہے۔

امام صاحبؒ نے اپنے شیخ عطاء بن ابی رباح سے جو احادیث روایت کی ہیں ان میں امام صاحب اور صحابہ کرام کے درمیان صرف ایک واسطہ یا دو واسطے ہیں اور مسند میں ان سے امام صاحب نے پچیس احادیث روایت کی ہیں ان میں سے ان کی سند کچھ اس طرح ہے۔

امام صاحب نے اپنے شیخ عطاء بن رباح کے طریق سے ابوہریرہ سے اور یوسف بن مالک کے طریق سے حضرت ابوہریرہ سے اور اپنے شیخ کے طریق سے حضرت جابر اور ابن عباس سے ابو صالح کے طریق سے حضرت ابوہریرہؓ سے اور حمران کے طریق سے حضرت عثمان بن عباس اور اسامہؓ سے اور اپنے شیخ کے طریق سے حضرت اُمّ المومنین عائشہؓ اور عبید

بن عمیر کے طریق سے اُمّ المومنین حضرت عائشہؓ سے اور امام صاحبؒ نے اپنے شیخ کے طریق سے کئی صحابہ کرامؓ سے حدیث روایت کی ہے۔

اس سے آپ کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ امام صاحبؒ کی احادیث جو آپ کے شیخ سے مروی ہیں ان میں امام صاحب اور صحابہ کرام کے درمیان صرف ایک یا دو واسطے ہیں۔

روایت حدیث میں جس کا یہ مقام و مرتبہ ہو کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) تک حضرت امام ابوحنیفہؒ کی روایت کے صرف صحابی اور کبرائے تابعین میں سے صرف تابعی ہی واسطہ ہوں اور امام صاحب تک یہ حدیث اس طرح پہنچی ہو جن کی اسانید متصلہ صحیحہ اور قلیل الوسائط ہوں۔ پھر امام صاحب ان احادیث پر اپنے مذہب کی بنا کریں اور اجتہاد و استنباط کریں تو آپ کا مذہب ان سے اگر ارجع واقوی ہو گا جن نے چار یا چار سے زائد وسائط سے حدیث کو روایت کیا ہو چنانچہ بوجہ کثرت وسائط ضعف انکی حدیث کا دروازہ کھٹکھٹائے گا نہ کہ امام کی حدیث کا جس میں وسائط ہی بہت کم ہیں۔

(۴) امام ابوجعفر محمد بن علی باقر مدنیؒ (م ۱۱۴ھ)

امام باقر ائمہ اہل بیت میں سے ایک جلیل القدر بزرگ ہیں۔ ان کے والد گرامی حضرت زین العابدینؒ ہیں جو حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما کے وہ واحد صاحبزادہ ہیں جو واقعہ کربلا والے دن بیماری کی وجہ سے جنگ میں شریک نہ ہو سکے اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کو دشمنان اہل بیت کے ہاتھوں شہید ہونے سے بچالیا۔ والحمدللہ علی ذالک

آپ کا لقب باقر ہے۔ باقر کہتے ہیں اس شخص کو جو کسی چیز کو توڑ کر اس کے اندر کی چیز (مغز) کو نکال لائے۔ چونکہ آپ بھی علم کی باریکیوں کو خوب جانتے تھے اس لئے آپ کو بھی باقر کہا جاتا ہے۔ (تذکرۃ الحفاظ (ج ا ص ۹۴)

کہا جاتا ہے کہ یہ لقب آپ کو سب سے پہلے امام اعظم ابوحنیفہؒ نے دیا تھا۔

آپ کے ان علمی کمالات کی وجہ سے امام نسائیؒ وغیرہ محدثین نے آپ کو مدینہ منورہ کے

فقہاء تابعین میں شمار کیا ہے۔(تذکرۃ الحفاظ (ج ۱،ص ۹۴)

حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) آپ کو حفاظ حدیث میں شمار کرتے ہوئے آپ کے ترجمے کا آغاز: **الامام ، الثبت** اور "**احد الاعلام**" کے القاب سے کرتے ہیں۔(ایضاً)

آپ نے حدیث کی سماعت متعدد صحابہ کرامؓ مثلاً حضرت جابر بن عبداللہؓ، حضرت ابوسعید خدریؓ، حضرت ابن عمرؓ اور عبداللہ بن جعفرؓ وغیرہ اور اپنے والد حضرت زین العابدینؒ اور کئی دیگر جلیل القدر تابعین سے کی ہے، جبکہ آپ سے کئی نامور محدثین نے حدیث کا سماع کیا، جن میں سے امام ابوحنیفہؒ بھی ہیں۔

حافظ سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) ان کے ترجمہ میں لکھے ہیں:

وعنه ابنه جعفر الصادق ، وعطاء و ابن جريج و ابو حنيفة و الاوزاعی والزهری و خلق (طبقات الحفاظ (ص ۵۶)

امام باقرؒ سے ان کے صاحبزادے امام جعفر صادقؒ، امام عطاء بن ابی رباحؒ، امام ابن جریجؒ، امام ابوحنیفہؒ، امام اوزاعی، امام زہری اور محدثین کی ایک خلقت نے روایت کی۔

امام ابوحنیفہؒ کی جب پہلی دفعہ امام باقرؒ سے ملاقات ہوئی تو چونکہ بعض شرپسندوں نے ان کے کان امام صاحب کے خلاف بھرے ہوئے تھے کہ یہ شخص قرآن وسنت کے مقابلے میں رائے اور قیاس سے کام لیتا ہے اس لئے انہوں نے امام صاحبؒ سے فرمایا، تم میرے نانا (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کی احادیث کی مخالفت قیاس کے ذریعہ سے کرتے ہو۔

امام صاحبؒ نے کہا، اللہ کی پناہ! میں ایسا کیسے کرسکتا ہوں؟ آپ تشریف رکھیں۔ کیونکہ آپ ہمارے نزدیک ایسے ہی قابل احترام ہیں جیسے آپ کے نانا جان صحابہ کی نظروں میں قابل احترام تھے۔ جب امام باقرؒ بیٹھ گئے تو امام صاحب بھی ان کے سامنے بڑے ادب و احترام سے دوزانو ہوکر بیٹھ گئے اور عرض کیا، آپ مجھے تین سوالوں کے جوابات عنایت فرمائیں:

مسئلہ اولیٰ:

امام ابوحنیفہ: کیا مرد کمزور ہے یا عورت؟

امام باقر: عورت

امام ابوحنیفہ: وراثت میں مرد کا حصہ کتنا ہے اور عورت کا کتنا حصہ ہے؟

امام باقر: عورت کا حصہ مرد کے حصے سے آدھا ہے۔

امام ابوحنیفہ: اگر میں (نص کے مقابلہ میں) قیاس سے کام لیتا تو میں اس حکم کو بدل دیتا اور کہتا کہ مرد کا حصہ عورت سے آدھا ہے کیونکہ عورت مرد سے کمزور ہے۔

مسئلہ دوئم:

امام ابوحنیفہ: نماز افضل ہے یا روزہ؟

امام باقر: نماز

امام ابوحنیفہ: اگر میں قیاس سے حکم لگاتا تو کہتا کہ عورت حیض کے بعد نماز کی قضا کرے نہ کہ روزے کی۔

مسئلہ سوئم:

امام ابوحنیفہ: بول (پیشاب) زیادہ نجس ہے یا نطفہ (مَنی)؟

امام باقر: بول زیادہ نجس ہے۔

امام ابوحنیفہ: اگر میں قیاس کرتا تو نطفہ کی بجائے بول سے غسل واجب ہونے کا فتویٰ دیتا۔

پھر امام صاحب نے امام باقرؒ سے عرض کیا۔ معاذ اللہ! میری کیا مجال کہ میں حدیث کے مقابلے کوئی بات بھی زبان پر لاؤں؟ میں تو حدیث کی پیروی کرتا ہوں۔

امام باقرؒ آپ کی اس گفتگو سے اس قدر خوش ہوئے کہ اپنی جگہ سے اُٹھے اور آپ کی پیشانی کو چوم لیا۔

اس ملاقات کے بعد امام باقرؒ کی آپ کے بارے میں ساری غلط فہمی دور ہوگئی اور پھر آپ جب بھی ان کے پاس استفادہ کے لئے حاضر ہوتے، وہ آپ سے بہت اکرام سے پیش آتے اور غیوبت میں بھی آپ کی تعریف کرتے۔ چنانچہ علامہ ابن عبدالبر مالکیؒ (م ۴۶۳ھ) نے اپنی سند کے ساتھ امام ابوحمزہؒ ثمالی سے نقل کیا ہے کہ:

ہم ابوجعفر باقرؒ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ امام ابوحنیفہؒ ان کے پاس چند مسائل کی تحقیق کے لئے حاضر ہوئے۔ امام باقرؒ نے ان کے سوالات کے جوابات دیئے اور جب امام ابوحنیفہؒ اٹھ کر چلے گئے تو امام باقرؒ نے فرمایا:

ما احسن هديه وسمته وما اكثر فقهه

اس شخص کی چال ڈھال اور گفتار کیا ہی خوب اچھی ہے اور اس کی فقاہت کتنی زیادہ ہے۔

امام ابوحنیفہؒ نے امام باقرؒ کے صاحبزادے امام جعفر صادقؒ (م ۱۴۸ھ) جو اپنے والد کی طرح بلند پایہ محدث اور فقیہ تھے۔ سے بھی روایت کی ہے جیسا کہ آپ ماقبل ملا علی قاریؒ (م ۱۰۱۴ھ) کے حوالے سے ملاحظہ کر چکے ہیں کہ آپ کا ان سے روایت لینا۔ رَوَایَتُ الْاَقْرَانِ بَعْضُهُمْ عَنِ الْبَعْضِ'' کے قبیل سے ہے۔

حافظ جمال الدین مزی نے لکھا ہے۔

محمد بن فضیل نے سالم بن ابی صفہ سے روایت کی کہ میں نے ابوجعفر محمد بن علی اور جعفر بن محمد دونوں سے حضرت ابوبکر صدیق اور عمر فاروقؓ کے متعلق دریافت کیا تو ان دونوں نے مجھ سے فرمایا: اے سالم! تم ان سے محبت کرو اور ان دونوں کے جو دشمن ہیں ان سے برات کا اظہار کرو کیونکہ وہ دونوں حضرت ابوبکر وعمر فاروقؓ امام الھدیٰ تھے۔

اسحاق بن یوسف ازرق نے بسام صیرفی سے روایت کی کہ میں نے ابوجعفر سے سوال کیا اور کہا تم حضرت ابوبکر وعمر فاروق کے متعلق کیا کہتے ہو۔ امام ابوجعفرؒ نے فرمایا: میں ان دونوں سے محبت رکھتا ہوں اور ان کیلئے استغفار کرتا ہوں اور میں نے اپنے اہل بیت سے کسی

کونہیں پایا مگر وہ ان دونوں سے محبت رکھتا تھا۔

حافظ ابونعیم نے عیسیٰ بن دینار موذن سے روایت کی کہ میں نے ابوجعفر سے حضرت ابوبکر وعمرؓ کے متعلق پوچھا۔ آپ نے فرمایا: وہ مسلمان تھے اللہ ان دونوں پر رحمت فرمائے۔ عیسیٰ بن دینار کہتے ہیں میں نے ان سے کہا: کیا آپ ان دونوں سے محبت رکھتے ہیں اور ان کے لئے استغفار فرماتے ہیں ابوجعفر نے فرمایا: جی ہاں میں ان سے محبت رکھتا ہوں میں نے عرض کیا: کیا مجھے اس کی اجازت فرماتے ہیں آپ نے تین بار فرمایا: اجازت ہے، اجازت ہے، اجازت ہے۔

تو اس سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اہل بیت عظام کی ان دونوں یعنی حضرت ابوبکر وعمرؓ سے کتنی محبت تھی بلکہ آپ نے ان کے دشمنوں سے برات کا اظہار فرمایا۔ اہل بیت عظام کی ان دونوں کے حق میں یہ عظیم شہادت ہے کہ اہل بیت ان سے محبت کرتے تھے۔

اب سنیئے امام ابوحنیفہؓ نے اپنے شیخ محمد بن علی ابوجعفر باقر سے جو حدیث روایت کی ہے وہ یہ ہے۔

ابوحنیفة عن ابوجعفر مرسلا، ان صلوة النبی صلی الله علیه وسلم باللیل کانت ثلاثه عشر رکعة منهن

ثلاث رکعات الوتر ورکعتا الفجر (مسند امام اعظم ص۹۶)

امام ابوحنیفہؒ نے ابوجعفر سے مرسلا روایت کیا (اور ساقط ہونے والے یا تو حضرت جابر ہیں یا ان کے والد اور دادا) کہ نبی کریم رؤف ورحیم (صلی اللہ علیہ وسلم) رات کو تیرہ رکعت نماز ادا فرماتے تھے۔ ان میں سے وتر کی تین رکعات اور فجر ہونے کے بعد فجر کی دو رکعت سنت۔ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ وتر ایک سلام کے ساتھ تین ہیں اور یہ اُمّ المومنین اور ابن عباسؓ کی حدیث میں جو صلوٰۃ اللیل کے متعلق ہے ثابت ہیں۔

میں نے جو حدیث مسند امام اعظم سے نقل کی ہے جو آپ نے اپنے شیخ محمد بن علی بن

حسین ابوجعفر المقلب باالباقر سے مرسلا روایت کی ہے یہ حدیث اس باب میں متین ہے اس حدیث کے چند معاضد آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں جس سے آپ کو معلوم ہوگا کہ امام صاحب کا مذہب صحیح ہے۔

اور یہ حدیث مبارکہ مذہب امام کی مؤید ہے۔

حدثنا یحیی بن سلیمان قال حدثنی ابن وهب قال اخبرنی عمرو (بن حارث) ان عبدالرحمن ابن القاسم حدثه عن ابیه عن عبدالله بن عمر قال قال النبی صلی الله علیه وسلم صلوة اللیل مثنی مثنی فازا اروت ان تنصرف فارکع رکعة توترلك ماصلیت (وباالاسناد والمذکور) قال القاسم ورآینا اناسأمنذادر کنایوترون بثلاث

(بخاری شریف کتاب الوتر، ابواب الوتر)

حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: رات کی نماز دو دو رکعتیں ہے اور جب تو نماز سے فارغ ہونے کا ارادہ کرے تو ایک رکعت اور پڑھ لے اور تو نے جو نماز پڑھی (یہ ایک رکعت) اس کو وتر بنا دے۔

قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیق نے کہا: جب سے ہمیں ادراک وشعور حاصل ہوا ہے ہم نے لوگوں کو وتر تین رکعت ہی پڑھتے دیکھا ہے۔

(۵) امام محمد بن مسلم بن شہاب زہری ؒ (م ۱۲۴ھ)

امام زہری ؒ کی شخصیت علم حدیث میں کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ یہ وہی بزرگ ہیں جنہوں نے خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز ؒ (م ۱۰۲ھ) کے حکم سے علم حدیث مدوّن کیا تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز ؒ فرماتے تھے کہ سنت ماضیہ کو امام زہری سے زیادہ جاننے والا آج کوئی نہیں ہے۔

امام مالک ؒ فرماتے ہیں کہ ابن شہاب زہری کی نظیر پوری دنیا میں نہیں ہے۔

فقیہ التابعین امام ایوب سختیانیؒ (م ۱۳۱ھ) فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے بڑا عالم کوئی نہیں دیکھا۔

امام ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) ان کو ''اعلم الحفاظ'' (حفاظ حدیث میں سب سے بڑے عالم) قرار دیتے ہیں۔

امام زہریؒ کا حافظہ بھی بہت قوی تھا چنانچہ صرف ۸۰ دن میں انہوں نے پورا قرآن حفظ کرلیا تھا۔

ایک دفعہ خلیفہ ہشام بن عبدالملک (م ۱۲۵ھ) نے آپ سے اپنے بیٹے کے لئے کچھ احادیث لکھوانے کی درخواست کی۔ آپ نے اس کو چارسو احادیث زبانی لکھوادیں۔ ایک ماہ کے بعد جب خلیفہ کی آپ سے دوبارہ ملاقات ہوئی تو اس نے آپ سے کہا کہ وہ کتاب جس میں میرے بیٹے نے آپ سے چارسو حدیثیں لکھی تھیں، گم ہوگئی ہے۔ لہٰذا آپ دوبارہ وہی احادیث لکھوادیں۔ آپ نے دوبارہ وہی چارسو احادیث اس کو املا کرائیں۔ جب اس تحریر کا پہلی تحریر سے مقابلہ کیا گیا تو ایک حرف کا بھی فرق نہ نکلا۔

(ان اقوال کیلئے دیکھئے: تذکرۃ الحفاۃ (ج ۱، ص ۸۳۔۸۵)

امام زہریؒ کی ولادت ۵۰ھ میں ہوئی اور یہ صغار صحابہ کا زمانہ تھا۔ اس لئے آپ کو ان میں سے متعدد حضرات جیسے حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت سہل بن سعدؓ، حضرت انسؓ، حضرت جابرؓ، حضرت سائب بن یزیدؓ، حضرت ابوامامہؓ وغیرہ سے احادیث سننے کا شرف حاصل ہوا۔ اسی طرح بڑی تعداد میں کبار تابعین سے بھی آپ نے احادیث کا سماع کیا۔

آپ سے حدیث کی سماعت کرنے والوں میں ائمہ حدیث کی ایک بہت بڑی تعداد ہے، جن میں بڑے بڑے جلیل القدر تابعین جیسے خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ، حضرت عطاء بن ابی رباحؒ، حضرت یحییٰ بن سعید انصاریؒ اور حضرت امام ابوحنیفہؒ وغیرہ بھی شامل ہیں۔

امام سیوطیؒ (۹۱۱ھ) ان کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

وعنه ابو حنیفة ومالك وعطاء بن ابی رباح وعمر بن عبدالعزیز وهما مو شیوخه وابن عینة واللیث والاوزاعی وابن جریح و خلق

(طبقات الحفاظ ص۵۰)

امام زہریؒ سے امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام عطاء بن ابی رباحؒ، حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ اور یہ دونوں امام زہریؒ کے شیوخ میں سے ہیں روایت کرتے ہیں نیز ان سے امام سفیان بن عینیہؒ، امام لیث بن سعد، امام اوزاعیؒ، امام ابن جریجؒ اور محدثین کی ایک خلقت نے بھی روایت کی ہے۔

یہاں بھی امام سیوطیؒ نے امام ابوحنیفہؒ کو امام زہریؒ کے خصوصی تلامذہ میں سرفہرست ذکر کیا ہے جو کہ آپ کی جلالت قدر اور بلند مرتبت کی بین دلیل ہے۔

حافظ مزی نے آپ کے حالات لکھے ہیں۔ جن کا خلاصہ ہم یہاں پر نقل کرتے ہیں۔

محمد بن مسلم بن عبیداللہ بن عبداللہ بن شہاب زہری ابوبکر مدنی متوفی ۱۲۴ھ یہ ائمہ صحاح ستہ کے رواۃ میں سے ہیں۔

یہ حضرت انس بن مالک، ثعلبہ بن ابو مالک قرظی، عبداللہ بن عمر بن خطاب، عبداللہ بن کعب بن مالک، عبدالرحمٰن بن کعب بن مالک، عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود، عبید بن سباق، عروہ بن زبیر، عمرو بن شعیب، قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیق، محمد بن منکدر، نافع مولی عبداللہ بن عمر وغیرہم خلق کثیر سے روایت کرتے ہیں۔ (تہذیب الکمال ج۹ ص۳۲۶)

حافظ مزی فرماتے ہیں امام زہری کی سب احادیث ۲۰۲۰۰ ہیں ان میں سے نصف مسند ہیں اور دوسو کے قریب ثقات سے ہیں اور ان کی مختلف فیھا احادیث پچاس کے قریب ہونگی احمد بن عبداللہ عجلی نے کہا: انہوں نے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اصحاب میں سے حضرت انس بن مالک، سہل بن سعد، عبدالرحمٰن بن ازہر، محمود بن ربیع انصاری کو پایا ہے اور

عبداللہ بن عمر سے تقریباً تین احادیث روایت کی ہیں۔

ابوبکر بن نجویہ نے کہا: انہوں نے دس صحابہ کرامؓ کو دیکھا ہے۔

نسائی نے کہا: احسن اسانید جن سے وہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے روایت کرتے ہیں وہ چار ہیں:

(۱) الزھری عن علی بن حسین عن حسین بن علی بن ابی طالب عن رسول الله ﷺ

(۲) الزھری عن عبیدالله بن عبدالله بن عتبه بن مسعود عن ابن عباس عن عمر عن النبی ﷺ

(۳) الزھری عن ایوب عن محمد بن سیرین عن عبیده عن علی عن النبی ﷺ

(٤) الزھری عن منصور عن ابراهیم عن علقمه عن عبدالله عن النبی ﷺ (تہذیب الکمال ص: ۳۳۰، ۳۳۱)

امام ابوحنیفہؒ نے جو حدیث محمد بن مسلم زہری سے روایت کی ہے وہ یہ ہے۔

ابوحنیفه عن الزھری عن انس ان النبی صلی الله علیه وسلم قال من کذب علی متعمدا فلیتبوا مقعده من النار (مسند امام اعظم ص ۲۱)

امام ابوحنیفہؒ نے صرف دو واسطوں سے نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) سے یہ حدیث روایت کی ہے ایک محمد بن مسلم زہری جو کبار تابعین میں سے نہایت ثقہ ہیں جن کی ثقاہت مسلم ہے اور حضرت انس بن مالکؓ جو صحابی رسول ہیں۔

اب بطور تقابلی جائزہ امام بخاری کی ایک حدیث پیش خدمت ہے۔

حدثنا ابو معمر قال حدثنا عبدالوارث عن عبدالعزیز قال انه لیمنعنی ان احدثکم حدثنا کثیرا ان النبی صلی الله علیه وسلم قال من تعمد علی کذبا

فلیتبوا مقعدہ من النار

(بخاری شریف کتاب العلم باب اثم من کذب علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

یعنی حضرت انس بن مالک نے کہا: مجھے تم کو بکثرت احادیث بیان کرنے سے (یہ بات) مانع ہے کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: جو شخص جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنائے۔

امام بخاری کی حدیث اور امام صاحب کی حدیث کو مدنظر رکھتے ہوئے آپ ان دونوں کے درمیان موازنہ کریں تو آپ کو بخوبی اندازہ ہو جائے گا کہ امام صاحبؒ کی حدیث کی سند اعلیٰ ہے کیونکہ وہ صرف دو واسطہ سے نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) سے روایت کر رہے ہیں اور یہی حدیث جو امام بخاریؒ نے روایت کی ہے اس میں امام بخاریؒ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک چار واسطے ہیں۔

اور امام صاحبؒ کے دو واسطے ہیں ان میں سے ایک ثقات تابعین میں سے جن کے متعلق فضلائے محدثین نے توثیق فرمائی اور نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کے خیر و برکت ہونے کی بشارت فرمائی اور مقام صحابی تو بہت اعلیٰ و ارفع ہے لہٰذا یہ حدیث ثنائیات سے ہے جو امام بخاریؒ کی ثلاثیات سے بھی اعلیٰ درجہ رکھتی ہے۔

(۶) امام نافعؒ مولیٰ حضرت ابن عمرؓ (م ۱۱۷ھ)

یہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے آزاد کردہ غلام ہونے کی وجہ سے "مولیٰ ابن عمر" کہلاتے ہیں نیز یہ حضرت ابن عمرؓ کے مایہ ناز شاگرد اور ان کے علوم کے ترجمان ہیں۔

حضرت ابن عمرؓ کی نظر میں ان کا مقام اتنا بلند تھا کہ حضرت ابن عمرؓ فرماتے تھے اللہ تعالیٰ نے نافع کی وجہ سے ہم پر احسان فرمایا ہے۔

امام نافعؒ کا خود اپنا بیان ہے کہ میں تیس سال حضرت ابن عمرؓ کی خدمت میں رہ کر علم حاصل کرتا رہا جب ان کو ایک شخص ابن عامر نے مجھے خریدنے کے لئے تیس ہزار درہم کی

پیشکش کی تو انہوں نے اس کی اس پیشکش کو ٹھکرا دیا اور مجھ سے فرمایا، میں ڈرتا ہوں کہ یہ درہم مجھے کسی فتنے میں مبتلا نہ کردیں اور میں تجھے کہیں بیچ نہ ڈالوں اس لئے جا، میں نے تجھے آج سے آزاد کردیا۔

اسی طرح حضرت عبداللہ بن جعفرؓ نے بھی بارہ ہزار درہم کے عوض ان کو حضرت ابن عمرؓ سے خریدنے کی کوشش کی تھی لیکن حضرت ابن عمرؓ نے ان سے بھی انکار کردیا تھا۔

امام بخاریؒ وغیرہ محدثین فرماتے ہیں کہ ''اصح الاسانید'' (سب سے زیادہ صحیح سند) وہ ہے جو حضرت نافع حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت کریں۔ امام خلیلی فرماتے ہیں کہ نافع مدینہ منورہ کے ائمہ تابعین میں سے ہیں اور ان کی روایات کے صحیح ہونے پر سب کا اتفاق ہے خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز (م۱۰۲ھ) نے ان پر اعتماد کرتے ہوئے ان کو سنن کی تعلیم کیلئے مصر روانہ کیا تھا۔

(دیکھئے: تذکرۃ الحفاظ (ج۱،ص۷۷) تہذیب التہذیب (ج۵،ص۶۰۶،۶۰۷)

امام نافعؒ نے اپنے مولیٰ حضرت ابن عمرؓ کے علاوہ دیگر کئی صحابہ مثلاً اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ، اُمّ المومنین حضرت اُمّ سلمہؓ، حضرت ابوہریرہؓ، حضرت رافع بن خدیج، حضرت ابوالبابہؓ، حضرت ابوسعید خدریؓ وغیرہ سے بھی تحصیل احادیث کی ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہؒ نے مدینہ منورہ میں ان سے احادیث کی سماعت کی تھی اور حافظ ذہبیؒ (م۷۴۸ھ) نے آپ کے مناقب میں آپ کے جن تیرہ تابعین اساتذہ حدیث کے اسماء گنائے ہیں ان میں انہوں نے امام نافع کو بھی گنایا ہے۔

(مناقب ابی حنیفہ وصاحبیہ (ص۱۱) للذھبیؒ)

اسی طرح حافظ محمد بن احمد بن عبدالہادی مقدسی حنبلیؒ (م۷۴۴ھ) نے بھی آپ کے جن تیرہ تابعین اساتذہ حدیث کے اسماء ذکر کئے ہیں ان میں امام نافع کا اِسم گرامی بھی ہے۔

(مناقب الائمۃ الاربعۃ (ص۵۹) للمقدسیؒ)

حافظ مزی نے آپ کے حالات لکھے ہیں۔ جن کا خلاصہ ہم یہاں پر نقل کرتے ہیں۔

نافع آزاد کردہ غلام حضرت عبداللہ بن عمر متوفی ۱۱۷ھ اصحاب صحاح ستہ کے رواۃ سے ہیں۔

یہ حضرت عبداللہ بن عمر، ابوسعید خدری، ابوسلم بن عبدالرحمٰن، ابوالبابہ بن عبدالمنذر، ابوہریرہ، ربیع بنت معوذ بن عفرا، صفیہ بنت ابوعبیدہ زوجہ عبداللہ بن عمر، اُمّ المومنین حضرت عائشہؓ و اُمّ سلمہؓ سے روایت کرتے ہیں۔

حافظ مزی نے لکھا ہے محمد بن سعد نے ان کو اہل مدینہ میں سے طبقہ ثالثہ میں ذکر کیا ہے اور کہا وہ کثیر الحدیث ثقہ تھے۔ امام بخاریؒ نے فرمایا: اصح اسانید مالک عن نافع عن ابن عمر ہے۔ (تہذیب الکمال ج ۱۰، ص ۲۵۹، ۲۶۲)

حضرت امام ابوحنیفہؒ کی اپنے شیخ نافع سے حدیث یہ ہے۔

ابوحنیفه والمنصور و محمد بن بشر کلهم عن نافع عن ابن عمر رضی الله عنهما ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال الغسل یوم الجمعة علی من اتی الجمعة (مسند امام اعظم کتاب الصلوٰۃ ص ۸۳)

ابوحنیفہ منصور بن معتمر اور محمد بن بشر سب نے نافع سے انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: جمعۃ المبارک کا غسل اس شخص پر (ثابت) ہے جو جمعہ کی نماز پڑھنے کیلئے آئے۔

امام ابوحنیفہؒ نے دو واسطوں سے نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) سے روایت کیا اور واسطے بھی وہ جن کے متعلق امام بخاریؒ نے فرمایا: امام مالک کی صحیح ترین اسناد میں سے یہ سند ہے (عن مالک، عن نافع عن عبداللہ بن عمر) اب بطورِ تقابلی جائزہ امام بخاریؒ اور مسلم کی احادیث پیش خدمت ہیں

حدثنا عبد الله بن یوسف قال اخبرنا مالك عن نافع عن عبد الله بن عمر

رضی اللہ عنہما ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذاجاء احدکم الجمعة فلیغتسل (بخاری شریف کتاب الجمعہ باب فضل الغسل یوم الجمعۃ)

حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی جمعہ کیلئے آئے تو چاہیے کہ وہ غسل کرے۔

حدثنا قتیبة قالنا لیث عن نافع عن عبداللہ قال سمعت رسول اللہ (ﷺ) یقول اذا ارادا حدکم ان یاتی الجمعة فلیغتسل

(مسلم شریف کتاب الجنائز ج اول ص ۲۷۹)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو فرماتے ہوئے سنا ہے جب تم میں سے کوئی جمعہ کے لئے آنے کا ارادہ کرے تو چاہیے کہ وہ غسل کرے۔

حدثنا ابن رمح قالنا لیث عن بن شہاب عن عبداللہ بن عبداللہ بن عمر بن عبداللہ بن عمر عن رسول اللہ (ﷺ) انہ قال وھو قائم علی المنبر من جاء منکم الجمعة فلیغتسل (حوالہ مذکور)

عبداللہ بن عبداللہ بن عمر (ان کی کنیت ابوعبدالرحمٰن ہے) نے عبداللہ بن عمر سے انہوں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے روایت کی آپ نے فرمایا: حالانکہ آپ منبر شریف پر جلوہ افروز تھے تم میں سے جو بھی جمعہ کے لئے آئے چاہیے کہ وہ غسل کرے۔

آپ مذکورہ بالا احادیث کو سامنے رکھ کر خود فیصلہ فرمائیں کہ امام صاحبؒ کی حدیث کتنی قوی ہے کیونکہ امام صاحب صرف ایک واسطہ سے حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت کر رہے ہیں اور وہ بھی نافع ہیں جن کی جلالت شان کے سب معترف ہیں اور امام بخاری تین واسطہ سے اور مسلم تین چار واسطہ سے حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت کر رہے ہیں۔

(۷) امام عکرمہؒ مولیٰ حضرت ابن عباسؓ (م ۱۰۷ھ)

یہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے غلام اور شاگرد ہیں اور جس طرح نافعؒ حضرت ابن عمرؓ کے علوم کے ترجمان تھے ایسے ہی یہ حضرت ابن عباسؓ کے علوم کے ترجمان سمجھے جاتے تھے انہوں نے بھی برسوں حضرت ابن عباسؓ کی صحبت میں رہ کر ان سے علم دین حاصل کیا۔ جیسا کہ عکرمہ خود فرماتے ہیں کہ میں نے چالیس سال تحصیل علم میں صرف کیئے۔ حضرت ابن عباسؓ میرے پاؤں میں زنجیریں ڈال دیتے تھے تاکہ میں کہیں نہ جاسکوں اور ان ہی کے پاس رہ کر علم حاصل کرتا رہوں۔

ان کو بالآخر یہ محنت اور حضرت ابن عباسؓ کی صحبت کام آئی اور اتنے بڑے عالم بنے کہ حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے لکھا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ کی زندگی میں ہی انہوں نے فتویٰ دینا شروع کر دیا تھا۔

حضرت ابوالشعثاءؒ فرماتے تھے کہ عکرمہ لوگوں میں سب سے بڑے عالم ہیں۔

تابعی کبیر حضرت سعید بن جبیرؒ (م ۹۵ھ) سے کسی نے پوچھا کہ کیا آپ سے بھی بڑا کوئی عالم ہے؟ انہوں نے فرمایا، ہاں، وہ عکرمہ ہیں

علامہ التابعین امام شعبیؒ (م ۱۰۳ھ) فرماتے تھے کہ اس وقت رُوئے زمین پر عکرمہ سے زیادہ قرآن کو سمجھنے والا کوئی نہیں رہا۔

حضرت عکرمہ جب بصرہ تشریف لے جاتے تو جب تک آپ بصرہ میں رہتے، امام التابعین حضرت حسن بصریؒ (م ۱۱۰ھ) ان کے احترام میں تفسیر اور فتویٰ دینا بند کر دیتے تھے۔ (تذکرۃ الحفاظ (ج ۱ ص ۷۴)

آپ نے قرآن وحدیث کا علم اپنے مولیٰ حضرت ابن عباس کے علاوہ دیگر کئی صحابہ مثلاً اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ، خلیفہ چہارم حضرت علی المرتضیٰؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت ابوسعید خدریؓ وغیرہ سے بھی حاصل کیا جبکہ ان سے علم حاصل کرنے والوں میں امام ابوحنیفہؒ،

امام ایوب سختیانیؒ، امام عاصم احولؒ وغیرہ بڑے بڑے ائمہ بھی شامل ہیں۔ امام ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) اور امام مقدسیؒ (م ۷۴۴ھ) دونوں نے امام اعظمؒ کے تابعین اساتذہ حدیث میں حضرت عکرمہؒ کو بھی شمار کیا ہے۔

(مناقب ابی حنیفة وصاحبیه (ص ۱۱): مناقب الائمة الاربعة (ص ۵۹)

نیز ذہبیؒ امام صاحبؒ کے ترجمہ میں ارقام فرماتے ہیں:

وسمع عطاء ونافعا، وعكرمة (الکاشف ج ۳ ص ۱۹۱)

امام ابوحنیفہؒ نے عطاء بن ابی رباحؒ، نافعؒ، مولیٰ ابن عمرؒ اور عکرمہؒ مولیٰ ابن عباسؓ سے احادیث کا سماع کیا تھا۔

حافظ مزی نے آپ کے حالات لکھے ہیں جن کا خلاصہ ہم یہاں درج کرتے ہیں۔

عکرمہ قرشی بربری مفسر عظیم ابوعبداللہ آزاد کردہ غلام حضرت عبداللہ بن عباس متوفی ۱۰۴ھ ائمہ صحاح ستہ کے رواۃ میں سے ہیں۔ یہ جابر بن عبداللہ، حجاج بن عمرو بن غزیہ انصاری (اصحاب سنن نے ان سے حدیث روایت کی ہے جس میں صراحت ہے کہ انہوں نے نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) سے سنا ہے لیکن عجلی، ابن برقی اور ابن سعد نے ان کو تابعین میں ذکر کیا ہے) حسن بن علی بن ابی طالب، صفوان بن امیہ، اپنے مالک عبداللہ بنؓ عباس، عبداللہ بن عمر بن خطاب، عبداللہ بن عمرو بن عاص، عقبہ بن عامر جہنی، علی بن ابی طالب، معاویہ بن ابی سفیان، یحییٰ بن یعمر (شیخ الشیخ امام صاحب) یعلی بن امیہ، ابوسعید خدری، ابوقتادہ انصاری، ابوہریرہ اور اُمّ المومنین عائشہ صدیقہؓ سے روایت کرتے ہیں۔

(تهذيب الكمال ج ۷ ص ۲۲۱)

امام صاحبؒ کے شیخ عکرمہ کے ترجمہ سے معلوم ہوا امام صاحبؒ اور صحابہ کرام کے درمیان صرف ایک ہی واسطہ ہے۔

اب امام صاحب کی حدیث جو عکرمہ عن ابن عباسؓ مروی ہے وہ ملاحظہ فرمائیں۔

ابو حنيفه عن عكرمه عن ابن عباس رضى الله عنما قال قال رسول الله (ﷺ) امرت ان اسجد على سبعة اعظم ولا اكف شعراً ولا ثوبا

(مسند امام اعظم ص ۷۳)

اب یہی حدیث شیخین سے ملاحظہ فرما کر موازنہ کریں کہ امام صاحب کی حدیث شیخین کی حدیث سے اصح ہے۔

امام بخاریؒ نے یہ حدیث اس طرح روایت کی ہے۔

حدثنا موسیٰ بن اسماعيل قال حدثنا ابوعوانه عن عمرو عن طاؤس عن ابن عباس رضى الله عنهما عن النبى صلى الله عليه وسلم قال امرت على سبعة اعظم لا اكف شعراء ولا ثوبا

(بخاری شریف کتاب الاذان باب ۱۳۸ الایکف ثوبه فی الصلوٰة)

مسلم بن حجاج قشیری نے اپنی صحیح میں اس حدیث کو اس سند سے روایت کیا ہے۔

حدثنا محمد بن بشار قال فامحمد وهوابن جعفر قال فاشعبة عن عمرو بن دينار عن طاؤس عن ابن عباس رضى الله عنهما عن النبى (ﷺ) قال امرت ان اسجد على سبعة اعظم لا اكف شعراولا ثوبا

(مسلم شریف مع نووی ج اول ص ۱۹۳)

ابوعیسیٰ ترمذی نے اس حدیث کو اس اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے۔

حدثنا قتيبة فاحماد بن زيد عن عمرو بن دينار عن طاؤس عن ابن عباس قال امر النبى صلى الله عليه وسلم ان يسجد على سبعة اعضاء ولايكف شعره ولا ثيابه (ترمذی شریف مطبوعہ منشی نول کشور ص ۵۳)

تمام احادیث مذکورہ کا ترجمہ یہ ہے کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: مجھے سات اعضاء پر سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور میں اس کا بھی حکم دیا گیا ہوں کہ میں نماز میں اپنے

کپڑے اور بالوں کو اکٹھا نہ کروں۔

اب مذکورہ احادیث پر غور فرمائیں کہ امام بخاریؒ نے چار واسطوں سے ابن عباس سے اور مسلم بن حجاج قشیری نے پانچ واسطوں سے اور ابو عیسیٰ ترمذی نے چار واسطوں سے ابن عباس سے یہ حدیث روایت کی ہے اور سب نے عن طاؤس عن ابن عباس اس حدیث کو روایت کیا ہے

اور امام ابو حنیفہؒ نے صرف ایک واسطہ سے یہ حدیث روایت کی ہے اور یہ واسطہ عکرمہ ہیں جن کے متعلق الحافظ الناقد امام مزی نے یوں لکھا ہے۔

فانه لم تكن امة الا كان لها حبر وان مولى عن عباس حبر هذه الامة

(تهذيب الكمال ج ٧ ص ٢٢٤)

ابو تمیلہ نے ضماد بن عامر قسملی سے انہوں نے فرزوق بن جواس حمانی سے روایت کیا کہ ہم شہر بن جوشب کے پاس جرجان میں بیٹھے ہوئے تھے تو ہمارے پاس عکرمہ تشریف لائے ہم نے شہر بن جوشب سے کہا: کیا ہم ان کے پاس نہ جایا کریں تو اس کے جواب میں شہر بن جوشب نے کہا: ان کے پاس جاؤ ہر امت کا حبر تھا اور مولیٰ ابن عباس اس امت کے حبر (عالم) ہیں۔

معلوم ہوا عکرمہ کا مقام طاؤس سے اعلیٰ ہے۔

اس اعتبار سے امام صاحب کی حدیث جو ایک واسطہ (اور وہ بھی تابعی اور نہایت ثقہ) سے حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے یہ حدیث شیخین اور ترمذی کی حدیث سے اصح ہے کیونکہ ان کے وسائط بکثرت ہیں اور امام صاحبؒ کا صرف ایک ہی واسطہ ہے اس موازنہ پر امام صاحب کی جملہ احادیث کو قیاس کرنا چاہیے۔

(۸) امام ہشام بن عروہؒ (م۱۴۶ھ)

امام ہشام حضرت عروہؒ کے صاحبزادے ہیں جو کہ خود مشہور صحابی حضرت زبیر بن عوام

کے صاحبزادے، امیر المومنین حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے بھائی، اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے بھانجے اور خلیفۃ النبی بلافصل حضرت ابوبکر صدیقؓ کے نواسے تھے۔

حضرت ہشامؒ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی زیارت کی تھی اور انہوں نے آپ کے سر پر دست شفقت پھیرا تھا اور آپ کو دعا دی تھی اسی طرح انہوں نے حضرت سہل بن سعدؓ، حضرت جابر بن عبداللہ اور حضرت انس بن مالکؓ کی بھی زیارت کی تھی اور اپنے چچا حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور اپنے والد حضرت عروہؒ اور دیگر کئی کبار تابعین سے بھی حدیث کی سماعت کا شرف حاصل کیا۔

امام وہبؒ فرماتے ہیں کہ یہ امام حسن بصریؒ اور امام ابن سیرینؒ کی طرح تھے۔

امام محمد بن سعدؒ (م ۲۳۰ھ) فرماتے ہیں، ہشام ثقہ، ثبت (پختہ) کثیر الحدیث اور حدیث میں حجۃ تھے۔

امام ابوحاتم رازیؒ (م ۲۷۷ھ) فرماتے ہیں کہ یہ ثقہ اور ''امام فی الحدیث'' تھے۔

امام علی بن مدینیؒ (م ۲۰۴ھ) فرماتے ہیں کہ انہوں نے چار ہزار حدیثیں روایت کی ہیں۔

حافظ ابن حبانؒ (م ۳۵۴ھ) ان کو ''کتاب الثقات'' میں ذکر کرتے ہیں اور فرماتے ہیں، یہ متقن (پختہ کار محدث) پرہیزگار، فاضل اور حافظ الحدیث تھے۔

امام عجلیؒ امام ابن شاہینؒ وغیرہ محدثین بھی ان کی توثیق کرتے ہیں۔

حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) ان کو: الامام، الحافظ اور الحجۃ کے القاب سے یاد کرتے ہیں۔

(دیکھئے: تذکرۃ الحفاظ (ج ۱، ص ۱۰۸، ۱۰۹) تہذیب التہذیب (ج ۶، ص ۳۵، ۳۶)

ان کے تلامذہ حدیث میں بڑے بڑے ائمہ حدیث وفقہ بھی شامل ہیں۔ امام سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) نے ان کے ترجمہ میں ان کے سات خصوصی تلامذہ میں امام اعظمؒ کو سرفہرست ذکر کیا ہے، چنانچہ سیوطیؒ لکھتے ہیں:

وعنه ابو حنيفة ومالك وشعبة والسفيانان والحمادان وخلق

(طبقات الحفاظ (ص ٦٩)

امام ہشام بن عروہؒ سے امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شعبہؒ، امام سفیان ثوریؒ، امام سفیان بن عیینہؒ، امام حماد بن زیدؒ، امام حماد بن سلمہؒ اور دیگر بہت سے محدثین نے روایت کی ہے۔

حافظ مزی نے آپ کے حالات تحریر کئے ہیں جن کا خلاصہ ہم یہاں نقل کرتے ہیں۔

ہشام بن عروہ بن زبیر بن عوام قرشی اسدی ابوالمنذ رمتوفی ۱۴۵ھ ائمہ صحاح ستہ کے رواۃ میں سے ہیں۔

یہ بکر بن وائل، ابوالزناد عبداللہ بن ذکوان اپنے بھائی عبداللہ بن عروہ بن زبیر، اپنے چچا عبداللہ بن زبیر، اپنے باپ عروہ بن زبیر، محمد بن مسلم بن شہاب زہری، ابوالزبیر محمد بن مسلم مکی، محمد بن منکدر، وہب بن کیسانی وغیرہم سے روایت کرتے ہیں۔

حافظ مزی نے کہا: انہوں نے حضرت انس بن مالک، جابر بن عبداللہ، سہل بن سعد اور حضرت عبداللہ بن عمر بن خطاب کو دیکھا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ان کے سر پر ہاتھ پھیرا اور ان کے لئے دعا فرمائی۔

ابو حاتم نے کہا: وہ ثقہ اور حدیث میں امام تھے۔

(تہذیب الکمال ج ۱۰ ص ۴۳۵، ۴۳۸)

امام ابوحنیفہؒ نے اپنے شیخ ہشام بن عروہ سے جو حدیث روایت کی ہے وہ یہ ہے۔

ابو حنيفة عن هشام بن عروه عن ابيه عن عائشة رضى الله عنها ان فاطمة بنت ابى حيش قالت يارسول الله (ﷺ) الى احيض الشهر والشهرين فقال لها عرق هو فاذا اقبلت حيضتك فدعى الصلوة واذا ادبرت فاغتسلى لطهرك ثم توضى لكل صلوة وصلى

(جامع المسانيد ج ۱ ص ۵۶۷)

ابوحنیفہ نے ہشام بن عروہ سے انہوں نے اپنے باپ عروہ بن زبیر بن عوام سے انہوں نے اُمّ المومنین حضرت عائشہؓ سے روایت کی کہ فاطمہ بنت ابی حبیش نے عرض کیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے ایک ماہ اور دو ماہ حیض آتا ہے نبی اکرم نے فرمایا وہ خون کی ایک رگ ہے (اسے عاذل کہتے ہیں) جب تجھے حیض آئے تو نماز چھوڑ دو جب ختم ہوجائے تو پاک ہونے کا غسل کرو پھر اس کے بعد ہر نماز کے لئے وضو کرو اور نماز پڑھ

اب شیخین امام بخاری و مسلم کی حدیث سماعت فرمائیں۔

حدثنا عبد الله بن یوسف قال اخبرنا مالک عن هشام بن عروه عن ابیه عن عائشه انها قالت قالت فاطمه بنت ابی جیش لرسول الله (ﷺ) یا رسول الله انی لااطهر افادع الصلوة فقال رسول الله (ﷺ) انما ذلك عرق ولیس باالحیضة فاذا اقبلت الحیضه فالترکی الصلوة فاذا ذهب قدرها فاغسلی عنك الدم وصلی (بخاری شریف کتاب الحیض باب الاستحاضہ)

اُمّ المومنین حضرت عائشہؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا فاطمہ بن ابی حبیش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں حیض سے پاک نہیں ہوتی کیا میں نماز چھوڑ دوں۔ رسول اللہ نے فرمایا یہ ایک خون کی رگ ہے حیض کا خون نہیں۔ جب حیض کا خون آئے تو نماز کو چھوڑ دے اور جب ایام حیض گزر جائیں تو اپنے جسم سے خون کو دھو کر نماز پڑھ لے۔

حدثنا ابوبکر بن ابی شعیبة وابو کریب قالا ناوکیع عن هشام بن عروه عن ابیه عن عائشة قالت جاءت فاطمة بنت ابی جیش الی النبی (ﷺ) فقالت یارسول الله (ﷺ) انی امراة استحاض فلااطهر افادع الصلوة فقال لاانما ذلك عرق ولیس باالحیضة فاذا اقبلت الحیضة فدعی الصلوة فاذا ادبرت فاغسلی عنك الدم وصلی (مسلم شریف ج اول ج ۱۵۱)

اس حدیث مبارک کا ترجمہ اس سے قبل بخاری شریف کی حدیث کے ماتحت گزر چکا ہے۔ ابوعیسیٰ ترمذی نے اپنی سند ہناد انا وکیع، عبدہ اور ابومعاویہ کے طریق سے یہ حدیث اسی طرح روایت کی ہے پھر امام ابوعیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں۔

قال ابو معاویہ فی حدیثہ وقال توضی لکل صلوۃ یجیی ذلك الوقت

(ترمذی شریف مطبوعہ منشی نول کشور ص ۲۵)

ابومعاویہ نے کہا نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: جو بھی نماز کا وقت آئے ہر نماز کیلئے وضو کر۔

یہ تینوں احادیث مبارکہ آپ کے سامنے ہیں آپ ان کا تقابلی جائزہ لیں کہ امام صاحبؒ اس حدیث کو صرف دو واسطوں سے اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت کر رہے ہیں اور امام بخاریؒ چار واسطوں سے اسی طرح ابوالحجاج مسلم قشیری بھی چار واسطوں سے اسی طرح ابوعیسیٰ ترمذی بھی چار واسطوں سے اس حدیث کی روایت کر رہے ہیں اور یہ حدیث صحیح ہے تو پھر امام صاحب کی حدیث جو صرف دو واسطوں سے مروی ہے وہ کیوں صحیح نہ ہوگی۔ ابوعیسیٰ ترمذی نے فرمایا: جو حدیث عائشہؓ سے مروی ہے حسن اور صحیح ہے۔

(۹) علی ابن اقمرؒ:

علی ابن اقمر بن عمرو بن حارث بن معاویہ ہمدانی ودائی ابوالوازع کوفی طبقہ رابعہ سے ثقہ ہیں اور حافظ عسقلانی نے ان کو تیسرے طبقہ میں شمار کیا ہے یہ ائمہ صحاح ستہ کے رواۃ میں سے ہیں یہ اسامہ بن شریک، اعز ابومسلم، ابوحذیفہ سلمہ بن صھیلبہ، عبداللہ بن زبیر سلمی، عبداللہ بن عمر بن خطاب (فیما قیل) عکرمہ مولیٰ ابن عباس، عون بن ابی جحیفہ، مصعب بن سعد بن ابی وقاص، معاویہ بن ابی سفیان، ابوجحیفہ، ابوعطیہ ودائی، اُمّ عطیہ انصاریہ (فیما قیل)

ان سے حسن بن صالح بن حی، رقبہ بن مصقلہ، سفیان ثوری، شعبہ بن حجاج، مسعر بن

کدام، منصور بن معتمر وغیرہم نے روایت کیا۔ محمد بن سعد نے ان کو اہل کوفہ سے چوتھے طبقہ میں ذکر کیا ہے اسحاق بن منصور اور احمد بن سعد بن ابی سعد بن ابی مریح دونوں نے یحییٰ بن معین سے روایت کیا کہ علی بن اقمر ثقہ ہیں اسی طرح ان دونوں نے ابوحاتم، عجلی، یعقوب بن شیبہ، نسائی، ابن خراش اور دار قطنی سے روایت کیا کہ ان سب نے کہا: وہ ثقہ ہیں اور ابن ابی مریح نے یحییٰ بن معین سے روایت میں یہ اضافہ کیا ہے کہ وہ حجت ہیں۔ ابوحاتم نے یہ اضافہ کیا کہ وہ ''مصدق'' ہیں اور ابن حبان نے ان کا کتاب الثقات میں ذکر کیا۔

(تہذیب الکمال ج ۷ ص ۲۲۷، ۲۲۸، تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۲۸۳، تاریخ الکبیر ج ۶ ص ۲۶۱ ترجمہ ۲۳۴۵، الکاشف ج دوم ص ۲۴۳)

(۱) امام صاحبؒ نے اپنے شیخ علی بن اقمر سے جو حدیث روایت کی ہے وہ یہ ہے:

ابو حنیفة عن علی ابن الاقمر عن الاغر (ابو مسلم) عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ مر بقوم یذکرون اللہ تعالیٰ فقال انتم من الذین امرت ان اصبر نفسی معھم وما جلس عدتکم من الناس یذکرون اللہ تعالیٰ الا حفتھم الملئکة باجنحتھا وغشیتھم الرحمة وذکرھم اللہ فیمن عندہ.

(جامع المسانید ج اول ص ۱۰۲، مسند امام اعظم ص ۲۱)

حضرت ابوحنیفہؒ نے علی بن اقمر سے انہوں نے اغر ابومسلم (یہ امام صاحبؒ کے شیخ الشیخ ہیں) سے انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا (اور یہ حدیث مرسل ہے کیوں کہ ابومسلم تیسرا طبقہ سے کبار تابعین میں سے ہیں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ لوگوں کے پاس سے گزرے جو اللہ تعالیٰ کا ذکر کر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: تم ان لوگوں میں سے ہو جن کے متعلق مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اپنی جان ان سے مانوس رکھوں جب تک یہ لوگ اللہ عز وجل کا ذکر کر رہے ہیں۔ فرشتے اپنے پروں سے ان کو احاطہ کیے ہوئے ہیں اور ان کو رحمت نے ڈھانک رکھا ہے اور اللہ عز وجل ان کا ذکر ان میں کرتا ہے جو اس کے پاس (یعنی

ملاالاعلیٰ کے فرشتوں کے پاس ان کا ذکر کرتا ہے)

اب بطور تقابلی جائزہ چند احادیث پیش خدمت ہیں۔

حدثنا محمد بن مثنی وابن بشار قالنا محمد بن جعفر نا شعبة قال سمعت ابا اسحاق یحدث عن الاغر ابی مسلم قال اشهد علی ابی هریرة وابی سعید الخدری انها شهدا علی النبی صلی الله علیه وسلم انه قال لا یقعد قوم یذکرون الله عز وجل الاحفتهم الملائکة وغشیتهم الرحمة ونزلت علیه السکینة وذکرهم الله فیمن عنده.

(مسلم شریف کتاب الذکر والدعاء ج دوم ص ۳۴۵)

ابو مسلم سے روایت ہے انہوں نے کہا: میں حضرت ابو ہریرہؓ اور ابو سعید خدریؓ کے متعلق گواہی دیتا ہوں کہ وہ دونوں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو لوگ بھی اللہ عز وجل کے ذکر کے لیے بیٹھے ہیں ان کو فرشتے پروں سے احاطہ کر لیتے ہیں اور ان کو رحمت ڈھانک لیتی ہے اور ان پر سکون و اطمینان نازل ہوتا ہے اور اللہ عز وجل ان کا فرشتوں میں ذکر کرتا ہے جو اس کے پاس ہیں۔

اس حدیث کو بطریق شعبہ ابو اسحاق سے انہوں نے اعز ابو مسلم سے انہوں نے حضرت ابو ہریرہؓ اور ابو سعید خدریؓ سے اپنی اپنی اسناد کے ساتھ کئی ائمہ محدثین نے روایت کیا ہے۔

(شعب الایمان للبیهقی ج اول ص ۳۹۷ تفسیر دُرّ منشور للسیوطی ج اول صفحه ۱۵۰ الترغیب والترهیب للمنذری ج دوم ص ٤٠٦ فتح الباری شرح صحیح بخاری للعسقلانی ج ١١ ص ٢٠٩)

اور علامہ عبدالحی لکھنوی نے اپنے رسالہ ''سباحۃ الفکر فی الجھر بالذکر'' میں اس کو نقل کیا ہے۔ مسند احمد ج ۳ ص ۹۲، حلیۃ الاولیاءَ ج ۷ ص ۲۰۵۔ اس کے علاوہ ترمذی، ابن ماجہ اور ابن ابی شیبہ نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے اور ابن الدنیا نے ان دونوں سے مرفوعاً یہ روایت کیا ہے۔

ان لاهل الذکر اربعا تنزل علیهم السکینة وتغیشهم الرحمة تحف لهم الملئکة ویذکرهم الله فی ملاعنده

یعنی ذاکرین کے لئے چار چیزیں ہیں

اوّل: ان پر سکون واطمینان نازل ہوتا ہے۔

دوم: ان کو خدا کی رحمت ڈھانک لیتی ہے۔

سوم: ان کو فرشتے اپنی آغوش میں لے لیتے ہیں۔

چہارم: اللہ عز وجل ان کا ذکر اس جماعت میں کرتا ہے جو اس کے پاس ہے۔

(سباحة الفکر فی الجهر بالذکر مجموعه الرسائل لکهنوی)

طبرانی نے معجم صغیر میں باسناد حسن ابن عباسؓ سے ایک حدیث روایت کی ہے جس کو حافظ منذری اور علامہ عبدالحئی نے نقل فرمایا ہے۔ وہ حدیث یہ ہے۔

عن ابن عباس رضی الله عنهما قال مر النبی صلی الله علیه وسلم بعبدالله بن رواحة وهو یذکر اصحابه فقال رسول الله (ﷺ) اما انکم الملا الذین امرنی الله ان اصبر نفسی معکم ثم تلا هذه الایة: واصبر نفسك مع الذین یدعون ربهم بالغداة والعشی الایة (ترغیب للمندری ج۲ ص۲۰٤ سباحة الفکر ص٦٦)

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) حضرت عبداللہ بن رواحہ کے پاس سے گزرے اور وہ اپنے ساتھیوں کو اللہ عز وجل کا ذکر کرا رہے تھے (یہ دیکھ کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہاری وہ جماعت ہے جس کے متعلق اللہ عز وج نے حکم دیا ہے کہ میں اپنی جان کو تم سے مانوس رکھوں۔ پھر آپ نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی ''اور اپنی جان ان سے مانوس رکھیں جو صبح وشام اپنے رب کو پکارتے ہیں۔''

(سورۃ الکہف:۲۹)

قارئین کرام! آپ نے امام صاحبؒ کی مروی حدیث کو ملاحظہ فرمایا پھر جن ائمہ محدثین نے اپنی اپنی سند کے ساتھ اس حدیث کو روایت کیا وہ بھی آپ نے سماعت فرمایا اس کے بعد فیصلہ آپ لوگوں پر ہے کیا امام صاحب ضعیف ہیں اور ان کی احادیث بھی ضعیف ہیں یا امام صاحب کی حدیث بھی دوسرے کبرائے محدثین کی تخریج کردہ حدیث کی طرح صحیح ہے۔

(۲) حافظ خوارزمی نے امام صاحب کے شیخ علی بن اقمر سے بطریقہ عن مسروق عن عائشہ رضی اللہ عنہا ایک حدیث تخریج کی ہے وہ یہ ہے

قالت قال رسول الله (ﷺ) اذا رام جأ ان يضع خشبة على جدار احدكم فلا يمنعه (جامع المسانید ج اول ص۱۰۲ مسند امام اعظم ص۱۷۶)

اُمّ المومنین حضرت عائشہؓ نے فرمایا: رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: جب پڑوسی تم میں سے کسی ایک کی دیوار پر اپنی لکڑی رکھنا چاہے تو وہ اس کو منع نہ کرے۔

اور پڑوسی کے حقوق کے متعلق کتاب الادب باب الوصاۃ بالجار بخاری شریف میں احادیث کا مطالعہ فرمائیں جس سے امام صاحب کی حدیث کی توثیق ہوتی ہے۔

(۳) **ابوحنيفة عن علی بن الاقمر عن ابو جحيفة رضی الله عنه ان النبی صلی الله عليه وسلم مر برجل ساول ثوبه فعطفه عليه**

(جامع المسانيد ج اول ص ١٨ ، مسند امام اعظم ص ٢٠٤)

حضرت ابوجحیفہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص کے پاس سے گزرے جو اپنے کپڑے کو لٹکائے ہوئے تھا آپ نے وہ کپڑا اس پر اوڑھ دیا۔

(۴) **ابوحنيفة عن بن الاقمر عن ابو عطية الوداعی رضی الله عنه ان رسول الله (ﷺ) خرج فی جنازة فرای امراة فامربها فطردت فلم يكبر حتی لم يرها** (جامع المسانید ج اول مسند امام اعظم ص۱۰۲)

ابوعطیہ وداعی سے روایت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک جنازہ میں تشریف

لے گئے آپ نے ایک عورت کو دیکھا اور اس کو واپس جانے کا کہا وہ واپس ہوگئی جب تک وہ عورت آپ کی آنکھوں سے اوجھل نہیں ہوگئی آپ نے نماز جنازہ کی تکبیر نہیں کہی۔

(۵) امام صاحب کی ایک حدیث کی سند اس طرح ہے۔

ابو حنیفة عن علی بن الاقمر عن الصحابة رضی الله عنه

اب آپ کے سامنے امام بخاریؒ اور امام ابو حنیفہؒ کی حدیث کا موازنہ پیش خدمت ہے۔

امام صاحبؒ اسی سند کے ساتھ ابو جحیفہ وہب بن عبداللہ سوائی متوفی ۶۴ھ سے روایت کرتے ہیں۔

قال قال رسول الله (ﷺ) امانا فلااکل متکنأ الی آخر الحدیث

حضرت ابو جحیفہؓ نے کہا: رسول اللہ نے فرمایا: میں نے تکیہ لگائے ہوئے نہیں کھانا میں ایسے کھانا کھاتا ہوں جیسے ایک عبد کھاتا ہے اور ایسے پیتا ہوں جیسے ایک عبد پیتا ہے اور میں اپنی موت تک اپنے ربّ کی عبادت کروں گا۔

اب امام بخاریؒ کی حدیث بھی ملاحظہ فرمائیں۔

حدثنا ابو نعیم حدثنا مسعر عن علی بن الاقمر سمعت اباحجیفة یقول قال رسول الله (ﷺ) الاکل متکنأ

(۲) حدثنا عثمان بن ابی شیبة اخبرنا جریر عن منصور عن علی بن الاقمر عن ابی جحیفة قال کنت عندالنبی (ﷺ) فقال لرجل عنده لااکل وانا متکیء (کتاب الاطمعہ باب الاکل متکنا)

ابو جحیفہ کہتے ہیں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: میں تکیہ لگائے ہوئے نہیں کھاتا۔

دوسری حدیث میں ہے حضرت ابوجحیفہ نے کہا: میں نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس تھا آپ نے ایک شخص (وہ اعرابی تھا) جو بارگاہ نبوت میں حاضر تھا اس سے فرمایا: میں تکیہ لگانے کی حالت میں نہیں کھاتا۔

اب آپ دونوں احادیث کا موازنہ فرمائیں امام صاحب دو واسطہ سے صحابہ کرام سے یعنی ابوجحیفہ سوائی سے روایت کررہے ہیں اور امام بخاری تین اور چار واسطہ سے ابوجحیفہ سے رایت کررہے ہیں لیکن اس کے باوجود امام صاحب کی حدیث ضعیف ہے اور امام بخاری کی حدیث صحیح ہے عقل ودانش اور انصاف کا تقاضا یہی ہے کہ امام صاحب کی حدیث امام بخاری کی حدیث سے اصح ہو کیونکہ امام صاحب صرف دو واسطہ سے روایت کررہے ہیں اور امام بخاری تین اور چار واسطہ سے روایت کررہے ہیں اللہ عزوجل سمجھنے کی توفیق عطاء فرمائے۔

(۱۰) ہیثم بن حبیبؒ:

ہیثم بن حبیب اور وہ ہیثم بن ابوالھیثم صیرفی کوفی، عبدالخالق بن حبیب کے بھائی ہیں۔ یہ طبقہ سادسہ سے ہیں۔ یہ حکم بن عتبہ، حماد بن ابی سلیمان، عاصم بن حمزہ، عکرمہ مولیٰ ابن عباس، عون بن ابی جحیفہ اور محارب بن دثار سے روایت کرتے ہیں ان سے شعبہ بن حجاج، ابوعوانہ بن عبداللہ اور ابوحنیفہ نعمان بن ثابت نے روایت کیا۔

ابوداؤد طیالسی نے ابوعوانہ سے روایت کی کہ میں نے شعبہ بن حجاج سے کہا: جب میں کوفہ جانے کا ارادہ کروں تو کس کے پاس جاؤں شعبہ بن حجاج نے کہا: ہیثم صیرفی کی صحبت کو لازم پکڑو۔ ابوبکر اثرم نے کہا: میں نے ابوعبداللہ احمد بن حنبل کو ہیثم بن حبیب کی ثنا کرتے ہوئے سنا۔ احمد بن حنبل نے کہا: ان کی احادیث کتنی اچھی ہیں اور بہت ہی مستقیم ہیں اور یہ ایسی احادیث نہیں جیسا کہ ان سے اصحاب رائے روایت کرتے ہیں اسحاق بن منصور نے یحییٰ بن معین سے روایت میں کہا ہیثم بن حبیب ثقہ ہیں۔ ابوزرع، ابوحاتم دونوں نے کہا: وہ حدیث میں ثقہ وصدوق ہیں۔ (تہذیب الکمال ج ۱۰ ص ۴۹۱)

امام صاحب نے اپنے شیخ ہیثم بن حبیب سے جو حدیث روایت کی وہ یہ ہے۔

ابو حنیفه عن الهیشم عن عامر الشعبی عن مسروق عن عائشه رضی الله عنها کان رسول الله (ﷺ) یصیب من وجهها وهو صائم یعنی القبلة

(مسند امام اعظم کتاب الصوم ص ۱۰۹)

ابوحنیفہ نے ہیثم سے انہوں نے عامر شعبی سے انہوں نے مسروق سے انہوں نے اُمّ المومنین حضرت عائشہ ؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) روزہ کی حالت میں ان کا بوسہ لیتے تھے۔

یہ حدیث مبارکہ ائمہ صحاح ستہ نے اُمّ المومنین حضرت عائشہ ؓ سے روایت کی ہے۔

بخاری شریف میں یہ حدیث اس طرح مروی ہے۔

حدثنا محمد بن المثنی حدثنا یحیی عن هشام قال اخبرنی ابی عن عائشة عن النبی (ﷺ) (تحویل اسناد) حدثنا عبدالله بن مسلمة عن مالك عن هشام عن ابیه عن عائشة رضی الله عنها قالت ان کان رسول الله (ﷺ) لیقبل بعض ازواجه وهو صائم ثم ضحکت.

(بخاری شریف کتاب الصوم باب القبلة للصائم)

اُمّ المومنین حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا: رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی بعض ازواج مطہرات کا بوسہ لیتے حالانکہ آپ روزہ دار تھے یہ بات کہہ کر حضرت عائشہ ؓ ہنس پڑیں۔

حدثنا علی بن حجر السعدی ثنا سفیان عن هشام بن عروة عن ابیه عن عائشه رضی الله عنها قالت کان رسول الله (ﷺ) یقبل احدی نسائه وهو صائم ثم تضحك (مسلم شریف ج اول ص ۳۵۲)

اس حدیث کا ترجمہ وہی ہے جو بخاری شریف کی حدیث کا ترجمہ ہے۔

شیخین کی روایت سے ثابت ہوا وہ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہؓ ہی تھیں جیسا کہ دوسری احادیث میں صراحتاً اُمّ المومنینؓ کا ذکر ہے۔

ابوعیسیٰ ترمذی نے اپنی سند کے ساتھ اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے بھی حدیث روایت کی ہے اس کے بعد فرماتے ہیں:

وفی الباب عن عمر بن الخطاب وحفصة وابی سعید، وام سلمة وابن عباس وانس وابی هریرة قال ابوعیسیٰ حدیث عائشة حدیث حسن صحیح (ترمذی شریف ص ۱۲۷)

اس باب میں حضرت عمر بن خطاب، اُمّ المومنین حضرت حفصہ، ابوسعید خدری، اُمّ المؤمنین حضرت اُمّ سلمہ، ابن عباس، انس اور ابوہریرہؓ سے بھی حدیث مروی ہے ابوعیسیٰ نے کہا، اُمّ المومنین حضرت عائشہؓ کی حدیث حسن صحیح ہے۔

اسی طرح ابن ماجہ، نسائی، ابوداؤد نے بھی اُمّ المومنین سے یہ حدیث روایت کی ہے اور ابوداؤد نے کتاب الصوم میں اپنی جید اسناد کے ساتھ حضرت ابوہریرہؓ سے ایک حدیث روایت کی ہے۔

عن ابی هریرة انه علیه السلام ساله رجل عن المباشر للصائم فرفص له وأتاه اخر فنهاه فاذا الذی رخص له شیخ ولذی نهاه شاب

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) سے روزہ دار کے لئے عورت سے مباشرت کے متعلق پوچھا تو آپ نے اس کو رخصت عطا فرمائی پھر آپ کے حضور دوسرے شخص نے حاضر خدمت ہو کر یہی سوال کیا تو آپ نے ان کو منع فرما دیا۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں آپ نے جس کو رخصت دی وہ بوڑھا آدمی تھا اور جسے منع فرمایا وہ نوجوان آدمی تھا۔

جب روزہ دار اپنے آپ پر قابو نہ پا سکتا ہو اس کیلئے بوسہ لینا جائز نہیں۔

ائمہ صحاح ستہ کی احادیث آپ کے سامنے ہیں اور حضرت امام ابوحنیفہؒ کی حدیث بھی آپ کے سامنے ہے خود موازنہ فرمائیں کہ امام صاحبؒ کی حدیث کی اسناد کتنی جید ہے پھر یہ کہ اُمّ المومنین سے صرف تین واسطوں سے مروی ہے اور شیخین واصحاب اربعہ کی احادیث چار سے پانچ واسطوں سے مروی ہے اس کے بعد بھی اگر کوئی امام صاحبؒ کی تضعیف کی گردان کرتا ہے تو اس کی مرضی لیکن اس گردان سے اس کو کچھ حاصل نہیں ہوگا۔

(۱۱) علقمہ بن مرثدؒ:

علقمہ بن مرثد حضری ابوالحارث کوفی تبع تابعی یہ طبقہ سادسہ سے ہیں۔ عراق کے والی خالد قسری کے آخر دور میں فوت ہوئے ہیں۔ ائمہ صحاح ستہ کے رواۃ میں سے ہیں۔ یہ سلیمان بن بریدہ، عبدالرحمٰن بن سابط، قاسم بن غمیرہ، مجاہد بن جبر مکی یہ سب امام صاحبؒ کے شیوخ الشیوخ ہیں جو امام صاحبؒ کے شیخ اور صحابہ کرامؓ کے درمیان واسطہ ہیں۔

(تهذيب الكمال ج ٧ ص ٢٤١)

امام صاحبؒ کے شیخ کا ترجمہ آپ نے سماعت فرمایا۔ امام صاحبؒ کی مسند میں اکثر احادیث اپنے شیخ علقمہ بن مرثد سے من طریق سلیمان بن بریدہ عن ابیہ سے مروی ہیں۔ اسی سند کے ساتھ امام صاحب نے ''مسند'' میں اکتیس سے زائد احادیث روایت کی ہیں اس ترجمہ سے ثابت ہوتا ہے امام صاحبؒ اور صحابہ کرامؓ کے درمیان صرف دو واسطے ہیں۔

امام صاحبؒ سے مروی حدیث کی سند اس طرح ہے۔

ابو حنيفه عن علقمة بن المرثد عن سليمان بن بريدة عن ابيه بريده بن حصيب الاسلمي المروزي

اس سند حدیث کو دیکھیں امام صاحبؒ اور صحابہ کرامؓ کے درمیان صرف دو ہی واسطے ہیں اسی سند کے ساتھ امام صاحبؒ نے جو حدیث روایت کی ہے وہ یہ ہے۔

قال قال رسول الله (ﷺ) ماميت يموت له ثلاثه من الولد الا ادخله الله الجنة فقال عمر اواثنان فقال (ﷺ) او اثنان (مسند امام اعظم کتاب الجنائز ص ۱۰۰)

حضرت ابوحنیفہ ؒ علقمہ، بن مرثد سے وہ سلیمان بن بریدہ سے وہ اپنے باپ بریدہ بن حصیب اسلمی سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: کوئی آدمی جس کے تین بچے فوت ہوجائیں اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل فرمائے گا۔ حضرت عمر فاروق ؓ نے عرض کیا۔ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر اس کے دو بچے فوت ہوجائیں، نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: ہاں اگر دو بچے فوت ہوجائیں اس معنی میں امام بخاری ؒ نے اپنی سند کے ساتھ تین احادیث روایت کی ہیں وہ یہ ہیں۔

(۱) حدثنا ابو معمر حدثنا عبدالوارث عبدالعزيزعن انس بن مالك رضى الله عنه قال قال النبى (ﷺ) مامن الناس من مسلم يتوفى له ثلاث لم يبلغوا الحنثت الاادخله الله الجنة بفضل رحمة اياهم

(۲) حدثنا مسلم حدثنا شعبة حدثنا عبد الرحمن بن الاصبهانى عن ذكوان عن ابى سعيد رضى الله عنه ان النساء قلن للنبى صلى الله عليه وسلم اجعل لنا يوم فوعظهن وقال ايما امرأة مات لها ثلاثة من الولد كانوا لها حجابا من النار قالت امرأة واثنان قال واثنان.

(۳) حدثنا على حدثنا سفيان قال سمعت الزهرى عن سعيد بن مسيب عن ابى هريرة رضى الله عنه عن النبى (ﷺ) قال لايموت لمسلم ثلاثة من الولد فيلج النار الاتحلة القسم

(كتاب الجائز باب فضل من مات له ولد فاحتسب)

اب امام صاحب ؒ اور امام بخاری ؒ کی احادیث کا باہم موازنہ کریں۔ امام بخاری ؒ کی تینوں احادیث کا معنی یہی ہے کہ جس آدمی کے تین بیٹے فوت ہوجائیں اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں

داخل فرمائے گا اور امام صاحبؒ کی حدیث کا معنی بھی وہی ہے۔ امام بخاریؒ نے بھی ثقہ رواۃ سے ان احادیث کی روایت کی ہے اور امام صاحبؒ نے بھی ثقہ رواۃ سے یہ حدیث روایت کی ہے۔ امام صاحبؒ کی مسند میں ایک تبع تابعی ہے اور ایک ثقات کبار تابعین میں سے ہے اور دونوں ائمہ صحاح ستہ کے رواۃ میں سے ہیں اور امام بخاریؒ کی احادیث میں امام بخاریؒ سے صحابہ کرامؓ تک تین اور چار واسطے ہیں اور امام صاحبؒ کی حدیث میں امام صاحبؒ سے صحابہ کرام تک صرف دو واسطے ہیں۔

پھر کیا وجہ ہے کہ امام بخاری کی حدیث صحیح قرار پائے اور امام صاحبؒ کی حدیث کا ضعف امام صاحبؒ کے ماتھے کا جھومر بن جائے۔

عقل و دانش کا تقاضا تو یہ ہے کہ امام صاحبؒ کی حدیث امام بخاری سے اصح ہو کیونکہ امام صاحبؒ صرف دو واسطہ سے حدیث کی روایت کر رہے ہیں اور امام بخاری تین اور چار واسطہ سے احادیث کی روایت کر رہے ہیں اور امام صاحبؒ کے رواۃ بھی صحاح ستہ کے رواۃ میں سے ہیں۔

(۱۲) موسیٰ بن ابی عائشہؒ:

موسیٰ بن ابی عائشہ ہمدانی ابوالحسن کوفی آزاد کردہ غلام آل جعدہ بن ہبیرہ مخزومی طبقہ خامسہ سے ہیں۔ ائمہ صحاح ستہ کے رواۃ میں سے ہیں۔ یہ سعید بن جبیر، عبداللہ بن شداد بن ہاد ابوالولید مدنی لیثی سے اور ان سے سفیان بن عینیہ، شعبہ بن حجاج وغیرہم روایت کرتے ہیں۔

حافظ مزی لکھتے ہیں علی بن مدینی نے کہا: میں نے یحیٰ بن سعید قطان کو کہتے ہوئے سنا کہ سفیان ثوری موسیٰ بن ابی عائشہ کی اچھی تعریف کرتے تھے۔ حمیدی نے سفیان بن عینیہ سے روایت کی انہوں نے (حدثنا موسیٰ بن ابی عائشہ) اور وہ ثقات میں سے تھے۔

یحییٰ بن معین نے کہا: وہ ثقہ ہیں۔ (تہذیب الکمال ج ۱۰ ص ۱۷۷)

(۱۴۳) عبدالعزیز بن رفیع اسدیؒ

عبدالعزیز بن رفیع اسدی ابوعبداللہ مکی طائفی، متوفی ۱۳۰ھ ائمہ صحاح ستہ کے رواۃ میں سے ہیں۔ یہ ابراہیم نخعی، انس بن مالک، حبیب بن ابی ثابت، ذکوان ابو صالح اسمان، ابوالطفیل عامر بن واثلہ، عبداللہ بن زبیر، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمر، عبید بن عمیر، عطاء بن ابی رباح، عکرمی مولیٰ ابن عباس، عمرو بن دینار۔ انہوں نے حضرت ابومخدورہ کی آواز سنی ہے اور اُمّ المومنین حضرت عائشہ ؓ کو دیکھا ہے اور ان کے علاوہ بھی اکثر سے روایت کرتے ہیں ان سے اسرائیل بن یونس، جریر بن عبدالحمید، حسن بن صالح بن حی، زہیر بن معاویہ، سفیان ثوری، سفیان بن عینیہ، سلیمان الاعمش، شریک بن عبداللہ، ابوحنیفہ نعمان بن ثابت وغیرہم نے روایت کیا۔

عبداللہ بن احمد بن حنبلؒ نے اپنے والد سے اسحاق بن منصور نے یحییٰ بن معین ابوحاتم اورنسائی سے روایت کیا کہ وہ ثقہ ہیں۔ عجلی نے کہا: وہ تابعی ثقہ ہیں۔ یعقوب بن شیبہ نے کہا: ان کی حدیث حجت کے قائم مقام ہے۔

امام صاحبؒ نے اپنے شیخ عبدالعزیز بن رفیع اسدی سے جو حدیث روایت کی ہے وہ یہ ہے۔

ابوحنيفة عن عبدالعزيز بن رفيع عن مصعب بن سعد بن ابی وقاص عن ابيه رضى الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم مامن نفس الاوقد كتب الله مخرجها ومدخلها وماهى لاقية فقال رجل من الانصار ففيم العمل يارسول الله قال اعملوا وكل ميسر لما خلق له وأما اهل الشقأ فيسروالعلمل اهل الشقاء واما اهل السعادة فليسروا الحمل اهل السعادة

فقال الانصاری الان حق العمل.

(جامع المسانید ج اول ص ۱۸۳ مسند امام اعظم ص ۱۳)

ابوحنیفہ نے عبدالعزیز بن رفیع سے انہوں نے مصعب بن سعد بن ابی وقاص سے انہوں نے اپنے باپ سعد بن ابی وقاص ؓ سے روایت کی انہوں نے کہا: رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: ہر نفس کا اللہ تعالیٰ نے (طاعت و معصیت اور طلب رزق وغیرہ میں) مدخل و مخرج لکھ دیا ہے اور دنیا و عقبیٰ میں جس سے وہ ملاقات کرنے والا ہے۔ آپ سے عرض کیا گیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) عمل کس میں ہے (کیونکہ ازل میں وہ امور سے فراغت پا چکا ہے) آپ نے فرمایا: عمل کرو ہر شخص جس کیلئے وہ پیدا کیا گیا ہے وہ اس کے لئے آسان کیا گیا ہے چنانچہ جو اہل جنت سے ہے اس کیلئے اہل جنت کا عمل آسان کر دیا گیا ہے اور جو شخص اہل نار سے ہے اس کیلئے اہل نار کا عمل آسان کر دیا گیا ہے انصاری نے کہا: اب پتہ چلا عمل حق ہے اب امام صاحب ؒ کی مروی حدیث کا دیگر ائمہ محدثین سے مروی حدیث کے ساتھ موازنہ پیش خدمت ہے۔

حدثنا بشر بن خالد اخبرنا محمد بن جعفر حدثنا شعبه عن سلیمان عن سعد بن عبیدة عن ابی عبدالرحمن السلمی عن علی رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم انه کان فی جنازة فاخذ عودا فکیث فی الارض فقال مامنکم من احد الاوقد کتب مقعده من النار اومن الجنة قالوا یارسول الله افلا نتکل قال اعملوا فکل میسر فاما من اعطی واتقی وصدق بالحسنی الایه (بخاری شریف کتاب القدر باب وکان امر اللہ قدرا مقدور، کتاب التفسیر باب فسنیسرہ للیسری)

حضرت ابوعبدالرحمٰن سلمی نے حضرت علی شیر خدا ؓ سے انہوں نے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) سے روایت کی کہ آپ ایک جنازہ میں شریک تھے آپ نے لکڑی لی اور اس کو زمین پر

مارنا شروع کردیا (یہ کسی غمناک کرنے والی چیز میں تفکر کا فعل ہے) آپ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص نہیں مگر اس کے رہنے کی جگہ دوزخ یا جنت لکھی ہوئی ہے لوگوں نے عرض کیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم لکھے ہوئے پر اعتماد کرلیں آپ نے فرمایا: ایسا نہ کرو عمل کرو جس کیلئے انسان پیدا کیا گیا ہے وہ اس کیلئے آسان کردیا گیا ہے پھر آپ نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی۔

"فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰی وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰی" (اللیل:۵،۶)

حدثنا آدم حدثنا شعبة عن الاعمش قال سمعت سعد بن عبيدة يحدث عن ابى عبدالرحمن السلمى عن على رضى الله عنه قال كان النبى صلى الله عليه وسلم فى جنازة فاخذ شيا فجعل فيكث به الارض فقال مامنكم من احد الاوقد كتب مقعده من النار ومقعده من الجنة قالوا يارسول الله (ﷺ) افلا فتكل على كتابنا وتدع العمل قال اعمولا فكل ميسو لما خلق له امامن كان من اهل السعادة فيسر لعمل اهل السعادة واما من كان الشفأ فيسر يعمل اهل الشفأ ثم قرا "فاما من اعطى واتقى وصدق باالحسنى"

الایہ (بخاری شریف کتاب التفسیر باب قولہ فسنیسرہ للعسری)

حضرت علیؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک جنازہ میں شریک تھے آپ نے کوئی چیز لی اور اس سے زمین کو کریدنا شروع کردیا آپ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص نہیں مگر اس کے رہنے کی جگہ جہنم یا جنت لکھی گئی ہے لوگوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا ہم اپنے لکھے ہوئے پر اعتماد نہ کرلیں اور عمل کرنا چھوڑ دیں آپ نے فرمایا: عمل کرو انسان جس کیلئے پیدا کیا گیا ہے وہ اس کیلئے آسان کردیا گیا ہے اور جو اہل سعادت سے ہے اس کیلئے اہل سعادت کے عمل آسان کردیئے ہیں اور جو اہل شقاوت میں سے ہے اس کیلئے بدبختوں کے عمل آسان کردیئے گئے ہیں پھر آپؐ نے یہ

آیت مبارکہ تلاوت فرمائی۔

"فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰی وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰی" (اللیل: ۵،۶)

اور مسلم نے بطریق ابوعبدالرحمن سلمی عن علی اس طرح روایت کیا ہے:

(مسلم کتاب القدر ج دوم ص ۳۳۴)

اور ابوعیسیٰ ترمذی نے بھی بطریق ابوعبدالرحمن سلمی عن علیؓ اس طرح روایت کیا ہے۔

(ترمذی ص ۳۵۵)

عبدالرزاق نے مصنف میں اس کی روایت کی ہے۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۱۱ ص ۱۱۵)

اور ابن ماجہ نے بھی کتاب السنہ میں اس طرح روایت کیا ہے اور ابوداؤد نے بھی کتاب السنۃ میں اس طرح روایت کیا ہے۔

چنانچہ امام صاحبؒ کی مروی حدیث اور دیگر ائمہ محدثین کی مروی حدیث آپ کے سامنے پیش کردی ہے آپ اس میں تدبر و تفکر فرمائیں کہ امام صاحبؒ کی حدیث صحیح ہے یا نہیں۔ اس تقابلی جائزہ سے آپ کو یہ معلوم ہوگا کہ امام صاحبؒ کی حدیث بھی دیگر ائمہ محدثین کی طرح صحیح ہے۔

"ھذا حدیث حسن صحیح" یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(۱۴) سلمہ بن کھیلؒ:

سلمہ بن کھیل بن حصین حضری ابویحییٰ کوفی متوفی ۱۲۱ھ ائمہ صحاح ستہ کے رواۃ میں سے ہیں۔ یہ ابراہیم بن سوید نخعی، ابی الطفیل عامر بن واثلہ لیثی صحابی، عبداللہ بن ابی ادفیٰ صحابی، علقمہ بن قیس نخعی (شیخ الشیخ امام صاحب) سے روایت کرتے ہیں۔

اب دیکھیں کہ امام صاحبؒ کے شیخ صحابہ کرام سے روایت کررہے ہیں اور اس میں صرف امام اور صحابہ کے درمیان ایک واسطہ ہے۔

اب امام صاحبؒ کی روایت حدیث اس طرح ہوگی۔

ابو حنيفة عن سلمه بن كهيل عن الصحابة

اگر امام صاحبؒ اپنے شیخ کے شیخ علقمہ بن قیس سے روایت کریں تو پھر امام صاحبؒ اور صحابہ کرامؓ کے درمیان دو واسطے ہیں۔

علقمہ بن قیس بن عبداللہ بن مالک ابوشبل کوفی اسود بن یزید کے چچا اور ابراہیم نخعی کے ماموں متوفی ۷۳، ۶۵، ۶۱ھ ائمہ اربعہ کے رواۃ میں سے ہیں۔ یہ حذیفہ بن یمان، خالد بن ولید، جناب بن ارت، سعد بن ابی وقاص، عبداللہ بن مسعود، عثمان بن عفان، علی بن ابی طالب، ابوبکر صدیق اور ایک جماعت صحابہ کرام سے روایت کرتے ہیں۔

اب اگر امام صاحبؒ کی مروی حدیث شیخ کے شیخ سے ہو تو اس کی اسناد یہ ہوگی۔

ابو حنيفة عن سلمه بن كهيل عن علقمه بن قيس عن الصحابة رضى الله عنهم

تو اس طرح امام صاحبؒ اور صحابہ کرامؓ کے درمیان دو واسطے ہیں۔

(تہذیب الکمال ج ۷ ص ۲۳۸)

(۱۵) قیس بن مسلم جدلیؒ

قیس بن مسلم جدلی عدوانی ابوعمرو کوفی متوفی ۱۲۰ھ ائمہ صحاح ستہ کے رواۃ میں سے ہیں یہ سعید بن جبیر، عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ، مجاہد بن جبر مکی (یہ سب امام صاحبؒ کے شیوخ الشیخ ہیں) سے روایت کرتے ہیں۔ (تہذیب الکمال ج ۸ ص ۴۰۶)

امام صاحبؒ کی اپنے شیخ قیس بن مسلم کے طریق سے مروی حدیث یہ ہے۔

ابو حنيفة عن قيس بن مسلم عن طارق بن شهاب عن اب مسعود رضى الله عنهما قال قال رسول الله (ﷺ) لم ينزل الله داء الاوانزل معه الدواء الاالهوم وفى رواية ان الله تعالى لم يضع فى الارض داء الاوضع له شفاً

(مسند امام اعظم ص ۲۰۶)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا: رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے کسی بیماری کو نازل نہیں فرمایا مگر اس کے ساتھ اس کی دوا بھی نازل فرمائی۔ سوائے ھرم (بڑھاپا) کے اور ایک روایت میں ہے نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے زمین میں بیماری کو رکھا اور اس کے ساتھ ہی اس کی شفا بھی رکھ دی۔

امام صاحبؒ نے یہ حدیث صحابی تک دو واسطوں سے روایت کی ہے۔ اب ابوعیسیٰ ترمذی کی حدیث سماعت فرمائیں۔ جو انہوں نے اسامہ بن شریک کے طریق سے روایت کی ہے۔

حدثنا بشر بن معاذ العقدی البصری نا ابو عوانه عن زیاد بن علاقه (یہ امام صاحبؒ کے شیوخ سے ہیں) **عن اسامه بن شريك قال قالت الاعراب يارسول الله** (ﷺ) **الا نقداوی قال نعم يا عباد الله تداوا فانا الله لم يضع داء الاوضع له شفاء اؤدوا الاداء واحد فقالوا يارسول الله** (ﷺ) **وما هو قال الهوم** (ترمذی شریف مطبوعہ منشی نول کشور)

اس کے علاوہ باقی اصحاب سنن نے بھی اسامہ بن شریک سے اسی طرح حدیث روایت کی ہے۔

اسامہ بن شریک سے روایت ہے انہوں نے کہا: اعراب نے عرض کیا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا ہم دوا نہ کیا کریں۔ آپ نے فرمایا: اے اللہ کے بندو! کیوں نہیں ضرور دوا کرو۔ اللہ تعالیٰ نے جو بھی بیماری زمین میں رکھی مگر اس کی شفا یا دوا بھی رکھی مگر ایک بیماری کی دوا نہیں۔ صحابہ کرام نے عرض کیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) وہ کون سی بیماری ہے آپ نے فرمایا: وہ بڑھاپا ہے۔

امام بخاریؒ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

حدثنا محمد بن المثنى حدثنا ابو احمد الزبيری حدثنا عمر بن سعيد بن ابی حسين، قال حدثنی عطاء بن ابی رباح (یہ امام صاحبؒ کے شیوخ سے

ہیں)عن ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی (ﷺ) قال ما انزل اللہ داء الا انزل لہ شفاء (بخاری شریف کتاب الطلب باب ما انزل اللہ داء)

حضرت ابوہریرہؓ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) سے راوی ہیں۔ آپ نے فرمایا: اللہ عزوجل نے کوئی ایسی بیماری نازل نہیں فرمائی جس کی دوا نازل نہ کی ہو۔

اب امام صاحبؒ کی حدیث اور دیگر احادیث کا موازنہ فرمائیں ابوعیسیٰ ترمذی نے یہ حدیث صحابی تک تین واسطوں سے روایت کی ہے اور امام بخاریؒ نے صحابی تک چار واسطوں سے یہ حدیث روایت کی۔

(۱۶) ناصح بن عبداللہؒ:

ناصح بن عبداللہ (ویقال) ابن عبدالرحمن تیمی المعروف باالمحلبی طبقہ کبار سابعہ سے ہیں ترمذی کے رواۃ میں سے ہیں۔ یہ سماک بن حرب، عطا بن سائب، یحییٰ بن ابی کثیر، ابواسحاق سبعی سے روایت کرتے ہیں۔ ابن حبان نے کہا: وہ ایک صالح بزرگ تھے جن پر صلاح غالب تھی احمد بن حازم ابی غرزہ نے کہا: میں نے عبداللہ بن موسیٰ اور ابونعیم دونوں کو حسن بن صالح سے کہتے ہوئے سنا کہ ناصح بن عبداللہ ایک اچھے آدمی تھے۔ (تہذیب الکمال ج ۱۰ ص ۲۴۴، ۲۴۵)

امام صاحبؒ نے اپنے شیخ ناصح بن عبداللہ سے جو حدیث روایت کی ہے وہ یہ ہے۔

ابوحنیفہ عن ناصح عن یحیی (بن ابی کثیر) عن ابی سلمہ (بن عبدالرحمن) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ (ﷺ) طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم (مسند امام اعظم کتاب العلم ص ۲۰)

ابوحنیفہ نے ناصح بن عبداللہ سے انہوں نے یحییٰ بن ابی کثیر سے انہوں نے ابوسلم بن عبدالرحمٰن سے انہوں نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی انہوں نے کہا: رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: علم کا طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض (عین یا کفایہ) ہے۔

یہ حدیث متعدد طرق سے روایت کی گئی ہے اور ان کا متعدد طرق سے مروی ہونا حدیث حسن کے قول کو واجب کرتا ہے۔ (یعنی یہ حدیث حسن ہے) ابن ابی داؤد نے کہا: میں نے اپنے والد ابو داؤد کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ ''طلب العلم فریضۃ'' میں اس سند سے اصح کوئی سند نہیں جس سے انہوں نے اس کو ذکر کیا ہے۔

بعض نے اس حدیث کے بعض طرق کو صحیح کہا ہے اور وہ صحیح کی پہلی قسم (یعنی صحیح لذاتہ) سے ہے۔ بعینہ ان الفاظ سے ابن عدی نے کامل میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت انسؓ سے تخریج کیا ہے۔ طبرانی نے صغیر میں اور خطیب نے اپنی تاریخ میں حسین بن علی سے تخریج کیا ہے طبرانی کے اوسط میں حضرت ابن عباسؓ سے اس کو تخریج کیا ہے اور تمام نے فوائد میں ابن عمر سے، طبرانی نے اوسط میں ابن مسعود سے خطیب نے تاریخ میں علی المرتضیٰ سے طبرانی نے اوسط میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابو سعید خدری سے تخریج کیا ہے یہ سب کے سب طرق مرفوع ہیں۔

چنانچہ یہ سات صحابہ کرامؓ سے مروی ہے تو طرق متعدد ہوئے تو پھر کیسے یہ حدیث درجہ حسن تک نہ پہنچے گی۔

ابن مبارک سے مروی ہے کہ ان سے اس حدیث کی تفسیر کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے جواب دیا یہ وہ نہیں جیسا کہ تم گمان کرتے ہو بلکہ ''طلب العلم فریضۃ'' کا معنی یہ ہے کہ کس آدمی کو امر دین میں کوئی اشتباہ وغیرہ واقع ہو جائے اور وہ اس کے متعلق پوچھے یہاں تک اس کو معلوم ہو جائے۔

اس ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ حدیث درجہ حسن رکھتی ہے اور یہ حدیث متعددہ طرق سے روایت کی گئی ہے اس لئے امام صاحبؒ کی خدیث کو ضعیف کہنا انصاف نہیں اللہ تعالیٰ سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(۱۷) سعید بن مسروق ثوریؒ:

سعید بن مسروق ثوری کوفی متوفی ۱۲۶ھ ائمہ صحاح ستہ کے رواۃ میں سے ہیں۔ یہ ابراہیم تیمی (شیخ الشیخ امام صاحب) مسلم بن کفیل، منذر ثوری وغیرہم سے روایت کرتے ہیں۔

(تہذیب الکمال ۴ ص ۲۰۹)

امام صاحبؒ کے شیخ سعید بن مسروق ثوری کے ترجمہ سے ثابت ہوا وہ ابراہیم تیمی سے روایت کرتے ہیں اور یہ امام صاحبؒ کے شیخ الشیخ ہیں۔

ابراہیم بن یزید بن شریک تیمی ابواسماء کوفی متوفی ۹۲ھ ائمہ صحاح ستہ کے رواۃ میں سے ہیں۔

یہ حضرت انس بن مالک اور اُمّ المومنین حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں۔

(تہذیب الکمال ج اول ص ۳۰۶)

اب امام صاحبؒ کی سند یوں ہوگی۔

ابو حنیفة عن سعید بن مسروق الثوری عن ابراهیم التیمی عن الصحابة رضی الله عنهم

چنانچہ امام صاحبؒ اور صحابہ کرامؓ کے درمیان دو واسطے ہوئے۔

(۱۸) عاصم بن کلیبؒ:

عاصم بن کلیب بن شہاب بن مجنون جرمی کوفی متوفی ۱۳۷ھ سوائے بخاری کے ائمہ صحاح ستہ کے رواۃ میں سے ہیں اور تعلیقات بخاری میں بھی ان کا ذکر ہے۔ یہ عبایہ بن رفاعہ (امام صاحبؒ کے شیخ الشیخ) علقمہ بن وائل بن حجر، محارب بن وثار وغیرہ سے روایت کرتے ہیں۔

(تہذیب الکمال ج ۵ ص ۱۲۲)

اور عاصم بن کلیب کے شیخ عبایہ بن رفاعہ بن رافع بن خدیج انصاری ازتی ابورفاعہ مدنی طبقہ ثالث سے ہیں۔ ائمہ صحاح ستہ کے رواۃ سے ہیں۔ یہ حسین بن علی بن ابی طالب، اپنے

دادا رافع بن خدیج، عبداللہ بن عمر بن خطاب، ابوعبس بن جبر انصاری سے روایت کرتے ہیں۔(تہذیب الکمال ج ۵: ص ۲۳۴)

(۱۹) محارب بن دثارؒ:

محارب بن دثار بن کردوس بن قرداش سعدی ابودثار متوفی ۱۱۶ھ ائمہ صحاح ستہ کے رواۃ میں سے ہیں یہ اسود بن یزید نخعی، سلیمان بن بریدہ، عن عبداللہ بن بریدہ، (یہ سب امام صاحبؒ کے شیوخ الشیخ ہیں) جابر بن عبداللہ انصاریؓ، عبداللہ بن عمر بن خطاب سے روایت کرتے ہیں۔(تہذیب الکمال ج ۹ ص ۵۱۱)

امام صاحبؒ نے اپنے شیخ سے جو حدیث روایت کی ہے وہ یہ ہے۔

ابو حنیفة عن محارب عن ابن عمر رضی الله عنهما قال قال رسول الله (ﷺ) ویل للعراقیب من النار (مسند امام اعظم ص ۲۹)

اور جامع المسانید میں یہ حدیث اس طرح مروی ہے۔

ابو حنیفة عن محارب عن ابن عمر رضی الله عنهما قال قال رسول الله (ﷺ) ویل للعراقیب من النار فاذا اغسلتم ارجلکم فبلغوا بالمأ اصول العراقب (جامع المسانید ج اول ص ۲۳۲)

ابوحنیفہ محارب بن دثار سے وہ حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت کرتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر نے فرمایا: ایڑیوں کے لئے جہنم کی آگ کا سخت عذاب ہے اور جامع المسانید کی روایت کے مطابق نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: جب تم اپنے پاؤں دھوتو ایڑیوں کے اصول تک پانی پہنچاؤ۔

امام صاحب نے اس حدیث کی صرف ایک واسطہ (وہ محارب بن دثار ہیں) سے صحابی سے روایت کی ہے۔اب بطور موازنہ شیخین کی حدیث بھی پیش خدمت ہے۔

امام بخاریؒ نے اس حدیث کی عبداللہ بن عمرو بن عاص سے روایت کی ہے وہ یہ ہے۔

حدثنا موسی قال حدثنا ابو عوانه عن ابی بشر عن یوسف بن ماهك عن عبدالله بن عمرو قال تخلف النبی صلی الله علیه وسلم عن فی سفرة سأفرة سافرناها فادرکنا وقد ارهقنا العصر فجعلنا فتوضا ونمسح علی ارجنا فتادی باعلی صوته ویل للاعقاب من النار مرتین او ثلاثا.

(بخاری شریف کتاب الوضو باب غسل الرجنین)

یوسف بن ماھک (یہ امام صاحبؒ کے شیخ الشیخ ہیں) نے عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ سے روایت کی کہ ہم ایک سفر میں نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) سے پیچھے رہ گئے۔ جب آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) تک پہنچے تو نماز عصر کا وقت تنگ ہو چکا تھا اور ہم نے وضو کرنا شروع کر دیا اور ہم پاؤں پر مسح کر رہے تھے آپ نے دو یا تین مرتبہ با آواز بلند پکارا ایڑیوں کے لئے جہنم کی آگ کا سخت عذاب ہے۔

اس سفر کو مسلم نے اس طرح بیان کیا ہے کہ ہم مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ہمراہ واپس آ رہے تھے حتیٰ کہ جب ہم راستہ میں ایک جگہ پانی پر پہنچے تو کچھ لوگوں نے عصر کے وقت جلدی کی اور وضو کر لیا اور بہت جلدی میں تھے یہاں تک کہ ہم بھی ان کے پاس پہنچ گئے تو ان کی ایڑیاں مسح نہ کرنے کی وجہ سے چمک رہی تھیں۔ (کیونکہ وہاں پانی نہیں پہنچا تھا اور وہ سفید تھی) تو اس وقت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: "**ویل للعقاب من النار**" اور وضو مکمل کرو۔ اس کے بعد کی حدیث اس طرح ہے۔

حدثنا شیبان بن فروخ وابو کامل جمیعا عن ابی عوانه عن ابی بشر عن یوسف بن ماهك عن عبدالله بن عمرو قال تخلف النبی (ﷺ) فی سفر

سافرناها فادر كنا وقد حضرت صلوة العصر فجعلنا نمسح على فنادى ويل للعقاب من النار (مسلم شریف ج اول ص ۱۲۵)

حضرت عبداللہ بن عمرو فرماتے ہیں ایک سفر میں نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) سے پیچھے رہ گئے اور وہ آپ سے آ ملے۔ نماز عصر کا وقت ہو چکا تھا تو ہم نے اپنے پاؤں پر مسح کرنا شروع کر دیا تو یہ دیکھ کر آپ نے ندا فرمائی۔ "**ویل للاعقاب من النار**" اب اگر کوئی یہ کہے کہ امام صاحب کی حدیث میں "**ویل للعراقیب**" ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ مسلم کی حضرت ابو ہریرہؓ سے حدیث میں یہ الفاظ موجود ہیں اور وہ حدیث یہ ہے:

"**فانی سمعت ابو القاسم صلى الله عليه وسلم يقول ويل للعراقيب من النار**"

معلوم ہوا عراقیب اور اعقاب میں صرف لفظی فرق ہے معنی دونوں کا ایک ہی ہے۔ اب دیکھیں بخاری شریف کی حدیث میں صحابی تک چار واسطے ہیں اور مسلم کی حدیث میں صحابی تک پانچ واسطے ہیں اور امام صاحبؒ کی حدیث میں صرف ایک ہی واسطہ ہے۔

اس اعتبار سے امام صاحبؒ کی حدیث شیخین کی حدیث سے اصح ترین ہے اس موازنہ کو امام صاحبؒ کی جملہ احادیث میں بھی ملحوظ خاطر رکھیں۔

(۲۰) اسماعیل بن ابی خالدؒ:

اسماعیل بن ابی خالد (ابو خالد کا نام ہرمز یا سعد یا کثیر ہے) بجلی احمسی ابو عبداللہ کوفی متوفی ۱۴۶ اور یہ طبقہ رابعہ سے ثقہ ہیں ائمہ صحاح ستہ کے رواۃ میں سے ہیں انہوں نے حضرت انس بن مالک اور سلمہ بن اکوع کو دیکھا ہے یہ اسماعیل بن عبدالرحمٰن سدی، ذکوان ابی صالح السمان، زر بن حبیش اسدی، مسلم بن کھیل، طلحہ بن مصرف، عامر شعبی، عبداللہ بن ابی اوفی، عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ، عمرو بن حریث مخزومی (لہ صحبتہ) ولید بن سریع وغیرہم سے

روایت کرتے ہیں ان سے جریز بن عبدالحمید، حفص بن غیاث، حکم بن عتیبہ، سفیان ثوری، سفیان بن عینیہ، شعبہ بن حجاج، معتمر بن سلیمان، ہشیم بن بشر وغیرہم نے روایت کیا۔

عبداللہ بن مبارک نے سفیان ثوری سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: لوگوں میں سے حفاظ صرف تین ہیں۔ اسماعیل بن ابی خالد، عبدالملک بن ابی سلیمان اور یحیٰی بن سعید انصاری۔ ابوبکر بن ابی خیثمہ نے یحیٰی بن معین سے روایت کیا کہ میں نے اس سے سنا جس نے عبدالرحمٰن بن علوی سے اسماعیل بن ابی خالد کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا: وہ ثقہ ہیں یحیٰی بن معین نے کہا: وہ ثقہ ہیں۔ احمد بن عبداللہ عجلی نے کہا: وہ کوفی تابعی اور ثقہ ہیں۔ وہ ایک صالح آدمی ہیں انہوں نے پانچ صحابہ کرام سے سنا ہے نسائی نے کہا: وہ ثقہ ہیں۔ یعقوب بن شیبہ نے کہا: وہ ثقہ وثبت ہیں۔ ابوحاتم نے کہا: وہ ثقہ ہیں۔ (تہذیب الکمال ج اول ص ۴۵۸، ۴۶۰، تاریخ الکبیر ج اول ترجمہ ۱۳۵۱ تہذیب التہذیب ج اول ص ۲۹۲)

امام صاحبؒ نے اپنے شیخ اسماعیل بن ابی خالد سے جو حدیث روایت کی ہے وہ یہ ہے۔

ابو حنیفة عن اسماعیل بن ابی خالد وبیان بن بشر عن قیس بن ابی حازم قال سمعت جریر بن عبداللہ یقول قال قال رسول اللہ (ﷺ) انکم سترون ربکم کماترون هذا القمر لیلة البدر لاتضامون فی رویة فاانظروا ان لاتغلبوا فی صلوٰة قبل طلوع الشمس وقبل غروبها.

(مسند امام اعظم کتاب الایمان والاسلام ص ۱۹، ۲۰ جامع المسانید ج اول ص ۱۶۴)

ابوحنیفہ نے اسماعیل بن ابی خالد اور بیان بن بشیر سے روایت کی۔ انہوں نے قیس بن ابی حازم سے روایت کی انہوں نے کہا: میں نے حضرت جریر بن عبداللہ بجلی کو کہتے ہوئے سنا انہوں نے کہا: رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: قیامت کے دن تم اپنے رب کو اس طرح دیکھو گے جیسا کہ تم چودھویں رات کے چاند کو دیکھ رہے ہو اور اس کے دیکھنے میں کوئی مزاحمت نہیں ہوگی اگر تم سے ہو سکے تو طلوعِ شمس سے قبل نماز (فجر) اور غروب شمس سے

پہلے نماز (عصر) کو اَدا کرو (غلبہ قوم اور ان امور سے بچتے ہوئے جو مانع صلوٰۃ ہیں)

اب بخاری شریف کی حدیث سماعت فرمائیں۔

حدثنا الحميدی قال حدثنا مردان بن معاوية قال حدثنا اسماعيل عن قيس عن جديد بن عبدالله قال كنا عند النبی (ﷺ) فنظر الی القمر ليلة يعنی البدر فقال انكم سترون ربكم كماترون هذٰا القمر لاتضامون فی روية فان استطعتم ان لاتغلبوا علی صلوٰة قبل طلوع الشمس وقبل غروبها فاافعلوا ثم قرأ فسبح بحمدربك قبل طلوع الشمس وقبل الغروب تنكم

(بخاری شریف کتاب مواقیت الصلوٰۃ باب فضل صلوٰۃ العصر)

اس حدیث کا ترجمہ اس سے قبل امام صاحبؒ کی حدیث کے ماتحت آپ نے سماعت فرمایا۔

بخاری شریف کی حدیث میں یہ اضافہ ہے۔ "ثم قرا" بظاہر یہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا کلام ہے کہ پھر آپ نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی لیکن مسلم اور ابوعوانہ کی حدیث سے ثابت ہوتا ہے یہ کلام حضرت جریر بن عبداللہ بجلی کا ہے اور جو مدرج ہے۔

اس طرح اسماعیل بن ابی خالد نے "افعلو" کی تفسیر میں کہا کہ تم ہرگز ان نمازوں کو فوت نہ کرو اور اسماعیل کا قول بھی مدرج ہے۔

حافظ عسقلانی نے فرمایا: شعبہ کی روایت میں "ان لاتغلبوا علی صلوٰة" کی جگہ "ان لاتعفلوا عن صلوٰة" ہے۔ (فتح الباری ج دوم ص ۳۲)

مسلم شریف کی حدیث ملاحظہ فرمائیں۔

حدثنا زهيربن حرب قالنامردان معاوية الغزازی قال انا اسماعيل بن ابی خالد قالنا قيس بن ابی حازم قال سمعت جرير بن عبدالله وهو يقول كنا جلوسا عندرسول الله صلی الله عليه وسلم اذنظر الی القمر ليلة البدر فقال

أماانكم ستوون ربكم كما ترون هذا القمر. الى آخر الحديث ثم قرأجريد فسبح بحمد ربك قبل طلوع الشمس و قبل الغروب"

(مسلم شریف کتاب المساجد ج اول ص ۲۲۸)

مسلم شریف کی اس حدیث میں "قراء" کا فاعل جو بخاری شریف میں مبہم تھا وہ ظاہر ہے کہ یہ آیت مبارکہ حضرت جریر بن عبداللہؓ نے تلاوت فرمائی۔ طبرانی شریف کی حدیث سماعت فرمائیں۔

حدثنا موسیٰ بن هارون ثنا خلف بن هشام البزار ثنا ابوشهاب الخياط عن اسماعيل بن ابی خالد عن قيس بن ابی حازم عن جرير بن عبدالله قال كنا مع النبی(ﷺ) فی سفر فنظر الی القمر ليلة البدر فقال انكم سترون ربكم يوم القيامة عيانا كما ترون هذا . الی آخر الحديث.

(معجم الكبير للطبراني ج دوم ص ٢٩٦، حديث نمبر ٢٢٢٤ تا ٢٢٣٧ ملاحظه فرمائيں)

اس کے علاوہ بھی کبرائے محدثین نے اس حدیث کو تخریج کیا ہے۔ (ابوداؤد شریف حدیث نمبر ۴۷۲۹، ترمذی شریف حدیث نمبر ۲۵۵۴، ابن ماجہ شریف حدیث نمبر ۱۷۷، مسند احمد ج ۴ ص ۳۶۰، سنن الکبریٰ للبیہقی ج اول ص ۳۵۹، بغوی ج دوم ص ۱۶۷، حمیدی حدیث نمبر ۷۹۹ ابوعوانہ ج اول ص ۳۷۶، عقیلی ج اول ص ۱۹۷)

اب آپ امام صاحبؒ کی حدیث اور دیگر ائمہ محدثین سے تخریج کردہ حدیث کو سامنے رکھ کر بنظر عمیق جائزہ لیں کہ امام صاحبؒ کے شیخ اسماعیل بن ابی خالد کے طریق سے جملہ محدثین کرام نے دو یا تین واسطوں سے حدیث تخریج کی ہے اور امام صاحب نے صرف اپنے شیخ سے صرف تین واسطوں سے نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) سے اس حدیث کو روایت کیا ہے اور دیگر محدثین کرام نے پانچ یا چھ واسطوں سے اس کی روایت کی چاہیے تو یہ تھا کہ امام صاحبؒ کی حدیث کے مقابلہ میں دیگر ائمہ محدثین کی حدیث میں خطا زیادہ ہو

کیونکہ ان کے وسائط بکثرت ہیں اور امام صاحبؒ کی حدیث میں خطا کم ہو کیونکہ ان کے وسائط بہت کم ہیں لیکن یہاں معاملہ اس کے برعکس ہے آخر کیوں۔

(۲۱) ابو اسحاق سبعیؒ:

ابو اسحاق سبعی کوفی یعنی عمرو بن عبداللہ بن عبید، متوفی ۱۲۹ھ ائمہ صحاح ستہ کے رواۃ میں سے ہیں۔ یہ اسامہ بن زید بن حارثہ (قیل لم یسمع منہ وقد راہ) اسود بن یزید بن قیس نخعی ابو عمرو محضری، انس بن مالک، براء بن عازب، حارث بن عبداللہ الاعور ہمدانی ابو زہیر کوفی صاحب علیؓ، دکوان ابو صالح السمان الزیات، سعید بن جبیر، سائب بن مالک، عاصم بن ہمزہ سلومی، عبداللہ بن زبیر، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمرو غیرہم ایک جماعت سے روایت کرتے ہیں۔

علی بن مدینی شیخ امام بخاریؒ فرماتے ہیں ہم نے تین سو کے قریب ان کے مشائخ شمار کیئے ہیں اور دوسری جگہ ایک سو شیخ کہا ہے احمد بن عبداللہ عجلی نے کہا: وہ کوفی اور تابعی ثقہ ہیں انہوں نے اڑتیس صحابہ کرامؓ سے سنا ہے اور امام شعبی ان سے دو سال بڑے تھے۔

(تہذیب الکمال ج ۷ ص ۶۲۳، ۶۲۷)

امام صاحبؒ نے اپنے شیخ ابو اسحاق سبعی سے جو حدیث روایت کی ہے وہ یہ ہے۔

ابو حنیفة عن ابی اسحاق عن عبدالله بن یزید خطی عن ابی ایوب ان رسول الله (ﷺ) المغرب والعشأ بجمع باذان واقامة.

(مسند امام اعظم کتاب الحج ج ۱۱۹)

ابو حنیفہ نے ابو اسحاق سبعی سے انہوں نے عبداللہ بن یزید خطمی (یہ صغار صحابہ کرام میں سے ہیں) سے انہوں نے حضرت ابو ایوب انصاری سے روایت کی کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مزدلفہ میں ایک اذان واقامت کے ساتھ نماز مغرب اور عشاء ادا فرمائی۔

اب آپ کے سامنے ایک تقابلی جائزہ پیش کیا جارہا ہے۔

حدثنا خالد بن مخلد حدثنا سليمان بن جلال حدثنا يحيى بن سعيد قال اخبرني عدى بن ثابت قابل حدثني عبدالله بن يزيد الخطمي قال حدثني ابوايوب الانصاري ان رسول الله (ﷺ) جمع في حجة الوداع المغرب والعشأ بالمزدلفة (بخاری شریف کتاب الحج باب مذجمع بینھما ولم یتطوع)

حضرت ابوایوب انصاریؓ نے کہا: رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حجۃ الوداع میں مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کو جمع کر کے ادا فرمایا:

حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی نے اپنی کتاب ''المعجم الکبیر'' میں جابر جعفی اور ابن ابی لیلیٰ کے طریق سے عدی بن ثابت سے اس اسناد کے ساتھ یہ حدیث روایت کی اور آخر میں یہ اضافہ کیا ''باقامۃ واحدۃ'' یعنی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مزدلفہ میں نماز مغرب وعشاء کو ایک اقامت کے ساتھ جمع فرما کر ادا فرمائی۔

(المعجم الكبير للطبراني ج ٤ ص ١٢٣،١٢٤)

اس حدیث کو مسلم، نسائی اور ابن ماجہ نے یحییٰ بن سعید کے طریق سے عدی بن ثابت سے اس اسناد کے ساتھ تخریج کیا ہے پھر لطف کی بات یہ ہے کہ یحییٰ بن سعید بن قیس اور عدی بن ثابت دونوں امام صاحبؒ کے شیوخ میں سے ہیں۔

ابوالحجاج مسلم قشیری کی حدیث سماعت فرمائیں جو ابواسحاق سبیعی سے مروی ہے۔

حدثنا ابوبكر بن ابی شيبة حدثنا عبدالله بن نمير حدثنا اسماعيل بن ابی خالد عن ابی اسحاق قال قال سعيد بن جبير افصا مع ابن عمر حتى اتينا فصلى بنا المغرب والعشأ باقامة واحدة ثم انصرف فقال هكذا صلى بنا رسول الله (ﷺ) فی هذا المكان (مسلم شریف کتاب الحج ج اول ص ۴۱۷)

اسماعیل بن ابی خالد نے ابواسحاق سبیعی سے روایت کی انہوں نے کہا: سعید بن جبیر نے کہا: ہم حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے ہمراہ لوٹے حتیٰ کہ ہم مزدلفہ آئے تو حضرت ابن عمرؓ نے

ہمیں مغرب اور عشاء ایک اقامت کے ساتھ پڑھائیں جب فارغ ہوئے تو فرمایا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اسی جگہ ہمیں اس طرح نماز پڑھائی۔

مسلم شریف کی حدیث میں بھی اسماعیل بن ابی خالد اور ابواسحاق سبعی دونوں حضرت امام ابوحنیفہؒ کے شیوخ میں سے ہیں۔

امام صاحبؒ اور دیگر محدثین کی احادیث مبارکہ آپ کے سامنے ہیں اس سے آپ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ امام صاحبؒ کی احادیث صحیح ہیں۔

احناف کے نزدیک صرف حج کے ایام میں مقام مخصوص پر ہی دو نمازیں جمع کی جا سکتی ہیں۔

(۲۲) عبدالرحمٰن بن ہرمز اعرجؒ:

عبدالرحمٰن بن ہرمز اعرج ابوداؤد مدنی آزاد کردہ غلام ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب متوفی ۱۱۷ھ ائمہ صحاح ستہ کے رواۃ میں سے ہیں۔ یہ حمید بن عبدالرحمٰن بن عوف، سائب بن زید، سلیمان بن یسار، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن کعب بن مالک، علی بن حسین بن علی بن ابی طالب، مروان بن حکم، معاویہ بن ابی سفیان، ابوسعید خدری، ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف، ابوہریرہ وغیرہم سے روایت کرتے ہیں ان سے ابوایوب سختیانی، زید بن اسلم، سلیمان الاعمش، صالح بن کیسان، محمد بن اسحاق بن یسار، محمد بن مسلم بن شہاب زہری، ابوالزبیر محمد بن مسلم مکی، موسیٰ بن عقبہ، یحییٰ بن سعید انصاری، یعقوب بن ابی سلمہ ماجشون وغیرہ نے روایت کیا۔ محمد بن سعد نے ان کو اہل مدینہ میں سے طبقہ ثانیہ میں ذکر کیا ہے اور کہا وہ کثیر الحدیث ثقہ ہیں۔ علی بن مدینی سے کہا گیا اعرج کیا ہیں انہوں نے کہا: وہ ثقہ ہیں اور وہ سعید بن مسیب، ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن، ابوصالح اسمان، ابن سیرین سے کم درجہ ہیں۔ احمد بن عبداللہ بجلی نے کہا: عبدالرحمٰن بن ہرمز مدنی تابعی ثقہ ہیں ابوزرعہ ابن خواش نے کہا: وہ ثقہ ہیں۔

(تهذيب الكمال ج ٦ ص ٢٩٦، تاريخ الكبير ج ٥ ترجمه ١١٤٤ تهذيب التهذيب ج٦ ص ٢٩٠)

امام صاحبؒ نے اپنے شیخ عبدالرحمٰن بن ہرمز اعرج سے جو حدیث روایت کی وہ یہ ہے۔

ابو حنیفه عن عبدالرحمن بن هرمز الاعرج عن ابی هریرة رضی الله عنه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال کل مولود یولد علی الفطرة فابواه یهودانه وینصرانه قیل فمن مات صغیرا یارسول الله صلی الله علیه وسلم قال الله اعلم بما کانوا عاملین (مسند امام اعظم ص ۸ جامع المسانید ج اول ص ۱۸۸)

ابوحنیفہ نے عبدالرحمٰن بن ہرمز اعرج سے انہوں نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے اس کے والدین اس کو یہودی یا نصرانی بنا لیتے ہیں (یعنی ضلالت ذات مولود سے نہیں اور اس کی طبع کے مقتضی نہیں بلکہ اس کی ذات سے کسی خارجی سبب کی وجہ سے ہوئی ہے۔)

عرض کیا گیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) جو بچہ صغر سنی میں فوت ہو گیا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: تو وہی بہتر جانتا ہے کہ وہ جو کچھ عمل کرنے والے ہیں۔

آپ نے امام صاحب کی حدیث کو ساعت فرمایا اب بطور تقابلی جائزہ دیگر ائمہ محدثین نے جو اس حدیث کو تخریج کیا ہے۔

حدثنا عبدان اخبرنا عبدالله اخبرنا یونس عن الذهری اجنونی ابوسلمة بن عبدالرحمن ان اباهریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله (ﷺ) مامن مولود الا یولد علی الفطرة فابواه یهودانه ولینصر انه اویمجسانه کما تنتج البیهمة بهیمة جمعاء هل تحسون فیها من الجدعاثم یقول ابوهریرة رضی الله عنه فطرة الله التی فطر الناس علیها لاتبدیل لخلق الله ذلك الدین القیم

(بخاری شریف کتاب الجنائز باب اذا اسلم الصبی فمات)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا: رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے اس کے والدین اس کو یہودی، نصرانی یا مجوسی بنا لیتے

ہیں جس طرح جانور صحیح وسالم بچہ جنتا ہے کیا تم اس میں کان کٹا دیکھتے ہو۔ پھر حضرت ابو ہریرہؓ اس آیہ مقدسہ کی تلاوت فرماتے تھے۔

فِطْرَةَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ

اللہ تعالیٰ کی ڈالی ہوئی بنا پر جس پر لوگوں کو پیدا کیا گیا اللہ تعالیٰ کی بنائی چیز نہ بدلنا یہی دین قیم ہے۔ (یعنی مضبوط دین) (سورہ روم آیت ۳۰)

اب امام صاحبؒ کی حدیث کے دوسرے جملہ کے متعلق حدیث پیش خدمت ہے۔

حدثنی حسان بن موسیٰ اخبرنا عبدالله اخبرنا شعبة عن ابی بشر عن سعید بن جبیر عن ابن عباس رضی الله عنهما قال سئل رسول الله صلی الله علیه وسلم عن اولاد المشرکین فقال الله اذ خلقهم اعلم بما کانوا عاملین.

(بخاری شریف کتاب الجنائز باب ما قابل فی اولاد المشرکین (ابتداء چھٹا پارہ)

حضرت ابن عباسؓ نے کہا: رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے مشرکین کی اولاد کے متعلق سوال کیا گیا تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: اللہ عزوجل نے جس وقت ان کو پیدا فرمایا تو وہی بہتر جانتا ہے کہ وہ جو کچھ عمل کرنے والے ہیں۔

اب امام صاحبؒ کی حدیث مکمل ہوگئی آپ دیکھیں امام صاحبؒ کی حدیث میں نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) تک کتنے واسطے ہیں اور وہ صرف دو ہیں اور امام بخاری کی حدیث میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) تک چھ وسائط ہیں۔ للہ انصاف کیجئے اور امام صاحبؒ کی حدیث میں جو واسطے ہیں ان میں ایک ثقہ تابعی ہے جو بذات خود امام بخاری کے رواۃ میں سے ہے اور ایک صحابی اس کے باوجود امام صاحبؒ کی حدیث کو ضعیف قرار دینا محض تعصب نہیں تو اور کیا ہے۔

اب مسلم شریف کی حدیث سماعت فرمائیں۔

حدثنا حاجب بن ولید نا محمد بن حرب عن الزبید عن الزهری اخبرنی

سعید بن المسیب عن ابی ھریرۃ انه کان یقول قال رسول الله (ﷺ) مامن مولود الایولد علی الفطرۃ فابواہ یھودانه وینصرانه ویمجسانه الی آخر الحدیث (مسلم شریف کتاب القدر ج دوم ص ۳۳۶)

اس حدیث کا ترجمہ بعینہ وہی ہے جو امام صاحبؒ کی حدیث اور امام بخاریؒ کی حدیث کا ہے جو اس سے قبل مذکور ہو چکا ہے۔

اب دیکھیں مسلم کی حدیث میں بھی نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) تک چھ وسائط ہیں۔

طبرانی شریف کی حدیث سماعت فرمائیں۔

حدثنا بشر بن موسیٰ ثنا یعلی بن عباد بن یعلی حدثنا مبارك بن فضالة عن الحسن عن الاسود بن سریع ان النبی (ﷺ) بعث سریة (الی ان قال) والذی نفسی بیدہ ما مولود یولد الاعلی الفطرۃ حتی یکون ابواہ یھوداہ وینصرانه (معجم الکبیر للطبرانی ج اول ص ۲۸۳ حدیث نمبر ۸۲۶)

حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی نے مختلف اسناد سے بطریق حسن حضرت اسود بن سریع سے مرفوعاً پانچ احادیث تخریج کی ہیں۔(حدیث نمبر ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱)

اس کے بعد جن ائمہ محدثین نے اپنی اپنی کتب میں اپنی اپنی سند کے ساتھ یہ حدیث تخریج کی ہے وہ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

ابوداؤد شریف حدیث نمبر ۴۷۱۴، ۴۷۱۶، مسند امام احمدؒ، ج دوم ص ۲۳۳، ۲۷۵، ۲۸۲ مسند حمیدی حدیث نمبر ۱۱۱۳، درمنثور ج ۵ ص ۱۵۵، تفسیر قرطبی ج ۵ ص ۳۹۵، تفسیر قرطبی ج ۵ ص ۳۹۵، حلیۃ الاولیاء ج ۹ ص ۲۲۸ ترمذی شریف ص ۳۵۶ حدیث نمبر ۲۱۳۸، سنن الکبریٰ للبیھقی ج ۶ ص ۲۰۲، ۲۰۳ مشکل الاثار ج دوم ص ۱۲۶، فتح الباری ج ۱۱ ص ۴۹۳۔

واللہ اعلم بالصواب۔

(۲۳) یزید بن صہیبؒ:

یزید بن صہیب الفقیر ابوعثمان کوفی، طبقہ ثانیہ سے ثقہ ہیں۔ یہ سوائے ترمذی کے ائمہ

صحاح ستہ کے رواۃ میں سے ہیں۔ یہ جابر بن عبداللہ، عبداللہ بن عمر بن خطاب، ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ ان سے حکم بن عتیبہ، سلیمان الاعمش، مسعر بن کدام، منصور بن دینار، ابوحنیفہ نعمان بن ثابت نے روایت کیا۔

محمد بن سعد نے ان کا ذکر اہل کوفہ کے طبقہ ثانیہ سے کیا ہے۔ اسحاق بن منصور نے یحییٰ بن معین، ابوزرعہ، نسائی سے روایت کی انہوں نے کہا: وہ ثقہ ہیں۔ ابوحاتم نے کہا: وہ صدوق ہیں ابن خراش نے کہا: وہ عزیز الحدیث صدوق اور جلیل ہیں۔

(تهذيب الكمال ج ١١ ص ٤٢)

(۲۴) طلحہ بن نافع قرشی رحمہ اللہ:

طلحہ بن نافع قرشی ابوسفیان واسطی متوفی ۱۱۰ھ ائمہ صحاح ستہ کے رواۃ میں سے ہیں۔ یہ انس بن مالک، جابر بن عبداللہ، امام صاحبؒ کے شیخ الشیخ سعید بن جبیر، عبداللہ بن زبیر، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمر بن خطاب وغیرہم سے روایت کرتے ہیں۔

(تهذيب الكمال ج٥ ص ٨١)

امام صاحبؒ کے شیخ طلحہ بن نافع کے ترجمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں۔ اب امام صاحبؒ کی حدیث کی اسناد اس طرح ہوگی۔

ابو حنيفة عن طلحة بن نافع عن الصحابة رضى الله عنهم

یہاں صرف امام صاحبؒ اور صحابہ کرام کے درمیان ایک واسطہ ہے۔

(۲۵) زیاد بن علاقہ رحمہ اللہ:

زیاد بن علاقہ بن مالک ثعلبی ابومالک کوفی متوفی ۱۲۵ھ اور حافظ ابن حجر کے مطابق ۱۳۵ھ ائمہ صحاح ستہ کے رواۃ میں سے ہیں۔ یہ اسامہ بن شریک، سعد بن ابی وقاص (ولم نسمع منه) مغیرہ بن شعبہ اور عمرو بن میمون سے روایت کرتے ہیں۔

امام صاحبؒ کے شیخ زیادہ بن علاقہ کے ترجمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحب صرف

ایک واسطہ سے صحابہ کرامؓ سے روایت کرتے ہیں اس کی سنداس طرح ہے۔

ابو حنیفه عن زیادبن علاقه عن مغیره شعبه رضی الله عنه

اس ترجمہ میں زیاد بن علاقہ اپنے شیخ عمرو بن میمون سے روایت کرتے ہیں اور یہ امام صاحبؒ کے شیخ الشیخ ہیں۔

عمرو بن میمون اودی ابوعبداللہ متوفی ۷۶ھ ائمہ صحاح ستہ کے رواۃ میں سے ہیں یہ خزیمہ بن ثابت (بعض کے نزدیک ان دونوں کے درمیان ابوعبداللہ جدلی واسطہ ہیں) سعد بن ابی وقاص، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمرو بن عاص، عبداللہ بن مسعود اور ایک جماعت صحابہ کرام سے روایت کرتے ہیں۔ (تہذیب الکمال ج ۷ ص ۶۸۵)

اگر امام صاحبؒ کی اپنے شیخ سے اور ان کی اپنے شیخ سے جو کہ امام صاحبؒ کے شیخ الشیخ ہیں کی روایت کو لیا جائے تو سند حدیث اس طرح ہوگی۔

ابو حنیفه عن زیاد بن علاقه عن عمرو بن میمون اودی عن الصحابه رضی الله عنهم

تو پھر امام صاحبؒ اور صحابہ کرامؓ کے درمیان دو واسطے بنتے ہیں۔

(۲۶) جبلہ بن سحیمؒ:

جبلہ بن سحیم "تیمی یقال" شیبانی ابوسویرہ کوفی متوفی ۱۲۵ھ ائمہ صحاح ستہ کے رواۃ میں سے ہیں۔

یہ حنظلہ انصاری امام مسجد قبا، یہ صحابی ہیں۔ عبداللہ بن زبیر بن عوام، عبداللہ بن عمر بن خطاب، معاویہ بن ابوسفیان سے روایت کرتے ہیں۔ (تہذیب الکمال ج دوم ص ۲۱۶)

اب اسناد اس طرح ہوگی۔

ابو حنیفة عن جبلة سحیم التیمی عن عبدالله بن عمربن الخطاب

یہاں امام صاحبؒ اور صحابہ کرامؓ کے درمیان صرف ایک واسطہ ہے۔

(۲۷) محمد بن منکدرؒ:

محمد بن منکدر بن عبداللہ بن ہذیر بن عبدالعزی قرشی تیمی ابوعبداللہ مدنی متوفی ۱۳۰ھ یہ ائمہ صحاح ستہ کے رواۃ میں سے ہیں۔

یہ انس بن مالک، جابر بن عبداللہ، ربیعہ بن عباد دیلی (لہ صحبتہ) عبداللہ بن زبیر، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمر بن خطاب، ابوامامہ بن سہل بن حنیف، ابوایوب انصاری، ابوقتادہ انصاری، ابوہریرہ، اسماء بنت عمیس، اُمّ المومنین عائشہؓ ذکوان ابی صالح ذکوان، سعید بن مسیّب، عروہ بن زبیر، عامر بن سعد بن وقاص وغیرہم سے روایت کرتے ہیں۔

حافظ مزی نے لکھا ہے اسحاق بن راہویہ نے سفیان بن عینیہ سے روایت کرتے ہوئے کہا محمد بن مکندر معاون صدق میں سے ہیں۔ (تہذیب الکمال ج۹ص ۳۵۹، ۳۶۱)

امام صاحبؒ نے محمد بن مکندر سے جو حدیث روایت کی ہے وہ یہ ہے۔

ابو حنیفة عن محمد بن المنکدر عن ابی قتادہ قال خرجت فی رھط من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیس فی القوم حلال غیری. الی آخر الحدیث (مسند امام اعظم کتاب الحج ص ۱۱۴)

ابوحنیفہ محمد بن منکدر سے وہ ابوقتادہ سے روایت کرتے ہیں حضرت ابوقتادہ نے کہا: میں نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اصحاب کی ایک جماعت میں حج کے لئے نکلا اور لوگوں میں میرے سوا کوئی بھی غیر محرم نہ تھا (یعنی صرف میں نے احرام نہیں باندھا تھا) میری نظر ایک شترمرغ پر پڑی میں اپنے گھوڑے کے پاس گیا اور اس پر سوار ہوا جلدی میں اپنا کوڑا بھول گیا۔ میں نے اپنے محرمین (احرام باندھے ہوئے) سے کہا: مجھے میرا کوڑا پکڑاؤ۔ انہوں نے کوڑہ پکڑانے سے انکار کردیا۔ میں گھوڑے سے نیچے اترا اور اپنا کوڑا لیا اور گھوڑے پر سوار ہوکر چل پڑا اور شترمرغوں کو پالیا میں نے ان سے ایک گاؤخر شکار کرلیا۔ میں نے بھی اس کا گوشت کھایا اور نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اصحاب جو احرام کی حالت میں تھے انہوں

نے بھی اس کا گوشت کھایا۔

(۲۸) عطا بن یسار ہلالیؒ :

عطاء بن یسار ہلالی، ابو محمد مدنی آزاد کردہ غلام اُمّ المومنین حضرت میمونہ زوجہ محترمہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ سلیمان بن یسار، عبداللہ بن یسار اور عبدالملک بن یسار کے بھائی ہیں۔ متوفی ۹۷ھ ائمہ اربعہ کے رواۃ میں سے ہیں۔ یہ ابی بن کعب، اسامہ بن زید، جابر بن عبداللہ، زید بن ثابت، زید بن خالد جہنی عامر بن سعد بن ابی وقاص، عبادہ بن صامت، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمر بن خطاب، عبداللہ بن عمرو بن عاص، عبداللہ بن مسعود، کعب الاحبار معاذ بن جبل ابی ثابت، شریک بن عبداللہ، عمرو بن دینار، محمد بن ابی حرملہ، محمد بن یوسف کندی، ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف وغیرہم نے روایت کیا۔

محمد بن سعید اور بخاری نے کہا: انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے سنا ہے اور ابوحاتم نے کہا: انہوں نے ان سے نہیں سنا ہے اسحاق بن منصور نے یحییٰ بن معین، ابوزرعہ اور نسائی سے روایت کیا ان سب نے کہا: وہ ثقہ ہیں۔ محمد بن سعد نے کہا: انہوں نے ابوعبداللہ صنابحی سے سنا ہے اور امام مالک بن انس نے فرمایا، عطاء بن یسار نے عبداللہ صنابحی سے روایت کیا ہے اور وہ کثیر الحدیث ثقہ ہیں۔

(تہذیب الکمال ج ۷ ص ۱۶۱، ۱۶۲، تاریخ الکبیر ج ۶ ترجمہ ۲۹۹۲، میزان الاعتدال ج سوم ترجمہ ۵۶۵۳ تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۲۱۷)

امام صاحبؒ نے اپنے شیخ عطاء بن یسار سے جو حدیث روایت کی وہ یہ ہے۔

ابو حنیفة عن عطاء بن یسار عن ابی سعید الخدری قال قال رسول الله (ﷺ) ان الله وملئكته يصلون على الدين يصلون الصفوف

(مسند امام اعظم کتاب الصلوٰۃ ص ۸۰)

ابوحنیفہ نے عطاء بن یسار سے انہوں نے حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت کیا انہوں نے کہا: رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے ان لوگوں پر

درود بھیجتے ہیں (اگر صلوٰۃ کی نسبت خدا کی طرف ہو تو اس کا معنی رحمت ہے اور فرشتوں کی طرف ہو تو اس کا دُعا ہے یعنی اللہ تعالیٰ ان پر رحمتیں نازل فرماتا ہے اور فرشتے ان کے لئے دعا کرتے ہیں۔) جو صفوں کو برابر کرتے ہیں۔

یہی حدیث مبارکہ اکثر ائمہ محدثین نے اُمّ المؤمنین حضرت عائشہؓ سے تخریج فرمائی ہے۔

(ابن خزیمہ ج ۳ ص ۲۶ حدیث نمبر ۱۵۵۶، سنن الکبریٰ بیہقی ج ۳ ص ۱۰۳، ابن ماجہ حدیث نمبر ۹۹۵، مستدرک حاکم ج ۱ ص ۲۱۳، ابوداؤد باب نمبر ۴۶، ترغیب منذری ج ۱ ص ۳۲۱)

ان احادیث کی سند کو دیکھ کر خود فیصلہ کرلیں کہ امام صاحب کا حدیث میں کیا مقام ہے۔

(۲۹) سماک بن حربؒ:

سماک بن حرب بن اوس بن خالد ابوالمغیرہ کوفی انہوں نے حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کو دیکھا ہے متوفی ۱۲۳ھ یہ سنن اربعہ، مسلم اور تاریخ الکبیر للبخاری کے رواۃ سے ہیں۔ یہ انس بن مالک، ثعلبہ بن حکم لیثی (لہ صحبۃ) جابر بن سمرہ، عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن مسعود (امام صاحبؒ کے شیخ الشیخ ہیں) نعمان بن بشر وغیرہم سے روایت کرتے ہیں۔

(تہذیب الکمال ج ۴ ص ۴۳۲)

آپ امام صاحبؒ کے شیخ سماک بن حرب بن اوس کے ترجمہ کو ملاحظہ فرمائیں کہ وہ بلاواسطہ تابعی حضرات صحابہ کرام سے روایت کرتے ہیں اور امام صاحبؒ کی حدیث کی اسناد یہ ہوگی۔

ابو حنیفة عن سماك بن حرب عن الصحابة رضی الله عنهم

یا امام صاحبؒ کے شیخ اپنے شیخ عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن مسعود سے روایت کرتے ہیں۔

عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن مسعود ہذلی کوفی متوفی ۷۹ھ ائمہ صحاح ستہ کے رواۃ میں سے ہیں۔ یہ اشعث بن قیس، اپنے والد عبداللہ بن مسعود، علی بن ابی طالب وغیرھم سے روایت کرتے

ہیں۔ (تہذیب الکمال ج ۶ ص ۱۹۳)

تو اس اعتبار سے امام صاحبؒ کی حدیث اسنادیوں ہوگی۔

ابو حنیفة عن سماك بن حرب بن عبدالرحمن بن عبدالله بن مسعود عن الصحابة رضی الله عنهم

پھر امام صاحبؒ اور صحابہ کرام کے درمیان دو واسطے ہونگے۔

(۳۰) مسلم بن سالم نہدیؒ:

مسلم بن سالم نہدی ابوفردہ کوفی اصغر اور یہ جہنی سے معروف ہیں یہ طبقہ سادسہ سے صدوق ہیں اور ظاہر ہے طبقہ سادسہ تابعین میں سے ہے۔ سوائے ترمذی کے ائمہ صحاح ستہ کے رواۃ میں سے ہیں۔

ابوبکر بن ابی خیثمہ نے یحییٰ بن معین سے روایت کرتے ہوئے کہا وہ ثقہ ہیں۔ ابوحاتم نے کہا: وہ ''صالح الحدیث'' ہیں۔ ''لاباس بہ'' ابن حبان نے ان کا کتاب الثقات میں ذکر کیا۔

یہ حسن بصری، عبداللہ بن حکیم جہنی، عبداللہ بن ابی ہذیل، عبداللہ بن یسار جھنی، عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ، ابوالاحوص جشمی سے روایت کرتے ہیں ان سے سفیان ثوری، سفیان بن عینیہ، عمرو بن ابی قیس رازی، عمران بن عینیہ، قیس بن ربیع، مسعر بن کدام، ابی عوانہ، ابومالک نخعی وغیرہم نے روایت کیا۔ (تہذیب الکمال ج ۹ ص ۶۱۰، ۶۱۱)

امام صاحبؒ نے اپنے شیخ مسلم بن سالم نہدی ابوفردہ اصغر سے جو حدیث روایت کی وہ یہ ہے۔

ابو حنیفة عن مسلم عن عبدالرحمن بن ابی لیلی قال نزلنا مع حذیفة علی دهقان بالمدائن فاتی ابطعام فطعمنا ثم دعا حذیفة بشراب فی انافضة فضرب به وجهه فساء ناماصنع ، فقال اتدرون لما صنعت به هذا فقلنا

لافقال انی نزلت علیه فی العام الماضی فدعوت بشرات فاتانی بشراب فیه فاخبرته ان رسول الله صلی الله علیه وسلم نهانا ان تاکل فی افیة الذهب والفضة وان تشرب فیهاوان نلبس الحریر والدیباج فانها للمشرکین فی الدنیا وهی لنا فی الاخرة (مسندامام اعظم کتاب الاشربۃ ص۲۰۰)

ابوحنیفہ نے مسلم (بن سالم ابوفروہ) سے انہوں نے عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے روایت کیا۔انہوں نے کہا: ہم حضرت حذیفہ بن یمان کے ہمراہ مدائن (بغداد کے قریب ایک شہر) میں ایک رئیس، چودھری کے ہاں قیام پذیر ہوئے وہ کھانا لایا اور ہم نے کھانا کھایا پھر حضرت حذیفہؓ نے اس سے پانی مانگا وہ چاندی کے ایک برتن میں پانی لایا۔حضرت حذیفہؓ نے وہ برتن اس دہقان کے منہ پر دے مارا۔عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ فرماتے ہیں جو حضرت حذیفہؓ نے کیا یہ ہم پر ناگوار گزرا۔حضرت حذیفہؓ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو میں نے اس کے ساتھ یہ کیوں کیا ہے ہم نے کہا: ہم نہیں جانتے۔حضرت حذیفہؓ نے فرمایا: میں گزشتہ سال بھی اس کے ہاں قیام کیا اور میں نے پانی مانگا تو اس نے چاندی کے برتن میں مجھے پانی دیا چنانچہ میں نے اس کو بتایا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہمیں سونے اور چاندی کے برتنوں میں کھانے اور پینے سے منع فرمایا ہے اور اس طرح حریر و دیباج زیب کرنے سے بھی منع فرمایا ہے کیونکہ یہ دنیا میں مشرکین کے لئے ہے اور آخرت میں ہمارے لیے ہے۔

امام صاحبؒ کی اپنے شیخ سے مروی حدیث آپ نے سماعت فرمائی چنانچہ بطور تقابلی جائزہ دیگر ائمہ محدثین کی احادیث بھی سماعت فرمائیں۔

ائمہ صحاح ستہ نے حضرت حذیفہؓ سے اس حدیث کی روایت کی ہے ان کے علاوہ دیگر ائمہ محدثین نے بھی اس حدیث کو تخریج کیا ہے۔سب سے پہلے بخاری شریف کی حدیث پیش خدمت ہے۔

حدثنا حفص بن عمر حدثنا شعبة عن الحکم عن ابی ابی لیلی قال کان حذیفة فی المدائن فاستقی فاتاه دهقان بقدح فضة فرماه به فقال انی لم ارمه الا انی نهیته فلم ینته وان النبی صلی الله علیه وسلم نهانا عن الحریر والدیباج والشرب فی انیة الذهب والفضة وقال هن لهم فی الدنیا وهو لکم فی الاخرة (بخاری شریف کتاب الاشربۃ باب الشرب فی آنیۃ الذھب)

عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے روایت ہے انہوں نے کہا حضرت حذیفہؓ مدائن میں تشریف فرما تھے انہوں نے پانی طلب کیا تو ایک رئیس چودھری سونے کے پیالہ میں پانی لایا انہوں نے اس برتن کو پھینک دیا (اور حاضرین سے اعتراز کرتے ہوئے) کہا میں نے اس پیالہ کو صرف اس لئے پھینکا ہے کہ میں نے اس کو اس سے منع کیا تھا لیکن وہ باز نہیں آیا۔ نبی کریم رؤف ورحیم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہم کو حریر و دیباج کے استعمال سے منع فرمایا ہے اور سونے اور چاندی کے برتنوں میں پینے سے بھی منع فرمایا اور یہ مذکورہ چیزیں دنیا میں کافروں کے لئے ہیں اور اے مومنین کی جماعت! تم ان کو آخرت میں استعمال کرو گے۔

مسلم شریف کی حدیث سماعت فرمائیں۔

حدثنا سعید بن عمرو بن سهل بن اسحاق بن محمد بن اشعت بن قیس قالنا سفیان ابن عینیة سمعته یذکره عن ابی فروه سمع عبدالله بن حکیم قال کنا مع حذیفة بالمدائن فااستقی الی آخر الحدیث

اور مسلم شریف کی دوسری اسناد یہ ہے۔

حدثنا عبیدالله بن معاذ العنبری قالنا ابی شعبة عن الحکم انه سمع عبدالرحمن یعنی ابن ابی لیلی قال شهدت المدینة استسقی بالمدائن الی آخر الحدیث (مسلم شریف کتاب الزینۃ واللباس ج دوم ص ۱۸۹)

اس حدیث کا ترجمہ وہی ہے جو بخاری شریف کی حدیث کا ترجمہ ہے۔

شیخین کی حدیث میں حکم بن عتیبہ کے طریق سے عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے جو حدیث روایت کی گئی ہے اس میں حکم بن عتیبہ اور عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ دونوں امام صاحبؒ کے شیوخ میں سے ہیں۔ ترمذی شریف کی حدیث سماعت فرمائیں۔

حدثنا بندار ثنا محمد بن جعفر ثنا شعبه عن الحکم (بن عتیبه) قال سمعت ابی ابی لیلی یحدث ان حذیفة استسقی الی آخر الحدیث

(ترمذی شریف کتاب الاشربہ ص۳۱۶)

ابوعیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں اس باب میں اُمّ سلمہؓ، براء بن عازبؓ، اُمّ المومنین حضرت عائشہؓ سے بھی روایت ہے اور یہ حدیث صحیح اور احسن ہے۔

امام قسطلانی نے بخاری شریف کی حدیث کے ماتحت فرمایا۔

زادالاسماعیلی الی بعض السواد فاستسقی فاتاه دهقان باناء من فضة فرماه به فی وجهه الی آخر الحدیث (ارشادالساری ج ۱۲ ص ۴۲۴)

یعنی اسماعیل نے اس حدیث میں یہ اضافہ کیا ہے کہ حضرت حذیفہؓ کسی آبادی میں تشریف لائے اور پانی طلب کیا تو ایک چودھری چاندی کے پیالہ میں پانی لایا تو حضرت حذیفہؓ نے اس پیالہ کو اس کے منہ پر پھینکا۔ ہم نے کہا: خاموش ہو جاؤ اگر ہم نے اب ان سے پوچھا تو وہ بیان نہیں کریں گے چنانچہ ہم خاموش ہو گئے جب دوسرا دن آیا تو انہوں نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو میں نے اس برتن کو اس کے منہ پر کیوں پھینکا ہم نے کہا: نہیں انہوں نے کہا: میں نے اس سے اس کو منع کیا تھا اور نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا فرمان بھی ذکر کیا کہ آپ نے فرمایا: سونے اور چاندی کے برتنوں میں پانی مت پیو۔

نسائی نے حضرت حذیفہؓ سے جو حدیث تخریج کی وہ بھی سنیں۔

اخبرنا محمد بن عبدالله بن یزید قال ثنا سفیان قال ثنا ابن ابی نجیح عن مجاهد عن ابن ابی لیلی ویزید بن ابی زیاد عن ابی لیلیٰ وابوفرده عن

عبدالله بن حکیم قالا استسقی حذیفة الی آخر الحدیث (نسائی ج دوم ص ۲۹۱)

عبدالرزاق بن ہمام نے بھی اس حدیث کو تخریج کیا ہے۔

اخبرنا عبدالرزاق عن معمر عن قتادہ ان حذیفة استسقی فجاءہ دھقان باناء من فضة الی آخر الحدیث (مصنف عبدالرزاق ج ۱۱ ص ۶۷)

ابوبکر بن ابی شیبہ نے بھی اس حدیث کو تخریج کیا ہے۔

حدثنا ابو بکر قال حدثنا عبد الرحیم بن سلیمان عن یزید بن ابی زیاد۔ عن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ قال استسقی حذیفة بالمدائن. الیٰ آخر الحدیث (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۲۲)

ابن ماجہ نے بھی اسے مختصراً تخریج کیا ہے۔ (ابن ماجہ ص ۲۵۲)

دارمی نے بھی اپنی سند میں ابوحنیفہ کے طریق سے عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے اس حدیث کی تخریج کی ہے۔ (مسند دارمی ص ۵۴۸)

آپ نے امام صاحبؒ کی حدیث جو کہ صرف دو واسطوں سے حضرت حذیفہؓ سے مروی ہے سماعت فرمائی اور دیگر ائمہ محدثین کی احادیث بھی جو کہ بچند وسائط حضرت حذیفہؓ سے مرویات ہیں وہ بھی ملاحظہ فرمائیں اور اس حدیث کو ابوعیسیٰ ترمذی نے صحیح حسن کہا ہے۔

اب انصاف آپ کے ذمہ ہے خواہ امام صاحبؒ کی حدیث کو ضعیف کہہ لیں اس لیے کہ وہ حدیث امام صاحبؒ سے مروی ہے اور دیگر ائمہ کرامؒ کی احادیث کو صحیح قرار دے دیں یا جس طرح دیگر ائمہ محدثین کی تخریج کردہ حدیث صحیح ہے اسی طرح امام صاحبؒ کی حدیث بھی صحیح ہے۔ یہ فیصلہ اب آپ کے ذمہ ہے۔

(۳۱) طاؤس بن کیسانؒ:

طاؤس بن کیسان ابوعبدالرحمٰن حمیری متوفی ۱۰۶ھ ائمہ صحاح ستہ کے رواۃ میں سے ہیں یہ جابر بن عبداللہ، زید بن ارقم، زید بن ثابت، سراقہ بن مالک، صفوان بن اُمیہ، عبداللہ بن

زبیر، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمر بن خطاب، عبداللہ بن عمرو بن عاص، معاذ بن جبل (اور ان سے ملاقات نہیں ہوئی) ابوہریرہؓ اور اُمّ المومنین حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں۔ (تہذیب الکمال ج ۵ ص ۴۶)

اس ترجمہ کے مطابق امام صاحبؒ صرف ایک واسطہ سے صحابہ کرامؓ سے روایت کرتے ہیں اور امام صاحبؒ کی حدیث کی اسناد یہ ہوگی۔

ابو حنیفة عن طاؤس بن کیسان عن الصحابة رضی الله عنهم

(۳۲) یحییٰ بن عامر بجلیؒ:

حضرت امام بخاریؒ نے اپنی تاریخ میں اسی طرح ذکر کیا ہے اور کہا ہے ان کا نسب حضرت ہیثمؒ نے بیان کیا ہے یہ حضرت اسماعیل بن ابوخالد سے روایت کرتے ہیں۔

(جامع مسانید ج سوم ص ۴۷)

(۳۳) موسیٰ بن طلحہ بن عبیداللہ تیمی قرشی مدنیؒ:

یہ تابعین میں سے ہیں حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کی ان سے روایت کردہ احادیث۔ ان مسانید میں موجود ہیں حضرت امام بخاریؒ نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے ان کی کنیت ابوعیسیٰ ہے اور ان کا انتقال ۱۰۴ ہجری میں ہوا۔

(۳۴) منصور بن زازان واسطیؒ:

حضرت امام بخاریؒ نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے انہوں نے حضرت حسن بصری اور حضرت ابن سیرین سے روایت کی ہے اور ان کا انتقال ۱۳۱ ہجری میں طاعون کی وباء میں ہوا تھا۔ (جامع المسانید مترجم جلد سوم ص ۱۰۷)

(۳۵) عطیہ بن سعد عوفیؒ:

حضرت امام بخاریؒ نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے ان کی کنیت ابوالحسن ہے آپ کوفی ہیں اور حضرت مرہ بن خالدؒ نے کہا ہے وہ جدلی ہیں ان کی کنیت حضرت ابن عینیہ نے رکھی تھی

انہوں نے حضرت ابوسعید خدری ؓ اور حضرت ابن عمر اور محدثین کی ایک جماعت سے حدیث بیان کی ہے ان سے محدثین کی ایک جماعت نے روایت کی ہے۔

(جامع مسانید مترجم جلد نمبر ۳ ص ۵۹۲/۵۹۳ مطبوعہ شبیر برادرز اردو بازار لاہور، سن اشاعت نومبر ۲۰۱۶)

امام ابو حنیفہؒ کی مجلس شوریٰ کے چالیس ارکان
یعنی
اِمام ابو حنیفہ کے بعض مشہور تلامذہ کا ذکر

علامہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں:

ایشیائی ملکوں میں اگر چہ شاگردی اور استادی کا تعلق عموماً نہایت قوی تعلق ہوتا ہے۔ لیکن بعض شاگردوں کو مختلف وجوہ سے کچھ ایسی خصوصیات ہو جاتی ہے کہ جہاں استاد کا نام آتا ہے ممکن نہیں کہ ان کا نام نہ آئے۔ امام ابو حنیفہؒ کے درس و تدریس کا دائرہ اس قدر وسیع تھا کہ خلیفہ وقت کی حدود حکومت اس سے زیادہ وسیع نہ تھیں۔ حافظ ابوالمحاسن شافعی نے نوسو اٹھارہ شخصوں کے نام بقید نام و نسب لکھے ہیں جو امام صاحبؒ کے حلقۂ درس سے مستفید ہوتے تھے اس گروہ میں سے چند بزرگ ایسے ہیں جن کی بیوگرافی کے بغیر امام صاحب کی علمی تاریخ ناتمام رہتی ہے۔

چالیس شخص جو امام صاحب کے ساتھ فقہ کی ترتیب و تدوین میں شریک تھے ان کے شاگرد اور ارادتمند خاص تھے امام صاحب کی زندگی کا بڑا کارنامہ فقہ ہے۔ اس لئے یہ کیونکر ممکن ہے کہ امام صاحب کی تاریخ میں انہی لوگوں کا ذکر چھوڑ دیا جائے جو ایسے بڑے کام میں ان کے شریک اور مددگار تھے۔ ان لوگوں کے حالات صرف امام ابو حنیفہؒ کی تاریخ سے وابستہ نہیں ہیں۔ بلکہ اس سے عام طور پر حنفی فقہ کے متعلق ایک اجمالی خیال قائم ہوتا ہے یعنی ان لوگوں کی عظمت و شان سے فقہ حنفی کی خوبی اور عمدگی کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ ساتھ ہی امام

ابوحنیفہؒ کا بلند رُتبہ ہونا ثابت ہوتا ہے کہ جس شخص کے شاگرد اس رتبہ کے ہوں گے وہ خود کس پایہ کا ہوگا؟ خطیب بغدادی نے وکیع بن الجراح کے حال میں جو ایک محدث تھے لکھا ہے کہ ایک موقع پر وکیع کے پاس چند اہل علم جمع تھے۔ کسی نے کہا کہ اس مسئلہ میں امام ابوحنیفہؒ نے غلطی کی۔ وکیع بولے کہ امام ابوحنیفہؒ کیونکر غلطی کر سکتے ہیں ابو یوسف وزفر قیاس میں۔ یحیٰ بن زائدہ، حفص بن غیاث، حبان، مندل حدیث میں، قاسم بن معن لغت وعربیت میں ،داؤد الطائی وفضیل بن عیاض زہد وتقویٰ میں اس رتبہ کے لوگ جس شخص کے ساتھ ہوں وہ کہیں غلطی کر سکتا ہے اور کرتا بھی تو یہ لوگ اس کو کب غلطی پر رہنے دیتے۔''

شاگرد کا رتبہ واعزاز استاد کے لئے باعث فخر خیال کیا جاتا ہے اگر یہ فخر صحیح ہے تو اسلام کی تمام تاریخ میں کوئی شخص امام صاحب سے بڑھ کر اس فخر کا مستحق نہیں ہے۔ امام صاحب اگر یہ دعویٰ کرتے تو بالکل بجا تھا کہ جو لوگ امام صاحب کے شاگرد تھے وہ بڑے بڑے آئمہ مجتہدین کے شیخ اور استاد تھے۔ امام شافعی ہمیشہ کہا کرتے تھے کہ میں نے امام محمد سے ایک بار شتر علم حاصل کیا ہے۔'' یہ وہی امام محمد ہیں جو امام ابوحنیفہؒ کے مشہور شاگرد ہیں اور جن کی تمام عمر امام ابوحنیفہؒ کی حمایت میں صرف ہوئی۔ انصاف یہ ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے بعض شاگرد خصوصاً قاضی ابو یوسف وامام محمد اس رتبہ کے عالم تھے کہ امام ابوحنیفہؒ کی تبعیت سے الگ ہو کر مستقل اجتہاد کا دعویٰ کرتے تو ان کا جدا طریقہ قائم ہو جاتا اور امام مالکؒ وشافعیؒ کی طرح ان کے ہزاروں لاکھوں مقلد ہوتے۔

امام صاحب کے زمانہ میں جو مذہبی علوم نہایت اوج وترقی پر تھے وہ فقہ، حدیث، اسماء، اسماء الرجال تھے یہ بات لحاظ کے قابل ہے کہ جو لوگ ان علوم کے ارکان تھے اکثر امام صاحب ہی کے شاگرد ہیں۔ اور شاگرد بھی برائے نام شاگرد نہ تھے بلکہ مدتوں امام صاحب کی صحبت میں رہے اور ان کے فیض صحبت کا ہمیشہ اعتراف کرتے رہے۔ فقہ کے متعلق تو غالباً کسی کو انکار نہیں ہوسکتا۔ لیکن حدیث کی نسبت اس دعویٰ پر لوگوں کو تعجب ہوگا اور یہ تعجب بجا

ہے۔ کیونکہ امام صاحب کے شاگردی کے تعلق سے جو لوگ مشہور ہوئے وہ اکثر فقیہ ہی تھے محدثین میں سے جو امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد ہیں اگرچہ بجائے خود شہرت عام رکھتے ہیں لیکن ان کی شاگردی کا تعلق چنداں مشہور نہیں میں اس موقع پر جن لوگوں کے نام لکھوں گا اس تعلق کا ذکر بھی خصوصیت کے ساتھ کروں گا اور رجال کی معتبر کتابوں کا حوالہ دوں گا۔

امام ابوحنیفہؒ کے بیشمار شاگردوں میں سے ہم ان چالیس شخصوں کا مختصر تذکرہ لکھنا چاہتے ہیں جو امام ابوحنیفہؒ کے ساتھ تدوین فقہ کے شریک تھے۔ لیکن افسوس کہے کہ ہم ان میں سے صرف چند شخصوں کا نام معلوم کر سکے یعنی قاضی ابو یوسف، زفر، اسد بن عمر، عافیۃ الازدی، داؤد الطائی، قاسم بن معن، علی بن مسہر، یحیٰی بن زکریا، حبان، مندل۔ چنانچہ ان لوگوں کے مختصر حالات ہم ذیل میں لکھتے ہیں ان کے علاوہ بعض ان شاگردوں کا ذکر بھی ضرور ہے جو حدیث ورجال کے فن میں امامِ وقت تھے۔ چنانچہ پہلے ہم انہی سے شروع کرتے ہیں۔

محدثین

(۱) یحیٰی بن سعید القطانؒ

فن رجال کا سلسلہ انہی سے شروع ہوا۔ علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال کے دیباچہ میں لکھا ہے کہ فن رجال میں اوّل جس شخص نے لکھا وہ یحیٰی بن سعید القطان ہیں پھر ان کے بعد ان کے شاگردوں میں یحیٰی بن معین، علی بن المدینی، امام احمد بن حنبلؒ، عمرو بن علی الفلاس، ابوخثیمہ نے اس فن میں گفتگو کی اور ان کے بعد ان کے شاگردوں یعنی امام بخاری و مسلم وغیرہ نے۔

حدیث میں ان کا یہ پایہ تھا کہ جب حلقۂ درس میں بیٹھتے تو امام احمد بن حنبلؒ، علی بن المدینی وغیرہ مؤدب کھڑے ہو کر ان سے حدیث کی تحقیق کرتے اور نماز عصر سے جو ان کے درس کا وقت تھا مغرب تک برابر کھڑے رہتے۔ (فتح المغیث والجواہر المضیۃ) راویوں کی تحقیق وتنقید میں وہ کمال پیدا کیا تھا کہ آئمہ حدیث عموماً کہا کرتے تھے کہ "یحیٰی جس کو چھوڑ

دیں گے ہم بھی اس کو چھوڑ دیں گے۔"

(تهذیب التهذیب حافظ ابن حجر ، ترجمه یحییٰ بن القطان)

امام احمد بن حنبلؒ کا مشہور قول ہے کہ۔ **مارأیت بعینی مثل یحییٰ بن سعید القطان**۔ یعنی "میں نے اپنی آنکھوں سے یحییٰ کا مثل نہیں دیکھا اس فضل وکمال کے ساتھ امام ابوحنیفہؒ کے حلقہ درس میں اکثر شریک ہوتے اور ان کی شاگردی پر فخر کرتے اس زمانہ تک تقلید معین کا رواج نہیں ہوا تھا تاہم اکثر مسائل میں وہ امام صاحب ہی کی تقلید کرتے تھے۔ خود ان کا قول ہے۔ **قداخذنا باکثر اقواله**۔ یعنی وکیع، امام ابوحنیفہؒ کے قول پر فتویٰ دیتے تھے اور یحییٰ قطان بھی انہی کے قول پر فتویٰ دیتے تھے۔ ۱۲۰ھ میں پیدا ہوئے ۱۹۸ھ میں بمقام بصرہ وفات پائی۔

(۲) عبداللہ بن المبارکؒ

محدث نووی نے تہذیب الاسماء واللغات میں ان کا ذکر ان الفاظ سے کیا ہے۔ "وہ امام جس کی امامت وجلالت پر ہر باب میں عموماً اجماع کیا گیا ہے جس کے ذکر سے خدا کی رحمت نازل ہوتی ہے جس کی محبت سے مغفرت کی اُمید کی جاسکتی ہے۔" حدیث میں جوان کا پایہ تھا اس کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ محدثین ان کو امیر المومنین فی الحدیث کے لقب سے پکارتے تھے۔ ایک موقع پر ان کے شاگردوں میں سے ایک شخص نے ان سے خطاب کیا کہ یا عالم المشرق، امام سفیان ثوری جو مشہور محدث ہیں اس موقع پر موجود تھے، بولے کہ "کیا غضب ہے۔ عالم مشرق کہتے ہو وہ عالم المشرق والمغرب۔" ہیں۔ امام احمد بن حنبلؒ کا قول ہے کہ "عبداللہ المبارک کے زمانہ میں ان سے بڑھ کر کسی نے حدیث کی تحصیل میں کوشش نہیں کی۔" خود عبداللہ بن المبارک کا بیان ہے کہ میں نے چار ہزار شیوخ سے حدیث سیکھی۔ جن میں سے ہزار سے روایت کی۔ صحیح بخاری ومسلم میں ان کی روایت سے سینکڑوں

حدیثیں مروی ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ وہ فن روایت کے بڑے ارکان میں سے ہیں حدیث و فقہ میں ان کی بہت سی تصنیفات ہیں۔(کتاب الجہاد، کتاب الزہد طبع ہو چکی ہیں۔مشتاق)

ان کے فضل و کمال، زہد و تقوی نے اس قدر لوگوں کو مسخر کرلیا تھا کہ بڑے بڑے امراء و سلاطین کو وہ رتبہ حاصل نہ تھا۔ایک دفعہ خلیفہ ہارون الرشید رقہ گیا۔اسی زمانہ میں عبداللہ بن المبارک بھی رقہ پہنچے۔ان کے آنے کی خبر مشہور ہوئی تو ہر طرف سے لوگ دوڑے اور اس قدر کشمکش ہوئی کہ لوگوں کی جوتیاں ٹوٹ گئیں۔ ہزاروں آدمی ساتھ ہوے اور ہر طرف گرد چھا گئے۔ہارون الرشید کی ایک حرم نے جو برج کے غرفہ سے یہ تماشہ دیکھ رہی تھی حیرت زدہ ہو کر پوچھا کہ یہ کیا حال ہے، لوگوں نے کہا ''خراسان کا عالم آیا ہے جس کا نام عبداللہ بن المبارک ہے۔'' بولی کہ حقیقت میں سلطنت اس کا نام ہے۔ہارون الرشید کی حکومت بھی کوئی حکومت ہے کہ پولیس اور سپاہیوں کے بغیر ایک آدمی بھی حاضر نہیں ہوسکتا۔

(تاریخ ابن خلکان ترجمه عبدالله بن المبارك)

یہ امام ابوحنیفہؒ کے مشہور شاگردوں میں سے ہیں اور امام صاحب کے ساتھ ان کو خاص خلوص تھا۔ان کو اعتراف تھا کہ جو کچھ مجھ کو حاصل ہوا۔امام ابوحنیفہؒ اور سفیان ثوری کے فیض سے حاصل ہوا۔ان کا مشہور قول ہے کہ، **لو لا ان اللہ تعالیٰ اغاثنی یابی حنیفة وسفیان کنت کسائر الناس**۔(تہذیب التہذیب حافظ ابن حجر ترجمہ امام ابوحنیفہؒ) یعنی اگر اللہ تعالیٰ نے امام ابوحنیفہؒ و سفیان کے ذریعے سے میری دستگیری نہ کی ہوتی تو میں ایک عام آدمی سے بڑھ کر نہ ہوتا۔امام ابوحنیفہؒ کی شان میں ان کے اشعار اکثر منقول ہیں خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں چند اشعار نقل کئے ہیں جن میں سے ایک شعر یہ ہے۔

رایت ابا حنیفة حین تولی ۔۔۔ ویطب علمه بحرا غزیزا

مرو کے رہنے والے تھے۔۱۱۸ھ میں پیدا ہوئے۔اور ۱۸۱ھ میں بمقام ہیت وفات پائی۔

(۳) یحییٰ بن زکریا ابی زائدہؒ

مشہور محدث تھے، علامہ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں صرف ان لوگوں کا تذکرہ لکھا ہے جو

حافظ الحدیث کہلاتے تھے چنانچہ یحییٰ کو بھی انہی لوگوں میں داخل کیا ہے اور ان کے طبقہ میں سب سے پہلے انہی کا نام لکھا ہے۔ علی بن المدینی جو امام بخاری کے مشہور استاد ہیں، کہا کرتے تھے کہ ''یحییٰ کے زمانہ میں یحییٰ پر علم کا خاتمہ ہوگیا۔

(میزان الاعتدال علامہ ذھبی ترجمہ یحییٰ)

صحاح ستہ میں ان کی روایت سے بہت سی حدیثیں ہیں۔ وہ محدث اور فقیہ دونوں تھے اور ان دونوں فنون میں بڑا کمال رکھتے تھے چنانچہ علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں ان کا ترجمہ ان لفظوں سے شروع کیا ہے۔ **احد الفقهآء الکبار و المحدثین الاثبات۔**

یہ امام ابوحنیفہؒ کے ارشد تلامذہ میں سے تھے اور مدت تک ان کے ساتھ رہے تھے۔ یہاں تک کہ علامہ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کو ''صاحب ابوحنیفہ'' کا لقب دیا ہے۔ یہ تدوین فقہ میں امام صاحب کے شریک اعظم تھے۔ امام طحاوری نے لکھا ہے کہ ''وہ تیس برس شریک رہے'' اگرچہ یہ مدت صحیح معلوم نہیں ہوتی لیکن کچھ شبہ نہیں کہ وہ بہت دنوں تک امام صاحب کے ساتھ تدوین فقہ کا کام کرتے رہے اور خاص کر تصنیف و تحریر کی خدمت انہی سے متعلق تھی۔ (الجواہر المضیہ، ترجمہ یحییٰ)

میزان الاعتدال میں لکھا ہے کہ بعض لوگوں کا قول ہے کہ کوفہ میں اوّل جس شخص نے تصنیف کی وہ یحییٰ ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ لکھنے کا کام یحییٰ سے متعلق تھا اس لئے بعض لوگوں نے انہی کو مستقل مصنف سمجھ لیا۔ مدائن میں منصب قضا پر ممتاز تھے اور وہیں ۱۸۲ھ میں ۶۳ برس کی عمر میں وفات پائی۔

(۴) وکیع بن الجراحؒ

فن حدیث کے ارکان میں شمار کئے جاتے ہیں، امام احمد بن حنبل کو ان کی شاگردی پر فخر تھا چنانچہ جب وہ ان کی روایت سے کوئی حدیث بیان کرتے تھے ان لفظوں سے شروع کرتے تھے کہ یہ حدیث مجھ سے اس شخص نے روایت کی کہ تیری آنکھوں نے اس کا مثل نہ دیکھا ہوگا

۔(تہذیب الاسماٗ واللغات علامہ نووی ترجمہ وکیع بن الجراح) یحییٰ بن معین جوفن رجال کے ایک رُکن خیال کئے جاتے تھے ان کا قول تھا کہ ''میں نے کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا جس کو وکیع پر ترجیح دُوں۔ (تہذیب الاسماٗ والغات) اکثر ائمہ حدیث نے ان کی شان میں اس قسم کے الفاظ لکھے ہیں بخاری و مسلم میں اکثر ان کی روایت سے حدیثیں مذکور ہیں فن حدیث و رجال کے متعلق ان کی روایتیں اور رائیں نہایت مستند خیال کی جاتی ہیں۔

یہ امام ابوحنیفہؒ کے شاگردِ خاص تھے اور ان سے بہت سی حدیثیں سنی تھیں۔ اکثر مسائل میں امام ابوحنیفہؒ کی تقلید کرتے تھے اور انہی کے قول کے موافق فتویٰ دیتے تھے خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے۔ كان يفتي بقول ابی حنيفه و كان قد سمع منه شيئا كثير (حافظ عبدالبر کے قول میں ''شیا'' کے بجائے۔ حدیثاً کا لفظ اور صریح اس دعوے پر دلالت کرتا ہے (دیکھو عقود الجمان خاتمہ فصل اوّل)

علامہ ذہبی نے بھی تذکرۃ الحفاظ میں اس کی تصدیق کی ہے۔ ۱۹۷ھ میں وفات پائی۔

(۵) یزید بن ہارونؒ

فن حدیث میں مشہور امام ہیں بڑے بڑے آئمہ حدیث میں ان کے شاگرد تھے۔ امام احمد بن حنبل، علی بن المدینی، یحییٰ بن معین، ابن ابی شیبہ، وغیرہ نے ان کے سامنے زانوئے شاگردی تہ کیا ہے علامہ نووی نے ان کے تلامذہ کی نسبت لکھا ہے کہ ان کا شمار نہیں ہوسکتا۔ یحییٰ بن ابی طالب کا بیان ہے کہ ایک بار میں ان کے حلقہ درس میں شریک تھا لوگ تخمینہ کرتے تھے کہ حاضرین کی تعداد کم وبیش ستر ہزار تھی کثرت حدیث میں لوگ ان کی مثال دیتے تھے خود ان کا بیان ہے کہ مجھ کو بیس ہزار حدیثیں یاد ہیں۔ علی بن المدینی (امام بخاری کے استاد کہا کرتے تھے کہ میں نے ان سے زیادہ کسی کو حافظ الحدیث نہیں دیکھا۔)

فن حدیث میں ان کو امام ابوحنیفہؒ سے تلمذ تھا۔ علامہ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں جہاں

ان لوگوں کے نام لکھے ہیں جنہوں نے امام صاحب سے حدیثیں روایت کیں ان کا نام بھی لکھا ہے یہ ایک مدت تک امام صاحب کی صحبت میں رہے اور اس وجہ سے ان کو امام صاحب کے اخلاق و عادات پر رائے قائم کرنے کا کافی موقع ملا تھا۔ ان کا قول ہے کہ میں نے بہت لوگوں کی صحبت اٹھائی لیکن امام ابوحنیفہؒ سے کسی کو بڑھ کر نہیں پایا۔ (تہذیب الکمال حافظ مزی ترجمہ امام ابوحنیفہؒ) ۱۱۷ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۰۶ھ میں وفات پائی۔

(۶) حفص بن غیاثؒ

بہت بڑے محدث تھے خطیب بغدادی نے ان کو کثیر الحدیث لکھا ہے اور علامہ ذہبی نے ان کو حفاظ حدیث میں شمار کیا ہے۔ امام احمد بن حنبل علی بن المدینی وغیرہ نے ان سے حدیثیں روایت کیں۔ یہ اس خصوصیت میں ممتاز تھے کہ جو کچھ روایت کرتے تھے زبانی کرتے تھے کاغذ یا کتاب پاس نہیں رکھتے تھے چنانچہ اس طرح جو حدیثیں روایت کیں ان کی تعداد تین یا چار ہزار ہے۔ (میزان الاعتدال ترجمہ حفص) یہ امام صاحب کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں۔ امام صاحب کے شاگردوں میں چند بزرگ نہایت مقرب اور با اخلاص تھے جن کی نسبت وہ فرمایا کرتے تھے کہ تم میرے دل کی تسکین اور میرے غم کے مٹانے والے ہو۔ حفص کی نسبت بھی امام صاحب نے یہ الفاظ ارشاد فرمایے ہیں۔ مختصر تاریخ بغداد میں ان کی نسبت لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے مشہور شاگردوں میں سے تھے۔

مدت تک دنیاوی تعلقات سے آزاد رہے لیکن اخیر میں ضرورتوں نے بہت تنگ کیا اتفاق یہ کہ انہی دنوں یعنی ۱۷۷ھ میں ہارون الرشید نے ان کا شہرہ سن کر ان کو طلب کیا اور قضا کی خدمت سپرد کی۔ چونکہ قرض سے زیر بار تھے مجبوراً قبول کرنا پڑا۔ قاضی ابو یوسف قاضی القضات تھے اور قضا کا تمام رشتہ ان کے اہتمام میں تھا چونکہ ہارون الرشید نے قاضی صاحب کے بغیر اطلاع حفص کو مقرر کر دیا اس لئے ان کو فی الجملہ خیال ہوا اور حسن بن زیاد سے کہا کہ حفص کے فیصلے ہمارے مرافعہ میں آئیں تو ان کو نکتہ چینی کی نگاہ سے دیکھنا چاہیے

لیکن جب ان کے فیصلے دیکھے تو اعتراف کیا کہ حفص کے ساتھ تائید الٰہی ہے۔ (الجواہر المضیہ ترجمہ حفص بن غیاث) ۱۱۷ھ میں پیدا ہوئے تیرہ برس کوفہ میں اور دو برس بغداد میں قاضی رہے۔ ۱۹۶ میں وفات پائی۔

(۷) ابو عاصم النبیلؒ

ان کا نام ضحاک بن مخلد ہے مشہور محدث ہیں۔ صحیح بخاری و مسلم وغیرہ میں ان کی روایت سے بہت سی حدیثیں مروی ہیں علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں لکھا ہے کہ ان کی توثیق پر تمام لوگوں کا اتفاق ہے۔ نہایت پارسا اور متورع تھے امام بخاری نے روایت کی ہے کہ ابو عاصم نے خود کہا کہ جب مجھ کو معلوم ہوا کہ غیبت حرام ہے میں نے آج تک کسی کی غیبت نہیں کی۔

ان کا لقب نبیل تھا جس کے معنی معزز کے ہیں اس امر میں اختلاف ہے کہ یہ لقب کیوں ہوا؟ ایک روایت ہے کہ ایک دفعہ امام شعبہ نے کسی وجہ سے قسم کھالی کہ ''میں حدیث نہیں روایت کروں گا۔'' چونکہ وہ بہت بڑے محدث تھے اور ان کے درس سے ہزاروں طلبہ مستفید ہوتے تھے۔ لوگوں کو بہت تشویش ہوئی۔ ابو عاصم نے یہ حال سنا تو اسی وقت امام شعبہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ ''میں اپنے غلام کو آپ کی قسم کے کفارہ میں آزاد کرتا ہوں، آپ قسم توڑ ڈالئے اور اور حدیث کا درس دیجئے۔'' شعبہ کو ان کے شوق اور ہمت پر تعجب ہوا۔ اور فرمایا، انت نبیل اس وقت سے یہ لقب مشہور ہو گیا۔

(الجواہر المضیہ، ترجمہ ابو عاصم)

یہ امام صاحب کے مختص شاگردوں میں تھے خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ کسی نے ان سے پوچھا کہ ''سفیان ثوری'' زیادہ فقیہ ہیں یا ابوحنیفہ'' بولے۔ موازنہ تو ان چیزوں میں ہوتا ہے جو ایک دوسرے سے ملتی جلتی رہیں۔ ابوحنیفہ نے فقہ کی بنیاد ڈالی ہے اور سفیان صرف فقیہ ہیں۔'' ۲۱۲ھ میں نوے برس کی عمر میں وفات پائی

(۸) عبدالرزاق بن ہمامؒ

علامہ ذہبی نے ان کا ترجمہ ان لفظوں سے شروع کیا ہے۔احد الاعلام الثقات بہت بڑے نامور محدث تھے صحیح بخاری ومسلم وغیرہ ان کی روایتوں سے مالا مال ہیں۔امام احمد بن حنبلؒ سے کسی نے پوچھا کہ حدیث کی روایت میں آپ نے عبدالرزاق سے بڑھ کر کسی کو دیکھا؟ جواب دیا کہ ''نہیں'' بڑے بڑے ائمہ حدیث مثلاً امام سفیان بن عینیہ، یحییٰ بن معین، علی بن المدینی، امام احمد بن حنبل فن حدیث میں ان کے شاگرد تھے طالبان حدیث بہت دُور سے قطع منازل کر کے ان کی خدمت میں سیکھنے جاتے تھے یہاں تک کہ بعضوں کا قول ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بعد کسی شخص کے پاس اس قدر دور دراز مسافتیں طے کر کے لوگ نہیں گئے۔(انساب سمعانی وتاریخ یافعی ترجمہ عبدالرزاق بن ہمام)

حدیث میں ان کی ایک ضخیم تصنیف موجود ہے جو جامع عبدالرزاق کے نام سے مشہور ہے امام بخاریؒ نے اعتراف کیا ہے کہ ''میں اس کتاب سے مستفید ہوا ہوں۔'' علامہ ذہبی نے اس کتاب کی نسبت میزان الاعتدال میں لکھا ہے کہ ''علم کا خزانہ ہے۔'' ان کو ابوحنیفہ سے فن حدیث میں تلمذ تھا عقود الجمان کے مختلف مقامات سے ثابت ہوتا ہے کہ امام صاحب کی صحبت میں زیادہ رہے چنانچہ ان کے اخلاق و عادات کے متعلق ان کے اکثر اقوال کتابوں میں مذکور ہیں۔ان کا قول ہے کہ ''میں نے امام ابوحنیفہؒ سے بڑھ کر کسی کو حلیم نہیں دیکھا۔'' ۱۲۶ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۱۱ھ میں انتقال کیا۔

(۹) داؤد الطائیؒ

خدا نے عجب حسن قبول دیا تھا۔صوفیہ ان کو بہت بڑا مرشد کامل مانتے ہیں۔تذکرۃ الاولیاً میں ان کے مقامات عالیہ مذکور ہیں۔فقہاً اور خصوصاً فقہائے حنفیہ ان کے تفقہ اور اجتہاد کے قائل ہیں۔محدثین کا قول ہے کہ ثقہ بلانزاع اور حقیقت یہ ہے کہ وہ ان تمام القاب کے مستحق

ہیں۔ محارب بن وثار جو مشہور محدث تھے کہا کرتے تھے کہ ''داؤد اگلے زمانہ میں ہوتے تو خدا قرآن مجید میں ان کا قصہ بیان کرتا۔''

ابتداء میں فقہ وحدیث کی تحصیل کی پھر کلام کے علم میں کمال پیدا کیا اور بحث ومناظرہ میں مشغول ہوئے۔ ایک دن کسی موقع پر ایک شخص نے گفتگو کرتے کرتے اس پر کنکری پھینک ماری۔ اس نے کہا۔ داؤد، تمہاری زبان اور ہاتھ دونوں دراز ہو چلے۔ ان پر عجیب اثر ہوا بحث ومناظرہ بالکل چھوڑ دیا تاہم علم تحصیل کا سلسلہ جاری تھا برس دن کے بعد کل کتابیں دریا میں ڈبو دیں اور تمام چیزوں سے قطع تعلق کر لیا۔ امام محمد کا بیان ہے کہ میں داؤد سے اکثر مسئلے پوچھنے جاتا اگر کوئی ضروری اور عملی مسئلہ ہوتا تو بتا دیتے ورنہ کہتے کہ ''بھائی مجھے اور ضروری کام ہیں۔''

یہ امام ابوحنیفہؒ کے مشہور شاگرد ہیں خطیب بغدادی، ابن خلکان، علامہ ذہبی اور دیگر مؤرخین نے جہاں ان کے حالات لکھے ہیں امام صاحب کی شاگردی کا ذکر خصوصیت کے ساتھ کیا ہے تدوین فقہ میں بھی امام صاحب کے شریک تھے اور اس مجلس کے معزز ممبر تھے۔ ۱۶۰ھ میں وفات پائی۔ ان بزرگوں کے سوا اور بھی بہت سے نامور محدثین فضل بن دکین، حمزہ بن حبیب الزیات، ابراہیم بن طہمان، سعید بن اوس، عمر بن میمون، فضل بن موسیٰ وغیرہ امام صاحب کے تلامذہ میں داخل ہیں لیکن ہم نے صرف ان لوگوں کا ذکر کیا ہے جو تلامذہ خاص کہے جا سکتے ہیں اور جو مدتوں امام صاحبؒ کی صحبت سے مستفید ہوئے ہیں۔

فقہاء جو تدوین فقہ میں شریک تھے

(۱۰) قاضی ابویوسفؒ

ان کا نسب انصار سے ملتا ہے ان کے مورث اعلیٰ سعد بن سبتہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اصحاب میں سے تھے ان کے باپ ایک غریب آدمی تھے اور محنت مزدوری کر کے

زندگی بسر کرتے تھے۔ یہ ۱۱۳ھ یا ۱۱۷ھ میں بمقام کوفہ میں پیدا ہوئے۔ ان کو اگرچہ بچپن سے لکھنے پڑھنے کا ذوق تھا لیکن باپ کی مرضی نہ تھی وہ چاہتے تھے کہ کوئی پیشہ سیکھیں اور گھر میں چار پیسے کما کر لائیں تاہم قاضی صاحب موقع اور فرصت پاتے علماء کی صحبت میں جا بیٹھتے ایک دن امام ابوحنیفہؒ کے درس میں حاضر تھے کہ ان کے باپ پہنچے اور وہاں سے زبردستی اٹھا لائے گھر پر آ کر سمجھایا کہ بیٹا امام ابوحنیفہؒ کو خدا نے رزق کی طرف سے اطمینان دیا ہے تم ان کی ریس کیوں کرتے ہو؟ قاضی صاحب نے مجبوراً لکھنا پڑھنا چھوڑ دیا اور باپ کے ساتھ رہنے لگے۔ امام ابوحنیفہؒ نے دو چار دن کے بعد لوگوں سے پوچھا کہ یعقوب اب نہیں آتے ان کو امام صاحب نے چپکے سے ایک تھیلی حوالہ کی گھر پر آ کر دیکھا تو اس میں سو درہم تھے امام صاحب نے ان سے یہ بھی کہہ دیا کہ جب خرچ ہو چکے تو مجھ سے کہنا اسی طرح برابر ان کو مدد دیتے رہے یہاں تک کہ قاضی صاحب نے تمام علوم میں کمال حاصل کیا اور استادِ وقت بن گئے۔

قاضی صاحب نے امام ابوحنیفہؒ کے علاوہ اور بہت سے آئمہ وقت کی خدمت میں علم کی تحصیل کی۔ اعمش، ہشام بن عروہ، سلیمان تیمی، ابواسحاق شیبانی، یحییٰ بن سعید الانصاری وغیرہ سے حدیثیں روایت کیں۔ محمد بن اسحاق سے مغازی وسیر پڑھی۔ محمد بن ابی لیلیٰ سے فقہ کے مسائل سیکھے۔ خدا نے ذہن وحافظہ ایسا قوی دیا تھا کہ ایک ہی زمانہ میں ان تمام علوم کی تحصیل کرتے تھے حافظ بن عبدالبر نے جو ایک مشہور محدث ہیں لکھا ہے کہ ابویوسف محدثین کے پاس حاضر ہوتے اور ایک جلسہ میں پچاس ساٹھ حدیثیں سن کر یاد کر لیتے۔''

امام صاحبؒ جب تک زندہ رہے قاضی صاحب ان کے حلقہ درس میں ہمیشہ حاضر ہوتے رہے۔ ان کی وفات کے بعد دربار سے تعلق پیدا کرنا چاہا۔ چنانچہ خلیفہ مہدی عباسی نے ۱۶۶ھ میں ان کو قاضی کی خدمت دی۔ مہدی کے بعد اس کے جانشین ہادی نے بھی ان کو اسی عہدہ پر بحال رکھا۔ لیکن ہارون الرشید نے ان کی لیاقتوں سے واقف ہو کر تمام ممالک

اِسلامیہ کا قاضی القضاۃ مقرر کیا اور یہ وہ عہدہ تھا جو اس وقت تک اسلام کی تاریخ میں کسی کو نصیب نہیں ہوا تھا بلکہ زمانہ مابعد میں بھی بجز قاضی احمد بن ابی داؤد کے اور کسی کو نصیب نہیں ہوا۔ قاضی صاحب نے سررشتہ قضا میں جو ترقیاں کیں ان کی تفصیل خود ان کی لائف لکھی جائے تو لکھی جاسکتی ہے۔

جمعرات کے دن ظہر کے وقت ربیع الاوّل کی پانچویں تاریخ ۱۸۲ھ میں وفات پائی۔ محمد بن سماعہ کا بیان ہے کہ مرتے وقت یہ الفاظ آن کی زبان پر تھے اے خدا تو جانتا ہے کہ میں نے کوئی فیصلہ عمداً خلاف واقع نہیں کیا۔ میری ہمیشہ یہ کوشش رہی کہ جو فیصلہ ہو تیری کتاب اور تیرے پیغمبر کے طریقہ کے موافق ہو۔ جب کوئی مشکل مسئلہ آتا تھا تو میں امام ابوحنیفہؒ کو واسطہ بناتا تھا اور جہاں تک مجھ کو معلوم ہے امام ابوحنیفہؒ تیرے احکام کو خوب سمجھتے تھے اور عمداً حق کے راستہ سے باہر نہ جاتے تھے۔'' قاضی صاحب بہت بڑے دولت مند تھے لیکن دولت کا استعمال اچھی طرح کیا مرتے وقت وصیت کی کہ چار لاکھ روپے مکہ معظّمہ، مدینہ منورہ، کوفہ اور بغداد کے محتاجوں کو دیئے جائیں۔

قاضی صاحب متعدد علوم میں کمال رکھتے تھے اگرچہ ان کی شہرت زیادہ تر فقہ میں ہوئی لیکن اور علوم میں بھی وہ اپنے آپ ہی نظیر تھے مورخ ابن خلکان نے ہلال بن یحییٰ کا قول نقل کیا ہے کہ ابو یوسف، تفسیر، مغازی اور ایام العرب کے حافظ تھے اور فقہ ان کا ادنیٰ سا علم تھا حدیث میں ان کا یہ پایہ تھا کہ حفاظ حدیث میں شمار کیے جاتے تھے چنانچہ علامہ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ترجمہ لکھا ہے۔ یحییٰ بن معین کہا کرتے تھے کہ اہل الرائے میں ابو یوسف سے بڑھ کر کوئی شخص کثیر الحدیث نہیں۔'' امام احمد حنبل کا قول ہے کہ۔ کان منصفافی الحدیث۔ مزنی جو امام شافعی کے مشہور شاگرد ہیں کہا کرتے تھے۔ ابو یوسف اتبع القوم للحدیث۔ خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں امام احمد بن حنبل کا قول نقل کیا ہے کہ اوّل جب مجھ کو علم حدیث کا شوق پیدا ہوا تو ابو یوسف کی خدمت میں حاضر ہوا یحییٰ بن معین و امام

احمد بن حنبل اور بہت سے آئمہ حدیث نے قاضی صاحب سے حدیثیں روایت کیں اس سے زیادہ ان کی عظمت شان کی کیا دلیل ہوسکتی ہے۔

فقہ میں ان کا جو پایہ ہے اس سے کون انکار کرسکتا ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کوخود ان کے کمال کا اعتراف ہے ایک دفعہ وہ بیمار ہوئے۔ امام صاحب عیادت کو گئے واپس آئے تو ساتھیوں سے کہا کہ ''خدانخواستہ اگر یہ شخص ہلاک ہوا تو دنیا کا عالم ہلاک ہوا۔'' اور آئمہ بھی ان کے حدت ذہن اور قوت فہم کے معترف تھے۔ امام اعمش اس زمانہ کے ایک مشہور محدث تھے انہوں نے قاضی صاحب سے ایک مسئلہ پوچھا انہوں نے جواب بتایا۔ امام اعمش نے کہا اس پر کوئی سند بھی ہے قاضی صاحب نے فرمایا ہاں وہ حدیث جو فلاں موقع پر آپ نے مجھ سے بیان کیا تھی امام اعمش نے کہا یعقوب یہ حدیث مجھ کو اس وقت سے یاد ہے جب تمہارے والدین کا عقد بھی نہیں ہوا تھا لیکن اس کا صحیح مطلب آج ہی سمجھ میں آیا۔''

قاضی صاحب پہلے شخص ہیں جنہوں نے فقہ حنفی میں تصنیفیں کیں مختلف علوم میں ان کی تصنیفات بہت ہیں اور ابن الندیم نے کتاب الفہرست میں ان کی مفصل فہرست بھی نقل کی ہے لیکن ہماری نگاہ سے صرف کتاب الخراج گزری ہے اس لئے ہم اس کے متعلق کچھ لکھنا چاہتے ہیں ہارون الرشید نے خراج و جزیہ کے متعلق قاضی صاحب سے یادداشتیں طلب کی تھیں قاضی صاحب نے اس کے جواب میں چند تحریریں بھیجیں۔ یہ کتاب انہی تحریروں کا مجموعہ ہے اگرچہ اس میں بہت سے مضامین ہیں لیکن زیادہ تر خراج کے مسائل ہیں اور اس لئے اس کو اس زمانہ کا قانون مال گزاری کہہ سکتے ہیں اس کتاب میں زمین کے اقسام بلحاظ حیثیت اور بلحاظ تنوع، لگان کی مختلف شرحیں کاشت کاروں کی حیثیتوں کا اختلاف، پیداوار کی قسمیں اس قسم کے اور مراتب کو اس خوبی اور دقت نظر کے ساتھ منضبط کیا ہے اور ان کے متعلق قواعد قرار دیئے کہ اس زمانہ کے لحاظ سے تعجب ہوتا ہے طرز تحریر میں ایک خوبی یہ ہے کہ نہایت آزادانہ ہے۔ قواعد اور ہدایتوں کے ساتھ جا بجا ان ابتریوں کا ذکر ہے جو

انتظامات سلطنت میں موجود تھیں اوران پر نہایت بیبا کی کیساتھ خلیفۂ وقت کو متوجہ کیا ہے۔

قاضی صاحب کی تاریخ زندگی میں جو چیز سب سے زیادہ قابل قدر ہے وہ یہ ہے کہ ہارون الرشید جیسے جبار اور خود پرست بادشاہ کے دربار میں وہ اپنے فرائض اس جرات اور آزادی سے ادا کرتے تھے جس کی مثال ایشیائی سلطنتوں میں بہت کم مل سکتی ہے کتاب الخراج میں ایک جگہ ہارون الرشید کو لکھتے ہیں کہ اے امیر المومنین اگر تو اپنی رعایا کے انصاف کے لئے مہینہ میں ایک بار بھی دربار کرتا اور مظلوموں کی فریاد سنتا تو میں امید کرتا ہوں کہ تیرا شمار ان لوگوں میں نہ ہوتا جو رعیت سے پردہ کرتے ہیں اور اگر تو دو ایک دربار بھی کرتا تو یہ خبر تمام اطراف میں پھیل جاتی اور ظالم اپنے ظلم سے باز آتے بلکہ اگر عمال اور صوبہ داروں کو یہ خبر پہنچے کہ تو برس دن میں ایک دفعہ انصاف کے لئے بیٹھتا ہے تو ظالموں کو کبھی ظلم کی جرات نہ ہونے پائے۔"

قاضی صاحب کے سوا کس کی جرات تھی کہ ہارون الرشید کو یہ الفاظ لکھتا۔؟

تعجب یہ ہے کہ ایسا آزاد اور پاکیزہ نفس بھی دشمنوں کے حملوں سے نہیں بچا۔ قاضی صاحب کے مخالفین نے ان کو خوشامدی اور زمانہ ساز کہا ہے اور اس مضمون کی چند روایتیں بھی گھڑ لی ہیں بعض مورخین کو رطب ویابس سے کچھ بحث نہیں ان بیہودہ روایتوں کو نقل بھی کر دیتے ہیں جو کوتاہ بینوں کے لئے "ہوئے بس است" کا کام دیتی ہے اس قسم کے بعض حکایتیں تاریخ الخلفاءَ میں منقول ہیں لیکن یہ ظاہر ہے کہ کتاب الخراج کے فقرے جو ہم نے نقل کئے ہیں جس قطعیت کے ساتھ ثابت ہیں ان کے مقابلہ میں ان روایتوں کا کس حد تک اعتبار ہو سکتا ہے۔ حاطب اللیل مورخین ایک طرف بعض محدثین نے بھی مخالفت کے جوش میں تحقق حق کی پرواہ نہ کی۔ بیہقی نے امام شافعیؒ کے حالات میں ایک ضخیم کتاب لکھی ہے اس میں لکھا ہے کہ "امام شافعی" جب ہارون الرشید کے دربار میں گرفتار ہو کر آئے تو قاضی ابو یوسف اور امام محمد نے ہارون الرشید کو امام شافعی کے قتل کی رائے دی اور کہا کہ اگر جلد تدارک

نہ کیا تو یہ شخص سلطنت کے لئے صدمہ پہنچائے گا۔'' افسوس امام بیہقی کو باایں ہمہ محدثیت یہ بھی خیال نہ آیا کہ قاضی ابو یوسف اس زمانہ سے بہت پہلے انتقال کر چکے تھے لیکن خدا کا شکر ہے کہ خود محدثین ہی نے اس روایت کی تکذیب کی۔ حافظ ابن حجر نے جن سے بڑھ کر ان کے بعد محدث نہیں ہوا امام شافعیؒ کے حالات میں ایک کتاب لکھی ہے جو آج کل مصر میں چھاپی گئی ہے

(اس کتاب کا نام توالی التاسیس بمعالی ابن ادریس ہے اور مطبع سیریہ میں س ۱۳۰۱ھ میں طبع ہوئی۔)

وہ اس روایت کو نقل کر کے لکھتے ہیں۔ فھی مکذوبة وغالب مافیھا موضوع وبعضھا ملفق من روایات ملفقة واوضع مافیھا من الکذب قولہ فیھا ان ابا یوسف و محمد بن الحسن حرّمنا الرشید علی قتل الشافعی یعنی یہ روایت جھوٹی ہے اور اس کا اکثر حصہ موضوع ہے اور بعض حصے دوسری مختلط روایتوں سے ماخوذ ہیں۔ اور جو صریحی جھوٹ ہے وہ یہ ہے کہ ابو یوسف ومحمد بن الحسن نے ہارون الرشید کو امام شافعی کے قتل کی ترغیب دی۔

قاضی صاحب کی طرف بعض اولیات بھی منسوب ہیں مورخ ابن خلکان نے لکھا ہے کہ قاضی ابو یوسف پہلے شخص ہیں جس نے علماء کے لئے ایک خاص لباس تجویز کیا کہ آج تک برتا جاتا ہے ورنہ ان سے پہلے تمام لوگوں کا ایک لباس تھا۔

(۱۱) امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ

یہ فقہ حنفی کے دوسرے بازو ہیں۔ ان کا وطن دمشق کے متصل ایک گاؤں تھا جس کو حرستا کہتے ہیں۔ ان کے والد وطن چھوڑ کر واسطہ چلے آئے اور وہیں سکونت اختیار کر لی۔ امام محمد ۱۳۵ھ میں یہیں پیدا ہوئے۔ سن رُشد کا آغاز تھا کہ کوفہ جانا ہوا۔ یہاں علوم کی تحصیل شروع

کی اور بڑے بڑے فقہاء و محدثین کی صحبت اٹھائی۔ مسعر بن کدام، امام سفیان ثوری، مالک بن دینار، امام اوزاعی وغیرہ سے حدیثیں روایت کیں کم و بیش دو برس تک امام ابوحنیفہؒ کی خدمت میں رہے۔ امام صاحبؒ کی وفات کے بعد قاضی ابو یوسف سے بقیہ تحصیل کی۔ پھر مدینہ منورہ گئے اور تین برس تک امام مالک سے حدیث پڑھتے رہے آغاز شباب ہی میں ان کے فضل و کمال کے چرچے پھیل گئے تھے بیس برس کے سن میں مسند درس پر بیٹھے اور لوگوں نے ان سے استفادہ شروع کیا ہارون الرشید نے ان کے فضل و کمال سے واقف ہو کر قضا کی خدمت دی اور اکثر اپنے ساتھ رکھتا تھا۔ ۱۸۹ھ میں رے گیا تو ان کو بھی اپنے ساتھ لے گیا۔ رنبویہ، رے کے قریب ایک گاؤں ہے وہاں پہنچ کر قضا کی۔ اتفاق یہ کہ کسائی جو مشہور نحوی تھا وہ بھی اس سفر میں ساتھ تھا اور اس نے بھی یہیں انتقال کیا ہارون الرشید کو نہایت صدمہ ہوا اور کہا کہ آج فقہ اور نحو دونوں کو ہم دفن کر آئے۔'' علامہ یزیدی نے جو ایک مشہور ادیب اور ہارون الرشید کے درباریوں میں تھے نہایت جانگداز مرثیہ لکھا جس کا ایک شعر یہ ہے۔

فقلت اذا ما اشکل الخطب من لنا　　بایضاحہ یوما وانت فقید

یعنی۔ ہم نے کہا کہ جب تو نہ رہا تو ہمارے لئے مشکلات کا حل کرنے والا کہاں سے آئے گا؟ امام محمد نے اگرچہ زندگی کا بڑا حصہ دربار کے تعلق سے بسر کیا۔ لیکن آزادی اور حق گوئی کا سررشتہ کبھی ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ ۱۷۵ھ میں یحییٰ علوی نے جب علم بغاوت بلند کیا تو ہارون الرشید ان کا سروسامان دیکھ کر حواس باختہ ہو گیا اور دب کر صلح اختیار کی۔ معاہدہ صلح قلمبند ہوا اور یحییٰ کے اطمینان کے لئے بڑے بڑے علماء، فضلاً، فقہاً اور محدثین نے اس پر دستخط کئے۔ یحییٰ صلح پر راضی ہو کر بغداد میں آئے تو چند روز کے بعد ہارون الرشید نے نقض عہد کرنا چاہا۔ تمام علماء نے ہارون الرشید کے خوف سے فتویٰ دے دیا کہ موجودہ صورت میں نقض عہد جائز ہے لیکن امام محمد نے اعلانیہ مخالفت کی اور اخیر تک اپنے اصرار پر قائم رہے۔

امام محمد جس رتبہ کے شخص تھے اس کا اندازہ آئمہ مجتہدین کے اقوال سے ہو سکتا ہے، امام

شافعی کا قول ہے کہ امام محمد جب کوئی مسئلہ بیان کرتے تھے تو معلوم ہوتا تھا کہ وحی اتر رہی ہے۔'' انہی کا قول ہے کہ میں نے امام محمد سے ایک بار شتر کے برابر علم حاصل کیا۔'' امام احمد حنبلؒ سے کسی نے پوچھا کہ یہ دقیق مسائل آپ کو کہاں سے حاصل ہوئے؟ فرمایا، محمد بن الحسن کی کتابوں سے۔''

امام محمد کے حلقۂ درس سے اگرچہ اور بہت سے نامور علماء تعلیم پاکر نکلے لیکن ان سب میں امام شافعیؒ کا نام خصوصیت کے ساتھ لیا جا سکتا ہے ہمارے زمانہ کے کم نظروں کو اس سے تعجب ہوگا اگلے زمانہ میں بھی ابن تیمیہ نے امام شافعیؒ کی شاگردی سے انکار کیا تھا لیکن حق کو کون دبا سکتا ہے؟ تاریخ و رجال کی سینکڑوں کتابیں موجود ہیں وہ کیا شہادت دے رہی ہیں؟ بے شبہ امام شافعیؒ کو امام محمدؒ کے فیض صحبت نے بڑے بڑے کمالات کے راستے دکھائے اور اس کا خود ان کو اعتراف تھا حافظ ابن حجر امام شافعیؒ کا قول نقل کرتے ہیں۔

کان محمد بن الحسن جید المنزلة عندالخليفة فاختلفت اليه و قلت هو اولى من جهة الفقه فلزمته و كتبت عنه . توالى التاسيس مطبوعه مصر ص ٦٩ یعنی محمد بن الحسن خلیفہ کے ہاں بہت معزز تھے۔ اس لئے میں ان کے پاس آتا جاتا تھا میں نے اپنے جی میں کہا کہ وہ فقہ کے لحاظ سے بھی عالی رُتبہ ہیں اس لئے میں نے اُن کی صحبت لازم پکڑی اور ان کا درس قلمبند کرتا تھا۔

امام محمد خود بھی امام شافعیؒ کی نہایت عزت کرتے تھے اور تمام شاگردوں کی نسبت ان کے ساتھ خاص مراعات کے ساتھ پیش آتے تھے ایک دن ہارون الرشید کے دربار میں جا رہے تھے راہ میں امام شافعی ملے جو ان کی ملاقات کو آ رہے تھے اسی وقت گھوڑے سے اتر پڑے اور نوکر سے کہا کہ خلیفہ کے پاس جا اور عذر بیان کر کہ میں اس وقت حاضر نہیں ہو سکتا۔ امام شافعی نے کہا۔ میں اور کسی وقت میں حاضر ہوں گا آپ دربار میں تشریف لے جائیں۔ امام محمد نے کہا نہیں وہاں جانا کچھ ضروری نہیں۔ امام محمد و امام شافعی میں اکثر مناظرات بھی رہتے

تھے اسی بناء پر بعضوں کو ان کی شاگردی سے انکار ہے لیکن اس زمانہ کی استادی وشاگردی میں یہ امور معیوب نہ تھے اور دراصل آج بھی معیوب نہیں۔

امام محمد کی شہرت اگرچہ زیادہ تر فقہ میں ہے ان کی تصنیفات عموماً اسی فن کے متعلق پائی جاتی ہیں لیکن وہ تفسیر، حدیث، ادب میں بھی اجتہاد کا درجہ رکھتے تھے امام شافعیؒ کا قول ہے کہ میں نے قرآن کا عالم امام محمد سے بڑھ کر نہیں دیکھا۔ ادب وعربیت میں اگرچہ ان کی کوئی تصنیف موجود نہیں لیکن فقہ کے جو مسائل نحو کے جزئیات پر مبنی ہیں اکثر جامع کبیر میں مذکور ہیں اور ان سے ثابت ہوتا ہے کہ اس فن میں ان کا کیا پایہ تھا چنانچہ ابن خلکان وغیرہ نے خصوصیت کے ساتھ ان کا ذکر کیا ہے۔

حدیث میں ان کی کتاب موطا مشہور ہے اس کے علاوہ کتاب الحجہ جو امام مالک کے ردّ میں لکھی ہے اس میں اکثر حدیثیں روایت کی ہیں اور متعدد مسائل میں جوش ادعا کے ساتھ کہا ہے کہ مدینے والوں کو دعویٰ ہے کہ وہ حدیث کے پیرو ہیں حالانکہ ان مسائل میں صریح ان کے خلاف حدیث موجود ہے۔''

امام محمد کی تصنیفات تعداد میں بہت زیادہ ہیں اور آج فقہ حنفی کا مدار اِنہی کتابوں پر ہے ہم ذیل میں ان کتابوں کی فہرست لکھتے ہیں جن میں امام ابوحنیفہؒ کے مسائل روایتاً مذکور ہیں اور اس لئے وہ فقہ حنفی کے اصل اصول خیال کئے جاتے ہیں۔

مبسوط:

اصل میں یہ کتاب قاضی ابو یوسف کی تصنیف ہے انہی مسائل کو امام محمد نے زیادہ توضیح اور خوبی سے لکھا یہ امام محمد کی پہلی تصنیف ہے۔

جامع صغیر:

مبسوط کے بعد تصنیف ہوئی اس کتاب میں امام محمد نے قاضی ابو یوسف کی روایت سے امام ابوحنیفہؒ کے تمام اقوال لکھے ہیں کل ۵۳۲ ہیں جن میں سے ایک سوستر (۱۷۰) مسلوں

کے متعلق اختلاف رائے بھی لکھا ہے اس کتاب میں تین قسم کے مسائل ہیں۔

(۱) جن کا ذکر بجز اس کتاب کے اور کہیں نہیں پایا جاتا۔

(۲) اور کتابوں میں بھی مذکور ہیں لیکن ان کتابوں میں امام محمد نے تصریح نہیں کی تھی کہ یہ خاص امام ابوحنیفہؒ کے مسائل ہیں اس کتاب میں تصریح کر دی ہے۔

(۳) اور کتابوں میں مذکور تھے لیکن اس کتاب میں جن الفاظ سے لکھا ہے ان سے بعض نئے فائدے مستنبط ہوتے ہیں اس کتاب کی تیس چالیس شرحیں لکھی گئیں جن کے نام اور مختصر حالات کشف الظنون وغیرہ میں ملتے ہیں۔

جامع کبیر:

جامع صغیر کے بعد لکھی گئی ضخیم کتاب ہے اس میں امام ابوحنیفہؒ کے اقوال کے ساتھ قاضی ابو یوسف و امام زفر کے اقوال بھی لکھے ہیں ہر مسئلہ کے ساتھ دلیل لکھی ہے متاخرین حنفیہ نے اصولِ فقہ کے جو مسائل قائم کئے ہیں زیادتر اسی کتاب کی طرزِ استدلال وطریق استنباط سے کئے ہیں بڑے بڑے نامور فقہاً نے اس کی شرحیں لکھی ہیں جن میں ۴۲ شرحیں کا ذکر کشف الظنون میں ہے۔

زیادات:

جامع کبیر کی تصنیف کے بعد جو فروع یاد آئے وہ اس میں درج کئے اور اسی لئے زیادات نام رکھا۔

کتاب الحجه علی اهل المدینه:

امام محمد، امام ابوحنیفہؒ کی وفات کے بعد مدینہ منورہ گئے اور تین برس وہاں رہ کر امام مالک سے موطا پڑھی اہل مدینہ کا طریقہ فقہ جدا تھا بہت سے مسائل میں وہ لوگ امام ابوحنیفہؒ سے اختلاف رکھتے تھے۔ امام محمد نے مدینہ سے آکر یہ کتاب لکھی اس میں اول وہ ابوحنیفہؒ کا قول نقل کرتے ہیں پھر مدینہ والوں کا اختلاف بیان کر کے حدیث اور قیاس سے ثابت کرتے

ہیں کہ ابو حنیفہ کا مذہب صحیح ہے۔ اور دوسروں کا غلط امام رازی نے مناقب الشافعی میں اس کتاب کا ذکر کیا ہے یہ کتاب چھپ گئی ہے اور ہر جگہ ملتی ہے۔

سیر صغیر و کبیر:

یہ سب سے اخیر تصنیف ہے اول سیر صغیر لکھی اس کے بعد ایک نسخہ امام اوزاعی کی نظر سے گزرا انہوں نے طعن سے کہا کہ اہل عراق کو فن سیر سے کیا نسبت! امام محمد نے سنا تو سیر کبیر لکھنی شروع کی تیار ہوچکی تو ساٹھ جزوں میں آئی۔ امام محمد اس ضخیم کتاب کو ایک خچر پر رکھوا کر ہارون الرشید کے پاس لے گئے۔ ہارون الرشید کو پہلے سے خبر ہوچکی تھی اس نے قدر دانی کے لحاظ سے شہزادوں کو بھیجا اور خود جا کر امام محمد سے سے اس کی سند لی۔

ان کتابوں کے علاوہ امام محمد کی اور تصانیف بھی فقہ میں موجود ہیں مثلاً کیسانیات، جرجانیات، رقیات، ہرونیات لیکن یہ کتابیں فقہاً کی اصطلاح میں ظاہر الرواۃ میں داخل نہیں بلکہ کتاب الحجہ جس کا ذکر اوپر ہوچکا وہ بھی اس سلسلہ سے خارج ہے۔

(۱۲) اِمام زفرؒ

فقہ میں اگر چہ ان کا رُتبہ امام محمد سے زیادہ مانا جاتا ہے لیکن چونکہ ان کی کوئی تصنیف موجود نہیں ہے اور ان کے حالات بھی بہت کم معلوم ہیں اس لئے صاحبین سے ان کو مؤخر رکھنا پڑا۔ یہ عربی النسل تھے شروع زمانہ میں ان کو حدیث کا توغل رہا اور اسی وجہ سے جیسا کہ علامہ نووی نے تہذیب اللغات میں تصریح کی ہے صاحب الحدیث کہلاتے تھے پھر فقہ کی طرف توجہ کی اور اخیر عمر تک یہی مشغلہ رہا۔

یحییٰ بن معین جو فن جرح میں امام ہیں ان کا قول ہے کہ زفر صاحب الرای ثقۃ مامون۔ بعض لوگوں نے ان کی تضعیف بھی کی ہے لیکن وہ مبہم ہے اور قابل اعتناً نہیں۔ ان کو خاص کر قیاسی احکام میں نہایت کمال تھا۔ امام ابو حنیفہؒ ان کی نسبت فرمایا کرتے تھے کہ اقیس صحابی، وکیع بن الجراح جن کا ذکر گزر چکا ہے ان سے استفادہ کرتے تھے قضا کا عہدہ بھی ان کو ملا

تھا۔ ۱۱۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۸۵ھ میں وفات[6] پائی۔

(۱۳) قاسم بن معنؒ

بہت بڑے نامور شخص تھے صحاح ستہ کے مصنفین نے ان سے روایت کی ہے اگر چہ ان کو حدیث و فقہ میں بھی کمال تھا لیکن عربیت و ادب میں اپنا نظیر نہیں رکھتے تھے امام محمد ان کی خدمت میں استفادہ کی غرض سے حاضر ہوتے تھے خلیفہ نے ان کو کوفہ کا قاضی مقرر کیا مجبوراً قبول کرنا پڑا لیکن تنخواہ کبھی نہیں لی۔ امام ابوحنیفہؒ کو ان سے خاص محبت تھی یہ بھی منجملہ ان لوگوں کے ہیں جن کی نسبت امام صاحب فرمایا کرتے تھے کہ تم لوگ میرے دل کی تسلی اور میرے دل کے غم مٹانے والے ہو ان کو بھی امام ابوحنیفہؒ کے ساتھ نہایت خلوص تھا۔ ایک شخص نے پوچھا کہ ''آپ فقہ و عربیت دونوں کے امام ہیں۔ ان دونوں علموں میں سے وسیع کون سا علم ہے''؟ فرمایا کہ ''واللہ امام ابوحنیفہؒ کی ایک تحریر کل فن عربیت پر بھاری ہے۔'' ۱۷۵ھ میں وفات پائی۔

(۱۴) اَسد بن عمروؒ

یہ پہلے شخص ہیں جن کو امام ابوحنیفہؒ کی مجلس تصنیف میں تحریر کا کام سپرد ہوا۔ بہت بڑے رُتبہ کے شخص تھے۔ امام احمد بن حنبلؒ نے ان سے روایت کی ہے اور یحییٰ بن معین نے ان کو ثقہ کہا ہے۔ ہلال رازی کا بیان ہے کہ ایک دفعہ ہارون الرشید مکہ معظّمہ گیا طواف سے فارغ ہو کر کعبہ میں داخل ہوا اور ایک جگہ بیٹھ گیا۔ تمام اہل دربار اور اعیانِ ہاشم کھڑے تھے ایک شخص ہارون الرشید کے برابر بیٹھا مجھ کو نہایت تعجب ہوا لوگوں سے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ اسد بن عمرو ہیں۔ بغداد میں قضا کے عہدے پر مامور تھے۔ ۱۸۸ھ میں انتقال کیا۔

(۱۵) علی بن المسہرؒ

فن حدیث امام اعمش و ہشام بن عروہ سے حاصل کیا تھا۔ امام بخاری و مسلم نے ان کی

روایت سے حدیثیں نقل کی ہیں۔ امام احمد بن حنبلؒ ان کے فضل وکمال کا اعتراف کرتے تھے۔ امام سفیان ثوری نے امام ابوحنیفہؒ کی تصنیفات پر جو اطلاع حاصل کی انہی کے ذریعہ سے کی موصل کے قاضی تھے ۱۸۹ھ میں انتقال کیا۔

(۱۶) عافیہ بن یزیدؒ

یہ وہی بزرگ ہیں جن کی نسبت امام ابوحنیفہؒ مجلس تصنیف میں فرمایا کرتے تھے کہ جب تک عافیہ نہ آ چکیں کسی بھی مسئلہ کو قلمبند نہ کرو۔ علامہ ذہبی نے ان کی نسبت لکھا ہے کہ کان من خیار القضاۃ

(۱۷) حبان بن علیؒ

کثیر الروایۃ تھے ابن ماجہ میں ان کی روایت سے متعدد حدیثیں موجود ہیں امام ابوحنیفہؒ ان کی قوت حفظ کے بہت مداح تھے۔ ۱۷۲ھ میں وفات پائی۔

(۱۸) مندلؒ

حبان کے بھائی تھے امام اعمش و ہشام بن عروہ وعبدالمالک بن عمیر و عاصم احول وابوحنیفہ سے حدیثیں روایت کیں نہایت متورع اور پرہیز گار تھے۔ ۱۶۰ھ میں انتقال کیا۔ ان کے بھائی حبان نے نہایت باا‌ثر مرثیہ لکھا علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں اس کے چند اشعار نقل کیے ہیں وہ شعر یہ ہیں۔

فاذا اذکر فقدان اخی — القلبت فی فراشی ارتا
واخ ای اخٍ مثل اخی — قدجری فی کل خیر سبقا

افسانۂ یارانِ کہن خواندم و رفتم
دریاب کہ لعل و گہر افشاندم و رفتم

(۱۹) امام مالک بن مغول البجلی الحنفیؒ (م ۱۵۹ھ)

امام اعظمؒ کے اصحاب وشرکاء تدوین فقہ حنفی میں سے اور ان حضرات اکابر میں سے تھے جن کو امام صاحب نے خطاب فرما کر ارشاد کیا تھا کہ "تم لوگ میرے قلب کا سرور اور میرے غم کو مٹانے والے ہو۔"

محدث ابواسحاق سبیعی، امام اعظم، معن بن ابی جحیفہ، سماک بن حرب اور نافع مولیٰ ابن عمر وغیرہ ان کے اساتذہ شیوخ میں ہیں۔ حافظ نے تہذیب میں امام صاحب کے تعلق وتلمذ وغیرہ کا ذکر خیر حذف کر دیا۔ امام حدیث وحجیت تھے۔ حضرت شعبہ، ابونعیم، قبیصہ، امام محمد، حضرت ابن مبارک، مسعر، ثوری، زائدہ، ابن عیینہ، اسماعیل بن زکریا، یحیٰی بن سعید القطان، وکیع، عبدالرحمٰن بن مہدی اور یحیٰی بن آدم وغیرہ ان کے شاگردوں میں ہیں۔ بخاری، مسلم اور اصحاب سنن کے شیخ ہیں اور سب نے ان سے روایت حدیث کی ہے۔

(جواہر مضیہ ج ۲ ص ۱۵۰)

امام احمد نے ان کو ثقہ، ثبت فی الحدیث کہا، امام یحیٰی بن معین، ابوحاتم اور نسائی نے ثقہ کہا۔ ابونعیم نے کہا کہ ہم سے مالک بن مغول نے حدیث بیان کی اور وہ ثقہ تھے، عجلی نے رجل صالح، علم وفضل میں نمایاں مقام ومرتبہ رکھنے والا بتلایا۔ طبرانی نے خیار المسلمین سے کہا۔ ابن عیینہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے مالک بن مغول سے کہا کہ خدا سے ڈر تو مالک نے فوراً اپنا رخسار زمین پر رکھ دیا۔ ابن سعید نے کہا کہ مالک ثقہ، مامون، کثیر الحدیث، صاحب خیر وفضل تھے۔

امام بخاری نے فرمایا کہ عبداللہ بن سعید نے کہا کہ میں نے ابن مہدی سے سنا فرمایا کرتے تھے کہ جب تم کسی کوفی کو دیکھو کہ وہ ایسے کوفی کا ذکر کرتا ہے جس کو مالک بن مغول بھلائی سے یاد کرتے ہوں تو تم ضرور اس کا اطمینان کر لو۔ ابن حبان نے "ثقات" میں لکھا

ہے کہ مالک اہل کوفہ کے بڑے عبادت گزروں اور نقل میں متثبت اور متقن تھے۔ رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً۔ (تہذیب التہذیب ج۱ ص۲۲)

(۲۰) امام نصر بن عبدالکریمؒ (م ۱۶۹ھ)

محدث، فقیہ تھے۔ امام اعظمؒ سے فقہ پڑھی اور ان کی مجلس تدوین فقہ کے شریک تھے۔ امام صاحب سے احادیث واحکام بکثرت روایت کیے۔ امام صاحب کے بعد امام ابویوسف کی خدمت میں رہے اور ان ہی کے پاس وفات ہوئی۔ ان سے سفیان ثوری اور موسیٰ بن عبید وغیرہ نے روایت کی۔ (جواہر مضیہ) رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً

(۲۱) امام ابوعصمہ نوح بن ابی مریمؒ ''جامع حنفی''

(م ۱۷۳ھ)

مشہور محدث وفقیہ تھے۔ امام اعظم، ابن ابی لیلیٰ، حجاج بن ارطاۃ، زہری، محمد بن اسحاق وغیرہ کے شاگرد تھے۔ جامع علوم تھے اسی لیے جامع کے لقب سے مشہور ہوئے۔ امام اعظم کی مجلس تدوین فقہ کے خاص رکن تھے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ سب سے پہلے آپ نے امام صاحب کی فقہ کو جمع کرنا شروع کیا تھا، اس لیے جامع کہلائے۔ درس کے زمانہ میں چار مجلس منعقد کرتے تھے ایک میں احادیث وآثار بیان کرتے، دوسری میں امام اعظم کے اقوال نقل کرتے، تیسری میں نحو کے اہم مسائل اور چوتھی میں شعر وادب کے متعلق بیان کرتے تھے۔ جب مرو کے قاضی ہوئے تو امام صاحب نے ان کو نصائح اور شروط قضا لکھیں۔ پھر مدت تک خراسان کے قاضی القضاۃ رہے۔ اہل مرو اور عراقیوں نے آپ سے استفادہ کیا۔ ابن ماجہ نے باب تفسیر میں آپ سے تخریج کی ہے اور نعیم بن حماد (شیخ امام بخاری) نے بھی آپ سے روایت کی ہے۔ امام احمد نے فرمایا کہ فرقہ جہمیہ کے سخت مخالف تھے۔

نوح فرماتے ہیں کہ ایک دن میں امام صاحب کی مجلس میں تھا کسی نے آ کر سوال کیا کہ اے ابوحنیفہ! آپ کیا فرماتے ہیں ایک شخص نے صاف ستھرے لطیف پانی سے وضو کیا۔ کیا دوسرا بھی اس پانی سے وضو کر سکتا ہے؟ فرمایا نہیں! میں نے عرض کیا کیوں جائز نہیں؟ فرمایا اس لیے کہ مستعمل پانی ہے، کہتے ہیں پھر میں امام سفیان ثوری کے پاس گیا اور ان سے یہی مسئلہ پوچھا، انہوں نے فرمایا کہ اس سے وضو کرنا جائز ہے۔ میں نے کہ امام صاحب نے تو ناجائز بتلایا تھا۔ انہوں نے پوچھا کہ ایسا کیوں بتلایا۔ میں نے کہا ماءِ مستعمل کی وجہ سے۔ نوح کا بیان ہے کہ ایک جمعہ نہ گزرا تھا کہ میں پھر امام سفیان کی خدمت میں حاضر تھا اور ایک شخص نے یہی مسئلہ ان پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ اس سے وضو جائز نہیں کیونکہ ماء مستعمل ہے۔ (جواہر مضیہ)

(۲۲) امام زہیر بن معاویہؒ (ولادت ۱۰۰ھ، م ۱۷۳ھ)

امام اعظم کے اصحاب میں سے مشہور محدث، ثقہ، فقیہ، فاضل اور تدوین فقہ کے شریک ہیں۔ امام اعمش وغیرہ سے حدیث حاصل کی اور یحییٰ القطان وغیرہ کے شیخ ہیں۔ حضرت سفیان ثوری کا قول ہے کہ آپ کے زمانہ میں آپ جیسا کوئی اور کوفہ میں نہیں تھا۔ امام یحییٰ بن معین وغیرہ محدثین نے آپ کی توثیق کی۔ اصحاب صحاح ستہ کے شیوخ میں ہیں اور سب نے آپ سے تخریج کی۔ محدث علی بن الجعد کا بیان ہے کہ ایک شخص زہیر کی خدمت میں تحصیل علم کے لیے آتا جاتا تھا، چند روز نہ آیا تو انہوں نے پوچھا کہاں رہے؟ کہا امام ابوحنیفہؒ کی خدمت میں چلا گیا تھا، فرمایا کہ تم نے اچھا کیا میرے پاس ایک ماہ رہ کر جو تم حاصل کرتے اس سے یہ بہتر ہے کہ امام صاحب کی ایک مجلس کی شرکت ہی تم کرلو۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ (جواهر مضیه و حدائق الحنفیه)

(۲۳) امام حمادؒ بن الامام الاعظمؒ (متوفی ۱۷۶ھ)

محدث، فقیہ اور بڑے زاہد و عابد تھے۔ حدیث وفقہ میں آپ کے بڑے استاذ خود امام اعظم ہیں اور امام صاحب کی زندگی ہی میں بوجہ کمال مہارت فتویٰ دینا شروع کر دیا تھا۔ امام ابو یوسف، امام محمد، امام زفر اور امام حسن بن زیاد وغیرہ کے طبقہ میں تھے اور تدوین فقہ میں شریک رہے۔ امام صاحب کی وفات پر ان کی ساری امانتیں (جن میں لوگوں کی بھی تھیں جو مفقود تھے) قاضی شہر کو سپرد کر دیں۔ قاضی صاحب نے بہت اصرار کیا کہ آپ بڑے امین ہیں خود اپنے پاس رہنے دیں مگر آپ نے اس بار کو پسند نہ کیا۔ آپ سے آپ کے بیٹے اسماعیل نے بھی حدیث وفقہ حاصل کی اور وہ بھی بڑے عالم ہوئے۔ حضرت قاسم بن معن کے بعد آپ کوفہ کے قاضی ہوئے۔ (حدائق) پھر سارے بغداد کے پھر بصرہ کے قاضی ہوئے، مرضِ فالج سے معذور ہو کر استعفاء دے دیا تھا۔ علامہ صیمری نے ذکر کیا کہ امام حماد پر دین، فقہ اور ورع غالب تھا اور اکثری مشغلہ کتابت حدیث تھا۔ حسن بن قحطبہ نے امام اعظم کے پاس ایک ہزار روپے امانت رکھے کسی نے امام صاحب سے کہا آپ امانتیں کیوں رکھتے ہیں ان کو رکھنا خطرہ سے خالی نہیں۔ فرمایا جس کا بیٹا حماد جیسا ہو اس کو امانت رکھنے میں کوئی حرج نہیں۔ امام صاحب کی وفات کے بعد حسن آئے اور امانت طلب کی۔ حماد نے خزانہ کی کوٹھڑی کھول کر علامات سے متعین کر کے کہا کہ اپنی امانت اٹھا لو۔ حسن نے کہا کہ آپ اب اپنے پاس رہنے دیں۔ حماد نے انکار کیا۔ وہ کہنے لگے کہ آپ کے والد تو امانتیں قبول کر لیتے تھے آپ کیوں نہیں کرتے؟ فرمایا ابا جان کو اپنے بیٹے پر اعتماد تھا مجھے اپنے بیٹے پر نہیں ہے۔

شریک بن الولید کا بیان ہے کہ حماد اہل ہوا و بدعت کے مقابلہ میں بہت متشدد تھے، ان کے دلائل توڑنے اور حق کی حمایت میں ایسے پختہ دلائل قائم کرتے تھے جو بڑے بڑے حاذق اہل کلام کو بھی نہ سوجھتے تھے۔ (کردری ج ۲ ص ۲۱۳)

(۲۴) امام ہیاج بن بُسطامؒ (متوفی ۱۷۷ھ)

محدث فقیہ، امام اعظم کے اصحاب وتلامذہ میں سے ہیں۔ امام صاحب سے مسانید میں روایت حدیث کرتے ہیں۔ (جامع المسانید ج۲ص ۵۶۹)

ابو حاتم نے کہا کہ ان کی حدیث لکھی جاتی ہے۔ سعید بن ہناد کا قول ہے کہ میں نے ہیاج سے زیادہ افصح نہیں دیکھا۔ بغداد میں آئے حدیث کا درس شروع کیا تو ایک لاکھ آدمی جمع ہو گئے جو آپ سے حدیث لکھتے اور آپ کی فصاحت سے متعجب ہوتے تھے۔ مالک بن سلیمان سے مروی ہے کہ ہیاج بن بسطام اعلم الناس، اعلم الناس، افقہ الناس، اشجع الناس، اسخی الناس اور ارحم الناس تھے۔ (میزان الاعتدال)

مکی بن ابراہیم کا قول ہے کہ ہمارے علم میں ہیاج ثقہ، صادق و عالم ہیں۔ حاکم نے اپنی تاریخ میں لکھا کہ ابو حاتم محمد بن سعید بن ہناد نے کہا کہ میں نے محمد بن یحییٰ ذہلی سے ان کے بارے میں سوال کیا تو فرمایا کہ ہیاج ہمارے نزدیک ثقہ ہیں اور یحییٰ بن احمد بن زیادہ بردی نے کہا کہ جس نے بھی ہیاج پر کچھ نکیر کی ہے وہ بوجہ ان کے صاحبزادے خالد کے کی ہے ورنہ ہیاج فی ذاتہ ثقہ ہیں۔ خالد سے روایت میں بے احتیاطی ہوئی ہے۔

(تہذیب ج ۱۱ ص ۸۸)

(۲۵) امام شریک بن عبداللہ الکوفیؒ (م ۱۷۸ھ)

محدث، فقیہ، امام اعظم کی خدمت میں بہت رہے ان سے روایت حدیث بھی کی، آپ کے مخصوص اصحاب اور شرکاء تدوین فقہ میں تھے۔ امام صاحب آپ کو کثیر العقل فرمایا کرتے تھے۔ آپ نے اعمش اور ابن شیبہ سے بھی حدیث پڑھی ہے اور آپ سے حضرت عبداللہ بن مبارک اور یحییٰ بن سعید نے روایت کی۔ امام مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی وابن ماجہ نے بھی آپ سے تخریج کی۔ پہلے شہر واسط کے پھر کوفہ کے قاضی ہوئے۔ بڑے عابد، عادل، صدوق

اور اہل بدعت و ہوا پر سخت گیر تھے۔ (حدائق) باوجودیکہ امام بخاری و مسلم کے شیوخ کی ایک جماعت کے فن حدیث میں شیخ ہیں، امام اعظم سے مسانید میں روایت کرتے ہیں۔ (جامع المسانید ج ۲ ص ۴۷۸)

(۲۶) امام ابو محمد نوح بن دراج نخعی کوفیؒ (م ۱۸۲ھ)

محدث، فقیہ، امام اعظم، امام زفر، ابن شبرمہ، ابن ابی لیلیٰ، امام اعمش اور سعید بن منصور کے تلمیذ اور تدوین فقہ حنفی کے شریک کار تھے۔ امام ابن ماجہ نے باب التفسیر میں آپ سے تخریج کی، کوفہ اور بغداد کے قاضی رہے، فقہ میں امام صاحب سے متخصص ہوئے۔ (حدائق)

جامع المسانید میں امام صاحب سے روایت بھی کرتے ہیں۔ (ج ۲ ص ۴۶۳)

(۲۷) امام ہشیم بن بشیر السلمی الواسطیؒ (متوفی ۱۸۳ھ)

رجال صحاح ستہ میں سے محدث و فقیہ، نیز امام اعظم کے اصحاب و شرکاء تدوین فقہ میں سے تھے۔ امام مالک نے فرمایا کہ اہل عراق میں سے ہشیم حدیث کے بہت اچھے جاننے والے ہیں۔ حماد بن زید نے فرمایا کہ محدثین میں سے ان سے اونچے مرتبہ کا میں نہیں دیکھا۔ عبدالرحمٰن ابن مہدی کا قول ہے کہ ہشیم سفیان ثوری سے زیادہ حافظ حدیث ہیں۔ ابو حاتم کہتے ہیں کہ ہشیم کی نماز، صدق و امانت کا پوچھنا ہی کیا؟ امام احمد نے فرمایا کہ ہشیم کثیر التسبیح تھے، میں چار پانچ سال ان کی خدمت میں رہا، ان کے رعب و ہیبت کی وجہ سے صرف دو مرتبہ سوال کر سکا۔ (امانی الاحبار ج ۱ ص ۴۸)

(۲۸) فضیل عیاضؒ (م ۱۸۷ھ)

عالم ربانی، فقیہ و محدث، زاہد، عابد، صاحب کرامات باہرہ تھے۔ مدت تک کوفہ میں رہ کر امام اعظم سے فقہ و حدیث میں تلمذ کیا۔ آپ کے تلامذہ میں امام شافعی، یحییٰ القطان اور ابن مہدی وغیرہ ہیں پہلے قطاع الطریق تھے، پھر ہادی طریق و مقتدا بنے اور ایسے باخدا ہوئے

کہ ابوعلی رازی نے فرمایا کہ میں تیس سال آپ کی صحبت میں رہا مگر اس عرصہ میں کبھی ہنستے نہیں دیکھا البتہ اس روز کہ آپ کے صاحبزادے علی فوت ہوئے میں نے سبب پوچھا تو فرمایا کہ خدا نے ایک بات پسند کی لہٰذا میں نے بھی اسی کو پسند کیا۔ اصحاب صحاح ستہ کے شیخ ہیں۔ سب نے آپ سے تخریج کی۔ ابن جوزی نے مستقل کتاب آپ کے مناقب میں تصنیف کی۔ رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً

(۲۹) امام یوسف بن خالد سمتیؒ (م ۱۸۹ھ)

امام اعظم کے تلامذہ واصحاب میں مشہور عالم، فقیہ کامل ومحدث ثقہ تھے۔ تدوین فقہ میں شریک رہے۔ پہلے بصرہ کے مشہور فقہاء سے فقہ وحدیث حاصل کی، امام صاحب سے مسانید میں روایات کی ہیں۔ امام صاحب کی خدمت میں کوفہ حاضر ہوئے اور فقہ وحدیث کی تکمیل آپ سے کی۔ نقل ہے کہ امام صاحب سے چالیس ہزار مسائل مشکلہ حل کیے۔ امام شافعی کے استاد ہیں۔ امام طحاوی نے لکھا کہ میں نے مزنی سے سنا انہوں نے امام شافعی سے نقل کیا۔

جب یہ امام صاحب کی خدمت میں رخصت ہو کر اپنے وطن بصرہ واپس ہوئے تو امام صاحب نے ان کو نصیحت کی تھی کہ بصرہ میں ہمارے حاسد ومخالف بھی ہیں تم ممتاز مسند درس پر بیٹھ کر یہ نہ کہنے لگنا کہ ابوحنیفہ نے یہ کہا اور وہ کہا ورنہ وہ لوگ تمہیں ذلیل کر کے نکال دیں گے۔ لیکن اپنے کمال وعلم وفضل پر گھمنڈ کر کے انہوں نے امام صاحب کے فرمانے کا کچھ خیال نہ کیا۔ چنانچہ لوگوں نے مخالفت کی، الزامات لگائے، تہمتیں گھڑیں اور بدنام کر کے مسند درس سے ہٹا دیا۔ پھر ان ہی اتہامات پر بنا کر کے (اگرچہ وہ غلط تھے) بعض رجال والوں کو بھی آپ کے بارے میں کلام کرنے کا موقعہ ہاتھ آ گیا اور کچھ لوگ کثرت سے برائیاں سن کر غلط فہمی میں بھی مبتلا ہوئے ہوں گے کیونکہ امام شافعی کا ان کو خیار میں سے قرار دینا اور مدح وتوثیق کرنا دوسروں کے مقابلہ میں راجح ہے خصوصاً جب کہ یہ بھی معلوم ہے کہ

لوگوں نے ان کے خلاف محض تعصب وعناد کی وجہ سے پروپیگنڈا کیا ہے۔

ان کے بعد جب امام زفر بصرہ گئے ہیں تو انہوں نے بڑی حسن تدبیر سے کام لیا اور امام صاحب کے علم وفضل وامامت کا سکہ ساکنین بصرہ کے قلوب پر بٹھادیا۔

(۳۰) امام عبداللہ بن ادریس کوفی رح (ولادت ۱۱۵ھ، م ۱۹۲ھ)

محدث، فقیہ، حجت، صاحب سنت وجماعت، کثیر الحدیث، اصحاب امام وشرکاء تدوین فقہ میں سے ہیں۔ امام اعظم، امام مالک، یحییٰ بن سعید انصاری، اعمش ابن جریج، ثوری، شعبہ کے حدیث میں شاگرد ہیں۔ ابن مبارک اور امام احمد وغیرہ ان کے شاگرد ہیں۔ ابن معین نے فرمایا کہ عبداللہ ہر چیز میں ثقہ تھے۔ ابو حاتم نے کہا کہ حجت تھے۔ ان کی مرویہ احادیث سے استدلال صحیح ہے۔ اور وہ امام تھے ائمہ مسلمین میں سے امام نسائی وعجلی نے ثقہ کہا۔ ابن معد نے ثقہ، مامون کثیر الحدیث کہا۔ صحاح ستہ کے رواۃ میں ہیں۔ ان کی وفات کے وقت صاحبزادی رونے لگیں تو فرمایا مت روؤ میں نے اس گھر میں چار ہزار ختم قرآن مجید کیے ہیں۔ (جواہر والامانی الاحبار)

امام بخاری نے تاریخ میں ذکر کیا کہ امام مالک نے بھی ان عبداللہ بن ادریس سے روایت کی ہے۔ محدث خوارزمی نے لکھا کہ اس طرح وہ امام مالک کے شیخ ہوئے اور امام مالک شیخ شیوخ بخاری ومسلم وامام شافعی واحمد ہیں۔ اس جلالت قدر کے ساتھ امام اعظم سے مسانید میں روایت کرتے ہیں۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔ (جامع المسانید ج ۲ ص ۵۰۸)

(۳۱) امام فضل بن موسیٰ السینانی رح (ولادت ۱۱۵ھ، م ۱۹۲ھ)

مشہور محدث فقیہ حضرت ابن مبارک کے ساتھیوں میں سے امام اعظم کے تلمیذ خاص و شریک تدوین فقہ ہیں۔ ابن مبارک کے برابر عمر وعلم میں سمجھے جاتے تھے۔ حدیث لیث، اعمش، عبداللہ بن ابی سعید بن ابن ہندوغیرہ سے بھی حاصل کی اور امام اعظم کے مسانید میں

امام صاحب سے بکثرت روایت کی ہے۔ اسحاق بن راہویہ، محمود بن غیلان، یحییٰ بن اکثم، علی بن حجر وغیرہ فن حدیث میں ان کے تلمیذ ہیں۔

ان کی کرامت کا مشہور قصہ ہے کہ ان کی علمی شہرت کی وجہ سے کثرت شاگرد جمع ہوئے تو دوسروں کو ان پر حسد ہو گیا اور بدخواہوں نے کسی عورت کو بہکا کر ان پر تہمت رکھوادی وہ اس بات سے ناراض ہو کر سینان سے چلے گئے اور اس علاقہ میں قحط سالی ہو گئی لوگ نادم و پریشان ہو کر ان کے پاس گئے اور واپس آنے کی درخواست کی، انہوں نے کہا پہلے اپنے جھوٹ کا اقرار کرو جب اقرار کر لیا تو فرمایا کہ میں جھوٹوں کے ساتھ رہنے سے معذور ہوں۔ رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً۔ (جواہر مضیہ)

(۳۲) امام علی بن ظبیانؒ (متوفی ۱۹۲ھ)

محدث، فقیہ، عالم و عارف، صاحب ورع و تقویٰ امام اعظمؒ کے تلمیذ و شریک تدوین فقہ تھے ابتداء میں مشرقی بغداد کے قاضی رہے پھر ہارون رشید کے عہد میں قاضی القضاۃ ہو گئے تھے۔ ہمیشہ بوریے پر بیٹھ کر فیصلے دیتے تھے۔ آپ سے کہا گیا کہ ایسا کیوں کرتے ہیں حالانکہ آپ سے پہلے قضاۃ مسند پر بیٹھتے تھے۔ فرمایا ''مجھے شرم آتی ہے کہ میرے سامنے دو مسلمان بھائی تو بوریے پر بیٹھیں اور میں مسند پر بیٹھ کر اجلاس کروں۔''

ابن ماجہ نے آپ سے تخریج کی اور حاکم نے مستدرک میں بھی روایت کی اور صدوق کہا۔ امام صاحب کے ان بارہ اصحاب میں سے تھے جن کی صلاحیت قضا کی طرف امام صاحب نے اشارہ فرمایا تھا یعنی ابو یوسف وغیرہ کے طبقہ میں تھے۔ (جواہر و حدائق)

(۳۳) امام ہشام بن یوسفؒ (م ۱۹۷ھ)

محدث، فقیہ، امام صاحب کے تلمیذ خاص اور اصحاب و شرکاء تدوین فقہ میں سے تھے۔ امام صاحب سے مسانید الامام میں روایت کرتے ہیں۔ بخاری شریف اور سنن اربعہ میں آپ سے تخریج کی گئی ہے۔ آپ نے معمر، ابن جریج، قاسم بن فیاض، ثوری، عبداللہ بن بحیر

بن ریسان وغیرہ سے بھی روایت کی اور آپ سے امام شافعی، علی بن مدینی، ابن معین، اسحاق بن راہویہ وغیرہ نے بھی روایت کی۔ محدث عبدالرزاق (صاحب مصنف مشہور) کا قول ہے کہ اگر تم سے قاضی یعنی ہشام بن یوسف حدیث بیان کریں تو کوئی مضائقہ نہیں کہ کسی اور سے روایت نہ کرو۔ ابو حاتم نے آپ کو ثقہ متقن کہا۔ عجلی نے ثقہ کہا۔ ابن حبان نے بھی آپ کو ثقات میں ذکر کیا۔ امام احمد نے فرمایا کہ عبدالرزاق کا علم ہشام سے زیادہ اوسع ہے۔ اور ہشام ان سے منصف زیادہ ہیں۔ حاکم نے ثقہ مامون کہا۔ خلیلی نے کہا کہ متفق علیہ ثقہ ہیں ان سے تمام ائمہ حدیث نے روایت کی ہے۔ رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً

(تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص ۵۸ و جامع المسانید)

(۳۴) امام شعیب بن اسحاق دمشقیؒ (م ۱۹۸ھ عمر ۷۲ سال)

امام اعظم کے اصحاب و شرکاء تدوین فقہ میں سے بڑے پایہ کے محدث و فقیہ تھے۔ آپ امام اوزاعی، امام شافعی اور ولید بن مسلم کے طبقہ میں تھے۔ امام بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے آپ سے تخریج کی۔ (حدائق)

امام نسائی نے آپ کو امام اعظم کے ثقہ اصحاب میں شمار کیا۔ علامہ ابن حزم نے فقہاء شام میں طبقہ امام اوزاعی وغیرہ میں ذکر کیا۔ امام اعظم، ہشام بن عروہ، اوزاعی، ابن جریج وغیرہ سے حدیث حاصل کی۔ لیث بن سعد وغیرہ نے آپ سے روایت کی۔ مسانید امام اعظم میں امام صاحب سے روایت حدیث کرنے والوں میں ہیں۔

(۳۵) امام ابو عمرو حفص بن عبدالرحمٰن بلخیؒ (م ۱۹۹ھ)

امام اعظم کے اصحاب میں محدث، صدوق، تمام خراسانی تلامذہ امام میں سے افقہ اور شرکاء تدوین فقہ میں سے تھے۔ اسرائیل، حجاج بن ارطاۃ اور ثوری وغیرہ سے روایت کی۔ نیساپور کے قاضی ہوئے لیکن پھر نادم ہو کر قضا کو چھوڑ دیا اور عبادت الٰہی میں مشغول ہوئے۔

ابوداؤد ونسائی نے آپ سے تخریج کی ہے۔

ابوحاتم ونسائی نے آپ کو صدوق کہا۔ ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا۔ حضرت عبداللہ بن مبارک جب نیساپور میں مقیم ہوتے تو آپ کی زیارت وملاقات ان کے معمولات کا جزو ہوتی تھی۔ رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً (جواہر مضیہ وحدائق الحنفیہ)

(۳۶) امام عبدالحمید بن عبدالرحمٰن الکوفی الحمانیؒ (م ۲۰۲ھ)

محدث جلیل القدر، فقیہ عالی مرتبت امام اعظم کے اصحاب وتلامذہ حدیث وفقہ میں سے اور شریک تدوین فقہ تھے۔ امام صاحب کے علاوہ امام اعمش اور ثوری سے بھی حدیث پڑھی۔ امام اعظم سے جامع المسانید میں ان کی روایت ہیں۔

(جواہر مضیہ وجامع المسانید ج۲ ص۵۰۹)

امام بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ کے رجال میں ہیں۔ ابن معین نے ثقہ کہا۔ ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا۔ ابن عدی نے کہا کہ ان سے اور ان کے بیٹے سے حدیث لکھی جاتی ہے۔ (تہذیب)

آپ کے صاحبزادے حافظ کبیر امام یحییٰ بن عبدالحمید الحمانی الکوفی صاحب المسند ہیں۔ (م ۲۲۸ھ) ابوحاتم کہتے ہیں کہ میں نے ان کے بارے میں سید الحفاظ ابن معین سے سوال کیا تو فرمایا ان کے بارے میں کیا بات ہے کیوں پوچھتے ہو۔ پھر اچھی رائے ظاہر کی اور فرمایا کہ اپنی مسند کی چار ہزار حدیث بے تکلف مع سندوں کے زبانی پڑھتے چلے جاتے تھے اور تین ہزار احادیث شریک سے روایت کی ہوئی سنا دیتے تھے۔ (تذکرۃ الحفاظ)

(۳۷) امام حسن بن زیاد لولویؒ (م ۲۰۴ھ)

امام اعظم کے تلامذہ واصحاب وشرکاء تدوین فقہ میں سے بڑے بے دار مغز، فقیہ ودانشمند اور محدث تھے۔ یحییٰ بن آدم کا قول ہے کہ میں نے آپ سے بڑا کوئی فقیہ نہیں دیکھا۔ حتی کہ بعض لوگوں نے امام محمد سے بھی زیادہ فقیہ کہا ہے۔ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

بڑے عامل تھے۔ حدیث میں ہے کہ اپنے غلاموں کو بھی اپنے جیسا پہناؤ تو امام حسن ہمیشہ اپنے غلاموں کو بھی بالکل اپنے ہی جیسے کپڑے پہناتے تھے۔ امام ابو یوسف اور امام زفر نے فقہی مسائل میں رجوع کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ امام ابو یوسف امام زفر سے زیادہ طالبین کے حق میں باحوصلہ ہیں۔

محمد بن سماعہ کا بیان ہے کہ امام حسن بن زیاد فرماتے تھے میں نے ابن جریج سے بارہ ہزار احادیث لکھیں ان سب کی مراد سمجھنے میں فقہاء کی ضرورت ہے۔ سمعانی نے کہا کہ حسن امام ابوحنیفہ کی حدیثی روایات کے بڑے عالم اور خوش خلق تھے۔ شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ حسن فن سوال تفریع مسائل میں سب کے پیشرو تھے۔ جامع المسانید امام اعظم کی ساتویں مسند ان ہی کی تالیف ہے۔

امام بخاری نے تاریخ میں لکھا ہے کہ حسن مولی انصار اور امام ابوحنیفہ سے روایت حدیث کرنے والے ہیں۔ خطیب نے لکھا کہ حفص ابن غیاث کی وفات ۱۷۴ھ میں ہوئی تو ان کی جگہ حسن بن زیاد قاضی بنائے گئے لیکن قضا ان کے موافق نہ آئی۔ امام داؤد طائی نے ان کو کہلا بھیجا۔ تمہارا بھلا ہو قضا موافق نہ آئی۔ مجھے امید ہے کہ خدا نے اس ناموافقت سے تمہارے لیے بڑی خیر کا ارادہ فرمایا ہے مناسب ہے کہ اس سے استعفیٰ دے دو۔ چنانچہ آپ نے استعفیٰ دے دیا اور راحت پائی۔

اس ناموافقت کی تفصیل بھی عجیب ہے۔ سمعانی نے لکھا کہ جب قضاء کے لیے بیٹھتے تو خدا کی شان، اپنا سارا علم بھول جاتے حتی کہ اپنے اصحاب سے مسئلہ پوچھ کر حکم دیتے اور جب اجلاس سے اٹھتے تو تمام علوم مستحضر ہو جاتے۔ چالیس سال تک افتاء کا کام کیا۔ ایک دفعہ کسی مسئلہ میں غلطی ہوگئی مستفتی کے واپس ہو جانے کے بعد احساس ہوا تو سخت پریشان ہوئے کیونکہ اس سے واقف نہ تھے بالآخر منادی کرائی کہ فلاں روز فلاں مسئلہ میں غلطی ہوئی ہے تاکہ وہ شخص آ کر صحیح مسئلہ سمجھ لے۔ رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً (جواہر جامع المسانید و حدائق)

(۳۸) امام مکی بن ابراہیم بلخیؒ (متوفی ۲۱۵ھ)

امام اعظمؒ کے اصحاب و شرکاء تدوین فقہ میں سے جلیل القدر امام حافظ حدیث و فقیہ تھے۔
خطیب نے لکھا کہ آپ سے امام احمد وغیرہ نے روایت کی اور خلاصہ میں ہے کہ امام بخاری، ابن معین، ابن مثنیٰ اور ابن بشار نے آپ سے روایت کی۔ امام بخاری کے کبار شیوخ میں تھے اکثر ثلاثیات ان ہی سے روایت کی ہیں۔

امام اعظمؒ سے مسانید میں آپ نے کثرت سے روایت کی ہے۔ امام بخاری نے لکھا کہ مکی بن ابراہیم نے بہز بن حکیم، عبداللہ بن سعید بن ابی ہند اور ہشام بن حسان سے حدیث سنی۔ (جامع المسانید) امام اعظم سے حدیث سننے کا ذکر نہیں کیا حالانکہ مسانید کے رواۃ میں سے ہیں۔ اصحاب صحاح ستہ نے آپ سے تخریج کی۔ رحمہم اللہ کلھم اجمعین رحمۃ واسعۃ الی ابد الآباد۔ آمین

(۳۹) امام حماد بن دلیل قاضی المدائنؒ

امام، فقیہ، محدث، صدوق تھے، امام اعظم ان کے ان بارہ اصحاب میں سے ہیں جن کے بارے میں آپ نے فرمایا تھا کہ قضاء کی صلاحیت رکھتے ہیں اور سب ہی قضا کے اعلیٰ عہدوں پر فائز بھی ہوئے جو ان حماد کے علاوہ ہیں، وہ یہ ہیں۔

قاضی ابو یوسف، قاضی اسد بن عمرو البجلی، قاضی حسن بن زیاد، قاضی نوح بن ابی مریم، قاضی نوح بن دراج، قاضی عافیہ، قاضی علی بن ظبیان، قاضی علی بن حرملہ، قاضی قاسم بن معن، قاضی یحییٰ بن ابی زائدہ

آپ کی کنیت ابو زید تھی صغار تبع تابعین میں سے تھے حدیث میں امام اعظم، سفیان ثوری اور حسن بن عمارہ وغیرہ کی شاگردی کی فقہ میں تخصص امام صاحب کی وجہ سے حاصل ہوا۔ جب کوئی شخص حضرت فضیل بن عیاض سے مسئلہ پوچھتا تو وہ فرماتے کہ ابو زید سے

دریافت کرو۔ محدث محمد بن ابی الحواری، اسحاق بن عیسیٰ الطباع اور اسد بن موسیٰ وغیرہ نے ان سے روایت حدیث کی۔

ابن حبان نے ان کو ثقات میں ذکر کیا۔ مزی نے تہذیب میں امام یحیٰ سے بھی توثیق ذکر کی۔ امام ابوداؤد نے فرمایا کہ ان سے روایت درست ہے اور اپنی سنن میں ان سے روایت بھی کی۔ محمد بن عبداللہ موصلی نے بھی ان کو ثقات میں گنایا۔ ایک مدت تک مدائن کے قاضی رہے۔ رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً (جواہر مضیہ وحدائق حنفیہ)

(۴۰) امام عمرو بن میمون بلخی حنفیؒ (م ۱۷۱ھ)

محدث، فقیہ، صاحب علم وفہم وورع تھے بغداد آکر امام اعظم کی خدمت میں رہے۔ فقہ وحدیث ان سے حاصل کی۔ امام یحیٰ بن معین نے توثیق کی۔ بیس سال تک بلخ کے قاضی رہے۔ آپ کے صاحبزادے عبداللہ بن عمرو قاضی نیشاپور نے روایت حدیث کی۔ امام ترمذی کے شیوخ میں سے ہیں۔ جامع ترمذی میں روایت موجود ہے۔ علامہ مزی نے تہذیب الکمال میں آپ کا ذکر کیا ہے۔ شریک مجلس تدوین تھے۔ رحمہ اللہ (جواہر وحدائق)

تصانیف امام اعظم ابوحنیفہؒ

درس وتدریس تدوین فقہ اور دیگر علمی بیشمار مصروفیات کے باوجود آپ کا تصنیف وتالیف سے بھی شغف رہا ہے۔امام صاحب کی طرف بہت سی تصنیفات منسوب ہیں۔مورخین نے آپ کی تصانیف کا ذکر اپنی کتابوں میں کیا ہے۔ ہماری معلومات کے مطابق اب تک آپ کی کتابوں کے جونام سامنے آئے ہیں وہ ہم یہاں پر نقل کرتے ہیں۔

(۱) کتاب الرائے

اس کا ذکر ابن ابی العوام المتوفی ۳۳۵ھ نے اپنی کتاب فضائل ابی حنیفہ میں کیا ہے۔

(۲) کتاب اختلاف الصحابہ

اس کا ذکر ابوعاصم العامری ومسعود بن شیبہ دونوں نے کیا ہے۔

(۳) کتاب الجامع

اس کا ذکر العباس بن مصعب نے اپنی کتاب تاریخ مرو میں کیا ہے۔

(۴) کتاب السیر

آپ کی یہ کتاب بہت مشہور ہے اس کی شہرت کی وجہ آپ کے شاگردِ رشید امام ابویوسف المتوفی ۱۸۲ھ کی اس موضوع پر مشہور کتاب الرد علی سیر الاوزاعی ہے آپ کے ہم عصر فقیہہ امام الاوزاعی نے آپ کی اس کتاب کا ردّ لکھا تھا اس کے جواب میں امام ابویوسف نے آپ کے دفاع میں الرد علی سیر الاوزاعی لکھی تھی۔

(۵) الفقہ الاکبر

(۶) الفقہ الابسط

(۷) کتاب العالم والمتعلم

(۸) کتاب الرد علی القدریہ

(۹) رسالۃ الامام الی عثمان البتی فی الارجاء

(۱۰) کتاب المفقود

(۱۱) کتاب الرہن

(۱۲) کتاب الفرائض

(۱۳) کتاب الشروط

(۱۴) کتاب المجرد

(۱۵) کتاب الآثار

تفصیل آگے آرہی ہے۔

(۱۶) مکاتیب

یہ آپ کے چند خطوط ہیں جو آپ نے اپنے بعض احباب کو لکھے تھے۔ ان مکاتیب میں بعض ایسے ہیں جن میں آپ نے کسی کو کوئی وصیت فرمائی تھی۔ اس وجہ سے بعض مؤرخین نے ان کو وصیت کے نام سے ذکر کیا۔ بعض نے وصایا امام الاعظم کے نام سے مگر اصل میں یہ آپ کے خطوط کا مجموعہ ہے۔ بعض لوگوں نے ان سب خطوط کو الگ الگ کر کے بھی شائع کیا ہے۔

لیکن اس وقت تک ان میں سے جو چیزیں ہمارے سامنے آئی ہیں وہ صرف (۱) فقہ اکبر، فقہ ابسط (۲) العالم والمتعلم، (۳) وصایا امام الاعظم (۴) رسالہ امام ابی عثمان البتی فی ارجاء (۵) کتاب الآثار ہیں۔ باقی کتب کا کچھ علم نہیں۔ امام صاحب کے زمانہ کی ہزاروں کتابوں کے نام کتب تراجم میں ملتے ہیں جو اس وقت کہیں موجود نہیں ہیں۔ یہ کتابیں بھی امام صاحب کی وفات کے کئی صدیوں بعد منظر عام پر آئی ہیں۔ ممکن ہے کہ ان کی طرح یہ مخفی علمی خزانے امام صاحب کے اور کسی وقت ظاہر ہوں۔ سیرۃ النعمان ص ۱۰۰ میں لکھا ہے کہ امام رازی نے مناقب الشافعی میں لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ کی کوئی تصنیف باقی نہیں رہی۔ غالباً امام

رازی کے زمانہ میں فقہ اکبر وغیرہ بھی نمایاں نہ ہوئی ہوگی۔ اس لیے امام رازی نے یہ بات کہی ہے۔ ان کتب کے علاوہ آپ کے بعض سوانح نگاروں اور دیگر مورخین نے آپ کے ایک مسائل فقہ کے مجموعہ کا ذکر بھی کیا ہے۔ یہ مجموعہ فقہ ضرور آپ نے مرتب کروایا ہوگا کیوں کہ اس کا ذکر اکثر مورخین فرماتے ہیں۔ اور یہ مجموعہ آپ کے شاگردوں نے مرتب کیا تھا۔ جیسا کہ امام ابو یوسف کے نام سے ایک کتاب مشہور ہے جسے امالی ابی یوسف کہتے ہیں:

کچھ مورخین کا خیال ہے کہ یہ مجموعہ فقہ یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدہ لکھا کرتے تھے۔

(تذکرۃ الحفاظ)

یہ بھی روایت ملتی ہے کہ یہ مجموعہ اسد بن عمرو نے جمع کیا تھا۔ چنانچہ علامہ شبلی نعمانی سیرۃ النعمان ص ۲۵۶ مطبوعہ سنگ میل پبلی کیشنز لاہور میں اسد بن عمرو کے حالات میں لکھتے ہیں:

یہ پہلے شخص ہیں جن کو امام ابو حنیفہ کی مجلس تصنیف میں تحریر کا کام سپرد ہوا۔ علامہ شبلی نعمانی مزید لکھتے ہیں: اس سے انکار نہیں ہوسکتا کہ امام صاحب کی زندگی میں ایک مجموعہ فقہ مرتب ہوگیا تھا جس کے حوالے عقود الجمان وغیرہ میں جابجا ملتے ہیں۔ لیکن قیاس غالب یہ ہے کہ وہ نسخہ معدوم ہوگیا ہے۔

علامہ شبلی نعمانی ہی سیرۃ النعمان ص ۲۵۷ میں عافیہ بن یزید کے حالات میں تحریر فرماتے ہیں:

یہ وہی بزرگ ہیں جن کی نسبت امام ابو حنیفہ مجلس تصنیف میں فرمایا کرتے تھے کہ جب تک عافیہ نہ آ چکیں کسی مسئلہ کو قلمبند نہ کرو۔

ان حوالہ جات سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ضرور کوئی مجموعہ فقہ تھا جو امام صاحب کی نگرانی میں مرتب کیا جاتا تھا۔ مگر وہ بعد میں ضائع ہوگیا ہوگا۔ اور اوپر جو کتابوں کے نام ذکر کیے گئے ہیں میری (مشتاق) ذاتی رائے یہ ہے کہ اس ہی مجموعہ فقہ کے مختلف مضامین ہیں۔ جو ہر مسئلہ کے حساب سے کتاب کے عنوان سے مشہور ہوگئے یا آپ کے مختلف شاگردوں نے ان کو مرتب فرمایا اور اپنے استاذ کے نام سے ان کو جمع کرتے رہے۔ بعد میں وہ امام

صاحب کے نام سے مشہور ہو گئے یا افادات زیادہ تر آپ کے ہی ہوں گے۔ اس لیے آپ کی طرف منسوب کیے گئے۔ (نوٹ امام صاحب کے حوالہ سے مختلف کتابوں کے ورق گردانی کرنے کے بعد میں جس نتیجہ پر پہنچا ہوں وہ میں نے تحریر کر دیا ہے۔

تنبیہ:

کتاب الحیل امام ابوحنیفہؒ کی کتاب نہیں ہے۔

ابوزہرہؒ مصری لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہؒ اور کتاب الحیل:

بعض لوگوں کا دعویٰ ہے کہ کتاب الحیل کے نام سے آپ کی ایک کتاب بھی تھی جن لوگوں کو شرعی احکام اور فقہی پابندیوں سے نجات دلانے کے لیے مسائل تحریر کیے تھے۔ چنانچہ مروی ہے کہ عبداللہ بن مبارکؒ نے فرمایا: ''جس کے پاس ابوحنیفہؒ کی ''کتاب الحیل'' ہو اور وہ اسے استعمال کرتا اور اس کے مطابق فتویٰ دیتا ہو تو اس کا حج باطل ہے اور اس کی بیوی اس سے جدا ہو جائے گی۔'' ایک روایت یہ بھی منقول ہے ''من نظر فی کتاب الحیل لابی حنیفة احل ما حرم اللّٰہ وحرم ما احل اللّٰہ'' (جس نے ابوحنیفہؒ کی کتاب الحیل کو دیکھا تو اس نے خدا کے محرمات کو حلال کر دیا اور حلال کو حرام قرار دیا۔)

لیکن آج تک اس کتاب کا پتہ نہ چل سکا تاکہ مطالعہ کر کے معلوم کیا جا سکتا کہ اس میں حیلہ جات کی حدود کیا مقرر ہیں؟ کیا ان حیلوں سے آپ کا منشا بعض مذہبی قیود کی تنگ دامانی میں وسعت پیدا کرنا اور شرعی دائرہ میں محدود رہ کر احکام کی تخریج کرنا تھا تاکہ دینی احکام میں سہولت پیدا ہو اور دین میں تنگی و دشواری کا شائبہ نہ رہے۔ یا اس کے برعکس آپ یہ چاہتے تھے کہ دین کے خلاف بغاوت کی جائے، شرعی احکام سے فرار کا باب وا کیا جائے اور شرعی واجبات کو دنیا میں ادا کیے بغیر انہیں ساقط کر دیا جائے؟

بہر کیف ہمیں ''کتاب الحیل'' دستیاب نہیں ہو سکی۔ لہٰذا اصلی ماخذ کے مفقود ہونے سے

آپ کے اختیار کردہ حیلہ جات کا کوئی قابل اعتماد مصدر معلوم نہ ہو سکا۔ ''کتاب الحیل'' کے عدم وجود نیز اس حقیقت کے پیش نظر کہ آپ نے فقہ میں کوئی کتاب تصنیف نہیں کی۔ بلکہ آپ کے تلامذہ آپ کے زیر سر پرستی فقہی مسائل مدون کرتے تھے۔ ہم اس خیال کو ترجیح دیتے ہیں کہ آپ نے ایسی کوئی کتاب تصنیف نہیں فرمائی۔ اس نظریہ کو مزید تقویت اس امر سے پہنچتی ہے جس سے کتاب الحیل کی تصنیف کا دعویٰ ساقط از اعتبار ہو جاتا ہے۔ اس قول کے راوی عبداللہ بن مبارکؒ امام ابوحنیفہؒ کے ان تلامذہ میں سے تھے جو آپ کی انتہائی قدر کرتے تھے وہ عبداللہ بن مبارکؒ ہی تھے جنہوں نے امام اوزاعیؒ کو ملک شام میں امام ابوحنیفہؒ کے فقہی پایہ اور آپ کے نظریات کی قدر و قیمت سے آگاہ کیا اور مکہ کے دار الخیاطین میں ان کی ملاقات اور مناظرہ کی تمہید ڈالی۔ جیسا کہ ہم قبل ازیں بیان کر چکے ہیں۔ لہٰذا یہ بات کسی طرح قرین عقل و دانش نہیں کہ جس شخص کے نزدیک آپ کا مرتبہ اتنا بلند ہو کہ ''خلاصۂ علم'' کے لقب سے ملقب کریں۔ پھر اس کے بعد یہ بھی کہیں ''جو شخص امام ابوحنیفہؒ کی کتاب الحیل کو دیکھے گا وہ حلال کو حرام اور حرام کو حلال قرار دینے کا مرتکب ہوگا۔''

جب معاملہ یوں ہے تو اس قول کی نسبت امام عبداللہ بن مبارکؒ کی جانب درست نہیں۔ اور اس سے یہ دعویٰ پایہ اعتماد سے ساقط ہو جاتا ہے کہ آپ نے کتاب الحیل نامی کتاب تصنیف کی تھی۔ کیونکہ یہ دعویٰ اسی روایت کی اساس پر مبنی تھا اور امام عبداللہ بن مبارکؒ کے ثابت شدہ اقوال سے اس کا بے بنیاد ہونا ثابت ہو چکا ہے۔

☆......☆......☆

الفقہ الاکبر

علم عقائد وکلام میں ایک نہایت مختصر اور جامع کتاب جس کا نام فقہ اکبر ہے، حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف و تالیف ہے، چنانچہ بہت سے ائمہ اسلام رحمۃ اللہ علیہم نے اس کو امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہی کی تالیف تسلیم کیا اور بتلایا ہے۔ مثلاً (۱) الحکم بن عبداللہ البلخی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۹۹ھ) راوی فقہ اکبر، (۲) امام اسحاق بن محمد الحکیم السمر قندی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۳۴۲ھ جو امام ابومنصور ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۳۳۳ھ) کے تلمیذ تھے اور ان کی شرح کو بقول مولانا شبلی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۳۲ھ) علامہ ابوالبقاء احمدی رحمۃ اللہ علیہ نے ۹۱۸ھ میں نظم کیا تھا) (امام فخر الاسلام علی بن محمد البزدوی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۴۸۲ھ)، (۴) امام محیی الدین محمد بن بہاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ، (۵) مولیٰ الیاس بن ابراہیم السینوبی رحمۃ اللہ علیہ، (۶) احمد بن محمد المغنیساری رحمۃ اللہ علیہ، (۷) شیخ اکمل الدین بابرتی رحمۃ اللہ علیہ (علامہ ابوالمنتہی رحمۃ اللہ علیہ)، (۹) شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ، (۱۰) حافظ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ، (۱۱) علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ، (۱۲) امام کردری رحمۃ اللہ علیہ، (۱۳) ملا علی القاری رحمۃ اللہ علیہ، (۱۴) علامہ عبدالعلی بحر العلوم رحمۃ اللہ علیہ، (۱۵) ملا کاتب چلپی صاحبِ کشف الظنون، (۱۶) علامہ عبدالقادر القرشی رحمۃ اللہ علیہ، (۱۷) صدر الشریعہ عبید اللہ بن مسعود رحمۃ اللہ علیہ، (۱۸) حافظ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ، (۱۹) علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ، (۲۰) مولانا عبدالحیٔ لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ، (۲۱) مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ وغیرہ۔

یہ سب حضرات اس کو تسلیم کرتے ہیں کہ فقہ اکبر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ہے۔ بریلوی حضرات کے مسلّم عالم مولوی احمد رضا خان صاحب (المتوفی ۱۳۴۰ھ) بھی تسلیم کرتے ہیں کہ فقہ اکبر امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ ہی کی تالیف ہے۔ (دیکھئے کوکب الشہابیہ ص ۱۶، ص ۶۴ وغیرہ)

امام کردری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر تو یہ اعتراض کرے کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تو کوئی تصنیف ہی نہیں تو میں یہ کہوں گا کہ یہ اعتراض اور کلام معتزلہ کا ہے ان کا دعویٰ یہ ہے کہ امام صاحب کی علم کلام میں کوئی تصنیف نہیں اور اس سے ان کا مقصد یہ ہے کہ فقہ اکبر اور کتاب العالم والمتعلم امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نہیں چونکہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فقہ اکبر میں اہل السنت والجماعت کے اکثر عقائد نقل کیے ہیں اور معتزلہ کا یہ (بے بنیاد) دعویٰ ہے کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ معتزلی تھے (معاذ اللہ) اور کتاب فقہ اکبر معتزلہ کے خیال میں ابوحنیفہ بخاری کی ہے لیکن ان کا یہ نظریہ بالکل صریح طور پر غلط ہے کیوں کہ میں نے علامہ مولانا شمس الملۃ والدین الکردری براتقینی العمادی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ مبارک سے لکھی ہوئی تحریر پڑھی ہے۔ انہوں نے تصریح کی ہے کہ یہ دونوں کتابیں امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ہیں پھر آگے ارشاد فرمایا کہ

تواطا علیٰ ذٰلک جماعۃ کثیرۃ من المشائخ انتھٰی

(ذیل الجواہر ج۲ ص ٤٦١)

''اسی پر مشائخ کی ایک بہت بڑی جماعت متفق ہے۔''

نظر بہ ظاہر ان ہی قسم کے لوگوں سے متاثر ہو کر علامہ شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے لکھا ہے کہ فقہ اکبر امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف نہیں ہے اور اس پر برائے نام دلائل اور اپنے خیالات کا انہوں نے اظہار بھی کیا ہے مگر تاریخی اور تحقیقی لحاظ سے ان کی کوئی دلیل قوی نہیں ہے۔ مثلاً ایک یہ ہے کہ ''فقہ اکبر'' کے راوی ابو مطیع رحمۃ اللہ علیہ پر محدثین نے کڑی جرح کی ہے، لہٰذا اس کا اعتبار نہیں اور نیز صاحب الفقہ الاکبر کا متبادر معنی یہ ہے کہ وہ ابو مطیع رحمۃ اللہ علیہ ہی کی تالیف ہو مگر یہ دلیل اپنے اندر کوئی وزن نہیں رکھتی۔ بلاشک اکثر محدثین رحمۃ اللہ علیہ نے ان پر جرح کی ہے مگر ان کا مرکزی نقطہ ہی صرف یہ ہے کہ وہ جہمیہ اور مرجئہ کے عقیدہ پر تھے۔ کتب اسماء الرجال میں اس کی تصریح موجود ہے۔ مگر کیا یہ نسبت ان کی طرف صحیح بھی ہے؟ اور اگر صحیح ہے تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ وہ کس معنی میں مرجئہ تھے؟ اور کیا اس معنی کے مرجئہ ہونے سے کوئی زد

آتی ہے؟ اور کیا خود امام اعظم رحمہ اللہ کو مرجئہ فرقہ میں سے ہونے کا بلا وجہ الزام نہیں دیا گیا؟ اور اگر اس وجہ سے روایت مردود ہوتی ہے تو ہم صحیحین میں ایسی بہت سی روایات کی نشاندہی کر سکتے ہیں جن کے رواۃ مرجئہ وغیرہ فرقوں سے متعلق تھے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ، امام ابو مطیع رحمہ اللہ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

كان بصيرًا بالرّأى علامة كبير الشان و كان ابن المبارك يعظمه ويجله لدينه وعمله (لسان الميزان ج٢ ص٣٣٤)

''وہ صاحبِ بصیرت فقیہ علامہ اور بڑی شان کے مالک تھے اور امام ابن مبارک ان کے دین اور علم کی بدولت ان کی تعظیم وتوقیر کیا کرتے تھے۔''

اور علامہ ذہبی رحمہ اللہ ان کو الفقیہ کے لفظ سے یاد کرتے ہیں (عبر فی اخبار من غبر)

اور علامہ عبدالقادر القرشی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

راوی كتاب الفقه الاكبر عن ابی حنيفة (الجواهر المضيه ج٢ ص٢٦٥)

''امام ابو مطیع رحمہ اللہ نے کتاب فقہ الاکبر حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے روایت کی ہے۔''

غرضیکہ یہ کتاب ابو مطیع رحمہ اللہ کی نہیں بلکہ امام صاحب رحمہ اللہ ہی کی تالیف ہے۔ امام ابو مطیع رحمہ اللہ تو صرف اس کتاب کے راوی ہیں۔

مولانا شبلی رحمہ اللہ نے ایک دلیل یہ بھی پیش کی ہے کہ جس ترتیب اور اختصار سے یہ کتاب لکھی گئی ہے وہ متاخرین کا خاص انداز ہے۔ لیکن اس دلیل میں بھی کوئی جان نہیں۔ کیوں کہ امام طحاوی رحمہ اللہ (المتوفی ۳۲۱ھ) جو دو واسطوں سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں اور متقدمین میں شامل ہیں ان کی کتاب عقیدۃ الطحاوی بھی آخر بڑی مختصر اور خاص ترتیب سے لکھی ہوئی ہے، لہٰذا اس کا بھی انکار کر دینا چاہیے۔ علاوہ ازیں حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ (المتوفی ۱۸۲ھ) اور امام محمد رحمہ اللہ (المتوفی ۱۸۹ھ جو امام صاحب رحمہ اللہ کے بلا واسطہ شاگرد ہیں، ان کی کتابوں میں جو ترتیب یا اختصار ہے وہ فقہ اکبر سے چنداں متفاوت اور نمایاں

نہیں ہے۔

مولانا شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دلیل یہ بھی ذکر کی ہے کہ فقہ اکبر میں ایک جگہ جوہر اور عرض کا لفظ آیا ہے، حالانکہ فلسفیانہ الفاظ اس وقت زبان میں داخل نہیں ہوئے تھے، بے شبہ منصور عباسی کے زمانہ میں فلسفہ کی کتابیں یونانی زبان سے عربی میں ترجمہ کی گئی تھیں لیکن یہ زمانہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی آخر زندگی کا زمانہ تھا۔ مگر مولانا کی یہ دلیل بھی نہایت ہی کمزور ہے، کیوں کہ جس شخصیت کو اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی حافظہ اور قوتِ یاداشت اور فہم و ذکاء عطا فرمائی ہو اور جو ہستی مختلف ممالک کے ہزاروں اساتذہ سے استفادہ کر چکی ہو اور جس کے یونان اور ایران سے آئے ہوئے غیر ملکی بیسیوں شاگرد ہوں اور جن کے بارہا باطل فرقوں سے مناظرات بھی ہو چکے ہوں۔ ان کے لیے جوہر و عرض کے ایک دو لفظ یاد کر لینا اور ان کو معلوم کر لینا اور کتاب میں درج کر دینا کون سی انوکھی بات ہے؟ جب کہ اغلب یہی ہے کہ ان کا مطمع نظر ہی ان الفاظ سے فلاسفہ یا ان کے کاسہ لیسوں کی تردید ہی ہے۔ عام یونانی فلسفہ کی اصطلاحات کا تو ذکر ہی کیا آخر علامہ ابن خلدون رحمۃ اللہ علیہ ہی نے ذکر کیا ہے کہ پوری اقلیدس کا ترجمہ ابوجعفر منصور کے عہد میں ہو چکا تھا۔ (مقدمہ ص ۴۸۶) جب خالص یونانی طرز اور فن کی کتاب کا ترجمہ عہد منصوری میں ہو چکا تھا تو بعض بعض علمی اصطلاحات کا علم ابتدائی دور میں کون سی نرالی بات ہے جب کہ سینکڑوں فلسفی اور یونانی جاہ و مال کے حاصل کرنے کے لیے کئی دفعہ اسلامی دار الخلافہ کا طواف کر چکے ہوں گے۔ مولانا نے یہ بھی لکھا ہے کہ صحائف، شراح مقاصد، شرح مواقف اور ملل ونحل وغیرہ عقائد کی کتابوں میں فقہ اکبر کا ذکر نہیں ہوا۔ لیکن اس دلیل میں بھی کوئی قوت نہیں ہے کیوں کہ عدم ذکر سے عدم شے کیسے ثابت ہو سکتا ہے؟ آخر ان میں سے بیشتر کتابوں میں عقیدۃ الطحاوی کا ذکر بھی تو نہیں ہے تو کیا اس کے وجود ہی کا انکار کر دیا جائے گا؟

امام بزدوی الحنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

العلم نوعان علم التوحید والصفات وعلم الشرائع والاحکام والاصل فی النوع الاول هو التمسك بالكتاب والسنة ومجانبة الهواء والبدعة ولزوم طریق السنة والجماعة الذی کان علیه الصحابة رضی الله عنهم والتابعون ومضی علیه الصالحون وهو الذی کان علیه ادرکنا مشائخنا وکان علی ذلك سلفنا اعنی ابا حنیفة وابا یوسف ومحمدًا وعامة اصحابهم رحمهم الله تعالی وقد صنف ابو حنیفة رضی الله تعالی عنه فی ذلك کتاب الفقه الاکبر وذکر فیه اثبات الصفات واثبات تقدیر الخیر و الشر من الله تعالی وان ذلك کله بمشیته واثبت الاستطاعة مع الفعل وان افعال العباد مخلوقة بخلق الله تعالی ایاها کلها ورد القول بالاصلح.

(اصول البزدوی الموسوم به کنز الوصول الی معرفة الاصول ص۳ طبع جاوید پریس کراچی)

''علم کی دو قسمیں ہیں ایک علم توحید وصفات اور دوسرا علم شرائع اور احکام اور پہلی نوع میں اصل یہ ہے کہ کتاب وسنت سے تمسک کیا جائے اور خواہش (نفسانی) اور بدعت سے کنارہ کشی کی جائے اور اہل السنّت والجماعۃ کا طریقہ لازم پکڑا جائے جس پر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ تھے اور اسی پر سلف صالحین رحمہم اللہ تھے اور یہی وہ چیز ہے جس پر ہم نے اپنے اکابر کو پایا ہے اور اسی پر ہمارے اسلاف تھے یعنی حضرت امام ابوحنیفہ، حضرت امام ابو یوسف اور حضرت امام محمد رحمہم اللہ اور ان کے اکثر اصحاب سب پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو اور بلا شبہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اس میں الفقہ الاکبر نامی کتاب لکھی ہے اور اس میں انہوں نے صفات (خداوندی) کا اثبات کیا ہے اور اس میں انہوں نے یہ بھی ثابت کیا ہے کہ خیر وشر (بھلی بری) تقدیر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ہوتا

ہے اور انہوں نے یہ بھی ثابت کیا ہے کہ استطاعت فعل کے ساتھ ہوتی ہے اور یہ بھی انہوں نے اس میں ثابت کیا ہے کہ بندوں کے افعال سب کے سب اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے اور معتزلہ کا اصلح والا قول بھی انہوں نے رد کیا ہے۔ (یعنی یہ کہ جو چیز بندوں کے حق میں اصلح ہے وہ اللہ تعالیٰ پر واجب ہے کیوں کہ وجوب کے قول کے بعد اللہ تعالیٰ فاعل مختار نہیں رہتا۔ (معاذ اللہ)

مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ فقہ اکبر کی تمام شرحیں آٹھویں صدی کے بعد کی ہیں، مگر یہ دلیل بھی بالکل نکمی ہے، اس لیے خود مولانا رحمۃ اللہ علیہ اس کو تسلیم کرتے ہیں کہ فقہ اکبر کے ایک شارح اسحاق بن محمد عبدالحکیم بھی ہیں اور ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ ان کی وفات ۳۴۲ھ کو ہوئی تھی۔ (دیکھئے فوائد بھیہ ص ٤٤ وغیرہ)

الحاصل مولانا شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے جتنے دلائل بھی اس پر پیش کیے ہیں کہ فقہ اکبر امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف نہیں ہے سب کے سب کمزور اور ضعیف ہیں یہی وجہ ہے کہ مولانا خود ان سے مطمئن نہیں ہیں اور صاف ارقام فرماتے ہیں کہ

''ہم نے اس بحث میں اپنی رائے اور قیاسات کو بہت دخل دیا ہے، لیکن تمام واقعات بھی (جنہیں ایک بھی ثبوت مدعی کے لیے دلیل نہیں بن سکتا، صفدر) لکھ دیئے ہیں ناظرین کو ہم اپنی رائے کے قبول کرنے پر مجبور نہیں کرتے۔'' (سیرت النعمان حصہ اول ص ۷۵)

واقعی یہ تمام خیالات اور قیاسات صرف مولانا کی ذات ہی تک محدود ہیں، کیوں کہ تاریخی دلائل اور شواہد، قرائن اور واقعات ان کا سراسر انکار کرتے ہیں۔ خذ ما صفا ودع ما کدر

غرضیکہ فقہ اکبر حضرت امام حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہی کی تصنیف ہے۔ لَا رَیْبَ فِیْہِ

(ماخوذ مقدمہ البیان الازہر ترجمہ الفقہ الاکبر مطبوعہ ادارہ نشر و اشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ سن اشاعت ۱۹۸۷)

تعارف مسانیدِ امامِ اعظم

حضرت مولانا محمد عبدالرشید نعمانیؒ لکھتے ہیں:

امام ابواعظم ابوحنیفہؒ کو علم حدیث میں جو رتبہ حاصل ہے۔اس کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ جس کثرت سے ان کی مسندیں لکھی گئیں کسی کی نہیں لکھی گئیں۔ مسلمانوں میں روایت حدیث کو جو ترقی ہوئی، دنیا میں اس کی نظیر موجود نہیں۔ صحاح، سنن، مستخرجات، جوامع، مسانید، معاجیم، اجزاء، طرق، وغیرہ مختلف عنوانات قائم ہوئے اور ہر عنوان کے تحت اس کثرت سے کتابیں لکھی گئیں کہ ان کا شمار بھی مشکل ہے۔ لیکن خاص کسی ایک شخص کی روایات کو ایک مستقل مجموعہ میں علیحدہ قلمبند کرنے کا رواج زیادہ نہیں ہوسکا۔ محدثین اور حفاظ میں بہت کم ایسے خوش قسمت ہیں کہ جن کی حدیثیں مستقل تصانیف میں جداگانہ مدون کی گئیں۔ جہاں تک ہم کو معلوم ہے۔ صرف امام ابوحنیفہ (رحمہ اللہ) ایک ایسے شخص ہیں جن کی احادیث وروایات کے ساتھ معمول سے زیادہ ہی اعتنا کیا گیا۔ نہایت کثرت سے ان کی مسندیں لکھی گئیں۔ اوران ائمہ وقت اور حفاظ حدیث نے لکھیں جو خود اس قابل تھے کہ ان کی مسندیں لکھی جاتیں۔ اس خصوصیت میں اگر کوئی شخص امام ابوحنیفہ (رحمہ اللہ) کا ہمسر ہوسکتا ہے تو صرف امام مالک (رحمہ اللہ) ہیں۔

امام ابوحنیفہ (رحمہ اللہ) کی احادیث وروایت کو جن محدثین نے مستقل طور پر علیحدہ تصنیفات میں مدون کیا۔ ان میں سے جن حضرات کے متعلق ہم تحقیق کر سکے۔ حسب ذیل ہیں۔

(واضح رہے کہ یہ سب مسندیں کتاب الآثار کے علاوہ ہیں جو علم حدیث میں امام ابوحنیفہ کی مشہور تصنیف ہے۔ اس کتاب کا علم حدیث میں کیا پایہ ہے اور اس کے راوی کس شان کے ائمہ ہیں۔ اور اس کے نسخے کن حضرات سے مروی ہیں ان سب امور پر ہم مقدمہ کتاب الآثار میں تفصیل سے بحث کر چکے ہیں جو ابھی حال میں کتاب الآثار مترجم کے ساتھ محمد سعید اینڈ سنز نے شائع کیا ہے۔)

(۱) مسند ابی حنیفہ حافظ محمد بن مخلد بن حفص دوری:

ان کی کنیت ابوعبداللہ ہے اور عطاء کی نسبت سے شہرت ہے دور بغداد کے آخری سرے پر شرقی جانب میں شہر کے بالائی مقام پر ایک محلّہ تھا۔ یہ اسی کی طرف منسوب ہیں۔ ۲۳۳ھ میں پیدا ہوئے اور جمادی الآخرہ ۳۳۱ھ میں اٹھانوے سال کی عمر میں وفات پائی۔ فن حدیث کی تحصیل یعقوبؒ دورقی، زبیر بنؒ بکار، حسن بن عرفہ اور امام مسلم بن حجاج وغیرہ سے کی اور ان سے دار قطنیؒ، ابن عقدہ اور ابن المظفرؒ جیسے اکابر حفاظ نے اس فن کو حاصل کیا۔ حافظ ذہبیؒ نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا تذکرہ ان لفظوں میں شروع کیا ہے۔ الامام المفید الثقة مسند بغداد آگے چل کر لکھتے ہیں:

كان معروفا بالثقة والصلاح والاجتهاد بالطلب۔

یہ ثقاہت میں، نیکی میں اور طلب حدیث کیلئے جدوجہد کرنے میں مشہور ہیں۔

محدث دار قطنی سے ایک بار ان کے بارے میں سوال ہوا فرمانے لگے ثقة مامون،

تذکرۃ الحفاظ میں ان کے والد کا نام مخلد کی بجائے احمد غلط چھپ گیا ہے۔ اس کی تصحیح کر لی جائے۔ حافظ ابن الجوزی کی المنتظم فی تاریخ الملوک والامم اور یاقوت حموی کی معجم البلدان اور رجال کی دوسری کتابوں میں ان کے والد کا نام مخلد ہی مذکور ہے۔ حافظ ابن مخلد نے امام ابوحنیفہ کی روایات کو ایک مستقل تالیف میں علیحدہ جمع کیا ہے جس کا ذکر محدث خطیب بغدادی کی تاریخ بغداد میں متعدد جگہ آیا ہے۔ چنانچہ محمد بن الحسن بن الوازع ابوداؤد الجمال کے تذکرہ میں لکھتے ہیں کہ:

روى عنه محمد بن مخلد الدورى فى جمعه حديث ابى حنيفة

(تاریخ بغداد ج ۲: ص ۱۸۸ طبع مصر)

ان سے محمد بن مخلد دوری نے اپنی کتاب ''جمع حدیث ابی حنیفہ'' میں روایت کی ہے۔

(۲) مسند ابی حنیفہ حافظ عصر ابن عقدہ:

ابوالعباس احمد بن محمد بنؒ سعید الکوفی، عقدہؒ ان کے والد کا لقب تھا جو ایک نہایت صالح

شخص تھے اور نحو کی تعلیم یاد کرتے تھے۔ حافظ ذہبی نے ان کا تذکرہ ان الفاظ میں شروع کیا ہے۔ **ابن عقدة حافظ العصر والمحدث البحر** پھر ان کی حالات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

اليه المنتهى فى قوة الحفظ و كثرة الحديث و صنف و جمع و الف فى الابواب والتراجم۔

قوت حافظہ اور کثرت حدیث کی ان پر انتہا ہوگئی۔ انہوں نے ابواب وتراجم دونوں عنوانوں کے تحت تصنیف وتالیف کی اور حدیثیں جمع کیں۔

حافظ ابن الجوزی، المنتظم میں لکھتے ہیں کہ:

''یہ خود اکابر حفاظ میں سے تھے۔ اور ان سے اکابر حفاظ ابوبکر بن الجعابی، عبداللہ بن عدی، طبرانی، ابن المظفر، دار قطنی، اور ابن شاہین نے حدیثیں روایت کی ہیں۔''

حافظ ابن عقدہ نے ماہ ذی قعدہ ۳۳۲ھ میں وفات پائی۔ ان کا سال ولادت ۲۴۹ھ ہے۔ حافظ بدرالدین محمود عینی شارح بخاری نے اپنی تاریخ کبیر میں لکھا ہے کہ:

ان مسند ابی حنيفة لابن عقده يحتوى وحده على يزيد على الف حديث

(تانیب الخطیب ص۱۵٦)

صرف ابن عقدہ کی مسند ابی حنیفہ ایک ہزار سے زائد احادیث پر مشتمل ہے۔

(۳) مسند ابی حنیفہ حافظ ابوالقاسم:

عبداللہ بن محمد بن ابی العوام السعدی المتوفی ۳۳۵ھ۔ یہ فن حدیث میں امام نسائی (تذکرۃ الحفاظ، ذہبی میں امام نسائی کا ترجمہ دیکھو) اور امام طحاوی کے شاگرد ہیں۔ مصر میں عہدہ قضاء پر فائز رہے۔ امام ابوحنیفہ کے مناقب میں بھی ایک مبسوط کتاب لکھی۔ یہ مسند ابی حنیفہ بھی اس کتاب کا جزو ہے اس کا قلمی نسخہ دمشق کے کتب خانہ ظاہریہ میں موجود ہے۔ اور مجلس احیاء المعارف النعمانیہ حیدر آباد دکن نے وہاں سے اس کا عکس بھی حاصل کرلیا ہے۔

سنا ہے کہ مجلس مذکورہ کا ارادہ اس نادر تحفہ کو عام کر دینے کا ہے۔اس لئے اُمید ہے کہ جلد یا بدیر یہ کتاب زیورِ طباعت سے آراستہ ہو کر اہل علم کے ہاتھوں میں پہنچ جائے گی۔(اب یہ کتاب چھپ چکی ہے اور احقر کے پاس موجود ہے۔مرتب)

(۴) مسند ابی حنیفہ حافظ اشنانی:

قاضی ابوالحسین عمر بن الحسن بن علی المتوفی ۳۳۹ھ حافظ طلحہ بن محمد ان کے بارے میں فرماتے ہیں: **كان من جلة اصحاب الحديث المجودين واحد الحفاظ وقد حدث حديثا كثيرا وحمل الناس عنه قديما وحديثا** ۔یعنی'' یہ بڑے پایہ کے جلیل القدر محدثین اور حفاظ حدیث میں سے تھے۔انہوں نے نہایت کثرت سے حدیثیں بیان کیں۔اور لوگوں نے قدیما وحدیثا (ہر زمانے میں) ان سے روایتیں کیں۔'' اور حافظ ابوعلی نے جو دارقطنی اور حاکم کے شیخ تھے ان کو ثقہ کہا ہے انہوں نے امام ابوحنیفہ کی جو مسند لکھی ہے۔محدث خوارزمی نے اس سے جامع المسانید میں حدیثیں نقل کی ہیں۔

(۵) مسند ابی حنیفہ امام عبداللہ حارثی (المتوفی ۳۴۰ھ):

مشاہیر ائمہ احناف میں سے ہیں۔شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنے رسالہ الانتباہ میں ان کو ''اصحاب الوجوہ'' میں شمار کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ اپنے زمانے میں فقہا حنفیہ کا مرجع تھے۔ ''اصحاب الوجوہ'' کا درجہ ''مجتہد فی المذہب'' اور ''مجتہد مطلق منتسب'' کے درمیان ہے۔فقہ کی تحصیل آپ نے امام ابوحفص صغیر سے کی تھی۔اور انہوں نے اپنے والد ماجد امام ابوحفص کبیر سے جو امام محمد ؒ کے مشاہیر تلامذہ میں سے ہیں۔طلب حدیث میں امام حارثی نے خراسان، عراق اور حجاز کو پے سپر کیا تھا۔اور بہت سے شیوخ وقت سے اس فن کی تحصیل کی تھی۔حافظ سمعانی، کتاب الانساب میں لکھتے ہیں۔**رحل الى خراسان والعراق والحجاز وادرك الشيوخ** ۔علم حدیث میں ان کی وسعت نظر اور معرفت فن کا بڑے بڑے محدثین نے اعتراف کیا ہے۔حافظ خلیلی فرماتے ہیں۔**يعرف بالاستاذله معرفة**

بهذا الشان (استاد مشہور ہیں، اور اس فن کی انہیں معرفت حاصل ہے)۔ اور حافظ سمعانی لکھتے ہیں۔ کان شیخا مکثرا من الحدیث (بڑے کثیر الحدیث شیخ تھے)۔ فن رجال کے مشہور امام حافظ شمس الدین ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں قاسم بن اصبغ کے ترجمہ میں بضمن وفیات ۳۴۰ھ ان کا ذکر ان شاندار الفاظ میں کیا ہے:۔

وفیھامات عالم ماوراء النھر ومحدثه الامام العلامة ابو محمد عبدالله بن محمد بن یعقوب بن الحارث الحارثی البخاری الملقب بالاستاذ جمع مسند ابی حنیفةؓ الامام وله اثنتان وثمانون سنة

''اور اسی سال میں ماوراء النہر کے عالم اور محدث امام علامہ ابومحمد عبداللہ بن محمد بن یعقوب بن الحارث الحارثی البخاری نے کہ جو''الاستاذ'' کے لقب سے ملقب ہیں۔ اور جنہوں نے امام ابوحنیفہ کی مسند کو جمع کیا ہے۔ بیاسی سال کی عمر میں وفات پائی۔''

حافظ ابن حجر عسقلانی نے تعجیل المنفعہ میں ان کو حافظ حدیث تسلیم کیا ہے۔ بڑے بڑے حفاظ حدیث، جیسے حافظ ابن مندہ، حافظ ابن عقدہ، اور حافظ ابوبکر جعابی فن حدیث میں ان کے شاگرد تھے۔

حافظ حارثی کی مسند کس شان کی ہے اس کے متعلق محدث خوارزمی، جامع مسانید میں رقمطراز ہیں:

ومن طالع مسنده الذی جمعه للامام ابی حنیفة علم تبحره فی علم الحدیث واحاطته بمعرفة الطرق والمتون

''اور جو شخص بھی ان کی اس مسند کا مطالعہ کرے گا کہ جس میں انہوں نے امام ابوحنیفہ کی مرویات کو جمع کیا ہے وہ علم حدیث میں ان کے تبحر اور طرق اسانید و متون پر ان کی نظر کی ہمہ گیری کا قائل ہو جائے گا۔''

حافظ ابن حجر عسقلانی نے تعجیل المنفعہ کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ:

وقد اعتنى الحافظ ابو محمد الحارثي وكان بعد الثلاثمائة بحديث ابی حنیفة فجمعه في جلدة ورتبه على شيوخ ابی حنیفة

حافظ ابو محمد حارثی نے جو ۳۰۰ھ کے بعد تھے امام ابوحنیفہؒ کی احادیث سے اعتناء کیا اور ان کو ایک جلد میں جمع کر دیا۔ انہوں نے ان حدیثوں کی ترتیب امام ابوحنیفہؒ کے شیوخ پر رکھی ہے۔ (یعنی امام صاحب کے ہر شیخ کی جملہ حدیثیں یکجا کر دی ہیں۔)

امام حارثی کی مسند کا اختصار حسب ذیل حضرات نے کیا ہے۔ اس اختصار میں امام ابوحنیفہؒ سے لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک جو حدیث کی اسناد تھی۔ اس کو تو بعینہ ذکر کیا گیا ہے لیکن حارثی سے لے کر امام صاحب تک جو اسانید تھیں ان کو حذف کر دیا ہے۔

(۱) امام علامہ قاضی صدر الدین موسیٰ بن زکریا الحصکفی، ان کی ولادت ۵۸۰ھ یا ۵۸۱ھ میں ہوئی ہے اور سن وفات ۶۵۰ھ ہے۔ مشہور محدث تھے۔ قاہرہ اور حلب میں حدیث کا درس دیا۔ حافظ دمیاطی کو فن حدیث میں ان سے تلمذ ہے۔ حافظ عبدالقادر قرشی بھی بیک واسطہ ان کے شاگرد ہیں۔ ان کا اختصار مسند ابی حنیفہ للحصکفی کے نام سے مشہور ہے۔ محدث ملا علی قاری حنفی المتوفی ۱۰۱۴ھ نے اسی کی شرح لکھی ہے۔ جس کا نام ہے۔ "سند الانام فی شرح مسند الامام" مولانا ابوالوفا افغانی مدفیوضہ اپنے مکتوب گرامی مورخہ ۲۴ ذی قعدہ ۱۳۷۵ھ میں راقم کو لکھتے ہیں، کہ:

مسند امام حصکفی، مسند حارثی ہی کا خلاصہ ہے۔ لیکن چونکہ اُنہوں نے التزام کیا ہے کہ امام حماد نے جس حدیث کو امام صاحبؒ سے روایت کیا ہے اس روایت کو ضرور اپنی مسند میں لائیں گے۔ اس لئے ایسی حدیثیں جن کی روایت حارثی نے نہیں کی ان کو ابن خسرو سے لے لیا ہے اور وہ معدودے چند ہیں۔"

(۲) امام علامہ صدر الدین ابوعبداللہ محمد بن عباد الخلاطی الحنفی المتوفی ۶۵۲ھ، بڑے محدث تھے۔ صحیح مسلم کی شرح لکھی۔ حدیث میں جمال الدین حصیری کے شاگرد ہیں، انہوں

نے امام ابوحنیفہؒ کی مسند کا جو اختصار کیا ہے۔ اس کا نام مقصد المسند ہے۔ صاحب کشف الظنون نے اس کو جامع المسانید کا اختصار بتایا ہے، جو بظاہر صحیح نہیں، ان کی وفات کے وقت خوارزمی بقید حیات موجود تھے۔ اس لئے قیاس یہ چاہتا ہے کہ یہ جامع مسانید کا نہیں بلکہ مسند حارثی کا اختصار ہے۔

(۳) قاضی القضاۃ محمد بن احمد بن مسعود القونوی الدمشقی المعروف بابن السراج المتوفی ۷۷۰ھ بڑے مشہور مصنف ہیں۔ بہت سی کتابیں تالیف کیں۔ الفوائد البہیہ میں ان کا نام محمود بن احمد لکھا ہے۔ ان کا مختصر تینتیس (۳۳) ابواب پر مشتمل ہے، اور فقہی ترتیب پر اس کا نام المعتمد فی احادیث المسند ہے، بعد کو خود کو انہوں نے اس کی شرح بھی لکھی۔ جس کا نام المستند فی شرح المعتمد ہے۔

(۴) راقم الحروف کے پاس بھی مسند امام ابوحنیفہؒ کا ایک قلمی نسخہ ہے جس کو احمد بن ابراہیم نامی ایک عالم نے ۱۲۴۳ھ میں جمع کیا ہے۔ اس نسخہ کو قاری محمد صدیق افغانی نے مصر کے کتب خانہ ''خدیویہ'' سے نقل کیا ہے۔ مولانا ابوالوفا افغانی کو راقم الحروف نے جب یہ نسخہ دکھلایا۔ تو مولانا نے فرمایا۔ کہ مسند ابن خسرو اور مسند حارثی کا اختصار ہے۔ پہلے اس میں ابن خسرو سے حدیثیں نقل کی ہیں اور بعد کو حارثی سے یہ نسخہ ایک سو بانوے صفحات پر مشتمل ہے۔ اور کاپی پر پنسل سے لکھا ہوا ہے۔

حافظ قاسم قطلو بغا نے امام حارثی کی اصل مسند کو فقیہہ ابواب پر مرتب کر دیا تھا۔ بعد کے دور میں خاتمہ الحفاظ ملا محمد عابد سندھی المتوفی ۱۲۵۷ھ نے مسند حصکفی کو بھی جو مسند حارثی کی تلخیص ہے اور اسی کے تتبع میں معجم شیوخ پر مرتب ہے۔ ابواب فقیہہ پر مرتب کیا یہی کتاب آج کل مسند امام اعظمؒ کے نام سے مشہور و متداول ہے۔ عرصہ ہوا۔ کہ مولانا حبیب الرحمٰن بن مولانا احمد علی سہارنپوری محدث نے اس کتاب کا اُردو ترجمہ کیا تھا۔ اور جا بجا اس میں مختصر تشریحی اضافے بھی تھے۔ یہ ترجمہ ۱۳۰۸ھ میں چھپا ہے۔ اب خدا کا شکر ہے کہ پھر دوبارہ یہ

کتاب مع اردو ترجمہ اور مفصل شرح کے زیور طبع سے آراستہ ہوکر شائع ہو رہی ہے، جو ہمارے اردو دان طبقہ کے لئے ایک نعمت غیر مترقبہ ہے۔ یہ شرح اور ترجمہ ہمارے مخدوم زادے مولانا سعد حسن خان بن استاذ مرحوم مولانا حیدر حسن خان محدث ٹونکی، مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء کے قلم کا مرہون منت ہے جو ایک مشہور علمی خانوادہ کے چشم و چراغ ہیں۔ ترجمہ کی خوبی اور شرح کی افادیت کے لئے مترجم کا نام کافی ضمانت ہے۔

اصل عربی متن پر خود مرتب نے ایک نہایت جامع اور ضخیم شرح تصنیف کی ہے جس کا نام ہے۔ المواہب اللطیفۃ فی الحرم المکی علی مسند ابی حنیفہ للامام الحصکفی، ملا محمد عابد سندی، یہ شرح دو بڑی ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔ اس کتاب کے متعدد قلمی نسخے کتب خانہ پیر وجھنڈ و ضلع حیدرآباد سندھ اور کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن میں راقم الحروف کی نظر سے گزرے ہیں۔ بلا مبالغہ کہا جا سکتا ہے کہ حافظ ابن حجر عسقلانی کی فتح الباری شرح صحیح بخاری کے بعد شروح حدیث میں اس شان کی کوئی کتاب نہیں لکھی گئی۔ متابعات وشواہد، تخریج احادیث، ایضاح مشکل، رفع مرسل، وصل منقطع، بیان خلافیات غرضیکہ ہر موضوع پر اتنا ذخیرہ اس میں موجود ہے کہ باید وشاید۔ (یہ کتاب ۸ جلدوں میں تحقیق وتخریج کے ساتھ پاکستان میں شائع ہوگئی ہے)

ان کے بعد مولانا محمد حسن سنبھلی محدث المتوفی ۱۳۰۵ نے اس پر ایک نہایت جامع اور مبسوط شرح تصنیف کی جو ۱۳۰۹ھ میں اصح المطابع لکھنؤ سے طبع ہوکر شائع ہو چکی ہے۔ محدث سنبھلی کی شرح اپنی جامعیت وافادیت کے لحاظ سے اپنے مشہور معاصر فاضل لکھنوی مولانا محمد عبدالحی فرنگی محل کی شرح موطا امام محمد سے جس کا نام التعلیق الممجد علے موطا امام محمد ہے، بدر جہا بڑھی ہوئی ہے۔

(نوٹ: مسند حارثی اصل بھی مکۃ المکرمہ سے ۲ جلدوں میں شائع ہو چکی ہے)

(۶) مسند ابی حنیفہ حافظ ابن عدی:

ابواحمد عبداللہ بن عدی الجرجانی المعروف بابن القطان صاحب کتاب الکامل فی الجرح والتعدیل ۲۷۷ھ میں پیدا ہوئے۔ اور ۳۶۵ھ میں قضا کی۔ فن جرح وتعدیل میں ان کا بڑا شہرہ ہے۔ حدیث میں امام نسائی اور ابویعلی موصلی کے شاگرد ہیں۔ ملک معظم عیسیٰ بن ابی بکر ایوبی نے السہم المصیب فی کبد الخطیب میں لکھا ہے کہ حافظ ابن عدی نے اپنی کتاب مسند ابی حنیفہ کے دیباچہ میں امام ممدوح کے مناقب بھی لکھے ہیں۔ (السہم المصیب ص ۱۰۵)

(۷) مسند ابی حنیفہ حافظ محمد بن المظفر:

ابوالحسین البغدادی ۲۸۶ھ میں پیدا ہوئے۔ ۳۰۰ھ میں حدیث کا سماع شروع کیا۔ جبکہ ان کی عمر چودہ سال کی تھی۔ طلب حدیث میں مصر وشام اور جزیرہ وعراق کو پے سپر کیا۔ امام محمد بن جریر طبری بھی ان کے اساتذہ میں شامل ہیں۔ دارقطنی، ابن شاہین، برقانی اور ابونعیم اصفہانی وغیرہ بڑے بڑے اکابر محدثین نے انکے سامنے زانوے تلمذ تہ کیا۔ دارقطنی نے ان سے ہزاروں حدیثیں سنی ہیں۔ وہ ان کی بڑی تعظیم کرتے تھے اور کبھی ان کی موجودگی میں سہارے سے نہیں بیٹھے۔ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا تذکرہ ان لفظوں میں شروع کیا ہے۔ **الحافظ الامام الثقة محدث العراق:** (آگے چل کر تصریح کی ہے کہ:

جمع والف وعن مطابق هذا الفن لم يتخلف

انہوں نے حدیثیں جمع کیں، کتابیں تالیف کیں اور اس فن کے اصول سے تجاوز نہیں کیا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے تعجیل المنفعہ بزوائد رجال الائمۃ الاربعہ کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ انہوں نے جو مسند ابی حنیفہ لکھی ہے، وہ حافظ ابوبکر بن المقری کی مسند ابی حنیفہ کے برابر ہے جس میں صرف امام ابوحنیفہؒ کی مرفوع حدیثیں درج ہیں اور وہ امام حارثی کی تصنیف سے چھوٹی ہے۔''

حافظ ابن المظفر کا انتقال ۳۷۹ھ میں ہوا ہے۔

(۸) مسند ابی حنیفہ حافظ طلحہ:

حافظ طلحہ بن محمد جعفر الشاہد ابوالقاسم ۲۹۱ھ میں پیدا ہوئے۔ اور ۳۸۰ھ میں وفات پائی۔ مشہور محدث ہیں۔ علامہ خوارزمی لکھتے ہیں۔ **کان مقدم العدول والثقات الاثبات**، حافظ تقی الدین سبکی نے شفاء السقام فی زیادۃ خیر الانام میں ان کی مسند سے ایک حدیث ان الفاظ میں نقل کی ہے۔ **وفی مسند الامام ابی حنیفة رحمه الله تصنیف ابی القاسم طلحةبن محمد بن جعفر الشاهد العدل حدثنی** محدث خوارزمی نے ان کی مسند کے متعلق لکھا ہے کہ وہ حروف معجم پر مرتب ہے۔

(۹) مسند ابی حنیفہ حافظ ابن المقری:

ابوبکر محمد بن ابراہیم بن علی الخازن المشہور بابن المقری الاصفہانی، بڑے مشہور مصنف اور اکابر حفاظ میں سے ہیں۔ فن حدیث میں امام طحاوی کے شاگرد ہیں اور ان کی مشہور تصنیف شرح معانی الآثار کے ان سے راوی ہیں۔ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا تذکرہ ان لفظوں سے شروع کیا ہے۔ **ابن المقری محدث اصبهان الامام الرجال الحافظ الثقة**۔ ابونعیم اصفہانی کے ان کے بارے میں یہ الفاظ ہیں۔

محدث کبیر صاحب مسانید سمع مالا یحصی کثرة (بڑے محدث ہیں اور مسند حدیثوں کے عالم ہیں اور اتنی کثرت سے حدیث کا سماع کیا ہے کہ جس کا شمار نہیں ہوسکتا)۔ خود ابن المقری کا بیان ہے کہ میں نے چار مرتبہ طلب حدیث میں مشرق و مغرب کو پے سپر کیا ہے۔ ماہِ شوال ۳۸۱ھ میں چھیانوے سال کی عمر میں ان کا انتقال ہوا۔ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کے متعلق لکھا ہے کہ:

وقد صنف مسند ابی حنیفة انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کی مسند تصنیف کی ہے۔

اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے تعجیل المنفعہ کے مقدمہ میں بیان کیا ہے کہ ”ان کی تصنیف حارثی کی تصنیف سے چھوٹی ہے۔ اور صرف امام ابوحنیفہؒ کی مرفوع روایات پر مشتمل ہے۔

"حافظ سخاوی نے الاعلان بالتوبیخ لمن ذم التاریخ ص ۱۷۰ طبع دمشق میں یہ بھی لکھا ہے کہ حافظ زین الدین قاسم بن قطلو بغا نے ابن المقری کی مسند ابی حنیفہ کے رجال کے حالات میں ایک مستقل کتاب لکھی ہے۔ حافظ قاسم نے اس مسند کی احادیث کو ابواب فقیہہ پر بھی مرتب کیا ہے۔

(۱۰) مسند ابی حنیفہ حافظ ابن شاہین:

ابو حفص عمر بن احمد بن عثمان البغدادی الواعظ المعروف بابن شاہین ۲۹۷ھ میں پیدا ہوئے۔ اور ۳۸۵ھ میں وفات پائی۔ بڑے صاحب تصانیف تھے۔ خود ان کا بیان ہے کہ میں نے تین سو کتابیں لکھی ہیں جن میں تفسیر کبیر کے ایک ہزار، مسند کے تیرہ سو، تاریخ کے ڈیڑھ سو اور زہد کے سو جزو ہیں۔ حافظ ذہبی نے ان کا تذکرہ ان الفاظ میں شروع کیا ہے۔

ابن شاهين الحافظ المفيد المكثر محدث العراق صاحب تصانيف انہوں نے امام ابو حنیفہؒ کی جو مسند لکھی ہے اس کا ذکر محدث کوثری نے تانیب الخطیب میں کیا ہے۔ راقم الحروف نے مولانا ابوالوفا افغانی صدر مجلس احیاء المعارف، النعمانیہ حیدر آباد دکن سے اس سلسلہ میں مراجعت کی، تو مولانا ممدوح نے اپنے مکتوب گرامی مورخہ ۱۵ رمضان المبارک ۱۳۷۱ھ میں تحریر فرمایا کہ:

"مسانید امام کے متعلق میں نے حضرت مولانا کوثری صاحب سے دریافت کیا تو تحریر فرمایا کہ ایک مالکی عالم نے ایک جزء میں خطیب کی ان کتابوں کو جمع کیا ہے کہ جس وقت ان کا دمشق ورود ہوا تھا، تو ان کے ساتھ تھیں، منجملہ ان کے مسند امام للدارقطنی، ولابن شاہین وللخطیب ہر سہ کتابیں تھیں وہ جز کتب خانہ ظاہریہ دمشق میں موجود ہے۔ اس کا نام ہے

تسمية ما ورد به الخطيب دمشق للمالكي (فہرست جدید ۹ ۳۰ قسم الفہارس) اس میں مذکور ہے کہ)(۴۶۷) کتابیں ان کے ہمراہ تھیں منجملہ ان کے (۶۴) خود ان کی تصانیف تھیں۔ یہ سب عمدہ کتابیں حدیث و تاریخ کی تھیں۔"

(۱۱) مسند ابی حنیفہ حافظ دار قطنی:

ابوالحسن علی بن عمر بن احمد بن مہدی البغدادی مشہور محدث ہیں۔ ان کی کتاب السنن (سنن دار قطنی) طبع ہوگئی ہے۔ ۳۰۶ھ میں پیدا ہوئے اور ذی قعدہ ۳۸۵ھ میں وفات پائی۔ دار قطنی نے امام ابوحنیفہؒ کی جو مسند لکھی ہے اس کے متعلق بھی آپ پڑھ چکے ہیں کہ محدث خطیب بغدادی کے پاس اس کا نسخہ موجود تھا۔

(۱۲) مسند ابی حنیفہ حافظ ابونعیم اصفہانی:

احمد بن عبداللہ بن احمد بن اسحاق المہرانی الصوفی، بڑے مشہور محدث اور مصنف ہیں۔ ۳۳۶ھ میں پیدا ہوئے۔ صغر سنی میں سارے دنیا کے مشائخ حدیث سے روایت حدیث کی اجازت مل چکی تھی۔ حافظ ذہبی نے لکھا ہے کہ **تهيأله من لقي الكبار مالم يقح لحافظ** (بڑے بڑے لوگوں سے جس قدر ان کو ملاقات میسر ہوئی، کسی حافظ حدیث کو نہ ہوسکی)۔ ذہبی نے ان کا تذکرہ ان لفظوں میں شروع کیا ہے۔ **ابو نعيم الحافظ الكبير محدث العصر** (ابونعیم نے محرم ۴۳۰ھ میں وفات پائی۔

حافظ ابونعیم کی مسند ابی حنیفہ کا عکس مجلس احیاء المعارف النعمانیہ نے حاصل کرلیا ہے اور مجلس کا ارادہ اس کو طبع کرا کر شائع کرنے کا ہے۔ مولانا ابوالوفا افغانی مدظلہ اپنے مکتوب گرامی مورخہ ۲ ربیع الثانی ۱۳۷۲ھ میں راقم کو لکھتے ہیں کہ:

"ابونعیم نے چھوٹی سی مسند امام صاحبؒ کی لکھی مگر بہت عمدہ لکھی، بڑی تحقیق کی متابعات ذکر کئے، تفرد کو بتایا۔ رواۃ کے اوہام کو بھی بتایا، مگر کتاب کا صرف ایک ہی نسخہ ہے اور وہ عمدہ نسخہ نہیں۔ ترک از سہو ناسخ اور اغلاط کتابت اس میں بہت ہیں۔ کہیں کہیں بیاضات بھی ہیں۔" (نوٹ یہ مسند اب پاکستان سے اور بیروت سے شائع ہوگئی ہے)

(۱۳) مسند ابی حنیفہ حافظ ابن القیسرانی:

ابوالفضل محمد بن طاہر بن علی القدسی المعروف بابن القیسرانی ۴۴۸ھ میں پیدا ہوئے۔

اور ماہ ربیع الاوّل ۵۰۷ھ کو وفات پائی۔ بہت بڑے حافظ حدیث گزرے ہیں۔ طلب حدیث میں اتنے پھرے کہ دو مرتبہ پیشاب سے خون آنے لگا یہ برہنہ پا بغیر سواری کے سفر کرنے کا نتیجہ تھا۔

حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا بڑا مبسوط ترجمہ لکھا ہے۔ جو ان لفظوں میں شروع ہوتا ہے۔ **محمد بن طاهر بن علی الحافظ العالم المکثر الجوال**: حافظ ابن شیرویہ کے تاریخ ہمدان میں ان کے بارے میں یہ الفاظ ہیں۔ **کان ثقة حافظاً عالماً بالصحیح والسقیم حسن المعرفة بالرجال والمتون، کثیر التصانیف**: یعنی یہ ثقہ تھے، حافظ حدیث تھے۔ صحیح وغیر صحیح کے عالم تھے۔ رجال ومتون حدیث کی بڑی معرفت رکھتے تھے۔ کثیر التصانیف تھے۔ انہوں نے اطراف احادیث ابی حنیفہ کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے۔ اس کتاب کا ذکر ان کی مشہور تصنیف الجمع بین رجال الصحیحین کے آخر میں جوان کا مفصل تذکرہ چھپا ہے اس میں موجود ہے۔ ''اطراف'' پر جو کتابیں لکھی جاتی ہیں، ان میں متن حدیث کے ابتدائی ٹکڑے کو جامع سند کے بیان کرتے ہیں۔ اس لئے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اس کتاب میں امام ابوحنیفہؒ کی مختلف مسانید سے ان کی حدیثوں کے اطراف کو لے کر جمع کر دیا ہے۔

(۱۴) مسند ابی حنیفہ حافظ ابن خسرو:

ابوعبداللہ حسین بن محمد بن خسرو البلخی نزیل بغداد، المتوفی ۵۲۲ھ بڑے پایہ کے محدث گزرے ہیں۔ فن حدیث میں حافظ ابن عساکر کو آپ سے تلمذ حاصل ہے۔

حافظ ذہبی میزان الاعتدال میں لکھتے ہیں۔ **محدث مکثر**، حافظ ابن النجار نے تاریخ بغداد پر جو ذیل لکھا ہے اس میں ان کا تذکرہ ان لفظوں سے شروع کیا ہے۔ **ابوعبداللہ السمسار الحنفی مفید اهل بغداد فی وقته سمع الکثیر** (پھر ان کے شیوخ کی نام بنام تفصیل دے کر لکھتے ہیں۔ **وبالغ فی الطلب حتی سمع من طبقة دون هؤلاء**

وكتب الكثير من الكتب لنفسه ولغيره، وكان مفيد اللغرباء وجمع مسند ابي حنيفة (اورانہوں نے طلب حدیث میں بڑی کوشش کی حتی کہ ان شیوخ مذکورین سے جو نیچے کا طبقہ تھا۔ اس نے بھی حدیثیں سُنیں اور بہت سی کتابیں اپنے لئے اور دوسروں کے لئے لکھیں۔ باہر سے آنے والوں کو افادہ علمی فرماتے۔ انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کی مسند بھی تالیف کی۔ فقاہت میں بھی ممتاز تھے، ابن النجار کے ان کے بارے میں یہ الفاظ ہیں۔ **فقیه اهل العراق ببغداد في وقته.**

ان کی مسند، امام حارثی اور حافظ ابن المقر ی کی مسند سے زیادہ ضخیم ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی، تعجیل المنفعہ کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

وفي كتابه زيادات على مافي كتابي الحارثي وابن المقرى

ان کی کتاب میں حارثی، اور ابن المقر ی دونوں کی کتابوں سے زیادہ روایتیں ہیں۔

حافظ شمس الدین ابوالمحاسن محمد بن علی حسینی التوفی ۷۶۵ھ نے صحاح ستہ، موطا، مسند شافعی، مسند احمد اور مسند ابی حنیفہ کے رجال کے حالات میں ایک بڑی مبسوط کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے۔ التذکرہ برجال العشر ہ، اس سلسلہ میں حافظ حسینی نے امام ابوحنیفہؒ کی تمام مسانید میں جس مسند کا انتخاب کیا، وہ حافظ ابن خسرو کی مسند ہے۔ (نوٹ یہ مسند ۲ جلدوں میں مکۃ المکرّمہ سے شائع ہوگئی ہے)

(۱۵) مسند ابی حنیفہ ابن ابی الدنیا:

قاضی ابوبکر محمد بن عبدالباقی بن محمد الانصاری الحلبی البزار المعروف بقاضی المرستان۔ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں شیخ الاسلام ابوالقاسم اسمعیل اصفہانی کے تذکرہ میں ۵۳۵ھ کی وفیات کے ذیل میں ان کا ذکر ان ہی لفظوں میں کیا ہے طبقات الحنابلہ میں ان کا مفصل تذکرہ موجود ہے۔ یہ بڑے مشہور محدث تھے۔ ترانوے سال کی عمر تک ان کے حواس میں ذرا تغیر نہیں ہوا تھا۔ سات سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ کرلیا تھا۔ فرمایا کرتے تھے کہ

مجھے یادنہیں کہ میں نے اپنی عمر کی ایک گھڑی بھی لہو ولعب میں گزاری ہو۔ بہت سے علوم کے جامع تھے۔ان کا سال ولادت ۴۴۲ھ ہے۔اور چورانوے سال کی عمر میں رجب ۵۳۵ھ میں ان کی وفات ہوئی ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے لسان المیز ان میں حافظ ابن خسرو کے تذکرہ میں اس امر کے ماننے سے انکار کیا ہے کہ قاضی صاحب موصوف نے امام ابوحنیفہ کی کوئی مسند تالیف کی ہے۔ حالانکہ خود ان کے نامور شاگرد حافظ شمس الدین سخاوی۔ قاضی صاحب موصوف سے ان کی مسند کو بسند ذیل روایت کرتے ہیں۔

عن التدمری عن الميدوی عن النجيب عن ابن الجوزی عن جامع المسند قاضی المرستان (ملاحظہ ہو تقدمہ نصب الرایہ از محدث کوثری)

اور حافظ عبدالقادر قرشی نے الجواہر المضیہ میں نصر بن سیار بن صاعد کے تذکرہ میں حافظ سمعانی سے نقل کیا ہے کہ

''میں نے نصر سے امام ابوحنیفہؒ کی کتاب الاحادیث کا سماع کیا جس کو عبداللہ بن محمد انصاری نے جمع کیا ہے۔نصر اس کتاب کی روایت اپنے دادا صاعد سے کرتے ہیں اور صاعد خود قاضی صاحب موصوف سے۔''

الجواہر المضیہ کی اصل عبارت یہ ہے۔سمعت منه التزمذی بروایته عن القاضی ابی عامر الجراحی عن المحبوبی عنه وکتاب الاحادیث التی رواها ابوحنیفة رضی الله عنه جمع عبدالله بن محمد الانصاری لجده القاضی صاعد بروایته عنه

محدث خوارزمی نے بھی جامع المسانید میں اس کتاب کی متعدد سندیں اپنے سے لے کر قاضی مرستان تک ذکر کی ہیں۔

(۱۶) مسند ابی حنیفہ حافظ ابن عساکر:

ثقۃ الدین ابوالقاسم علی بن الحسن بن ہبۃ اللہ الدمشقی الشافعی نہایت مشہور مصنف اور

نامور محدث ہیں۔ ۴۹۹ھ میں پیدا ہوئے۔ اور ۱۱ رجب ۵۷۱ھ میں وفات پائی۔ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا تذکرہ ان لفظوں میں شروع کیا ہے۔

ابن عساکر الامام الحافظ الکبیر محدث الشام فخر الائمۃ . صاحب التصانیف والکتب ۔ تیرہ سو شیوخ سے علم حدیث کی تحصیل کی۔ جن میں اسّی سے زیادہ محدث خواتین بھی داخل ہیں۔ حافظ ذہبی نے ان کا تذکرہ نہایت بسط کے ساتھ کیا ہے حافظ ابن عساکر نے امام ابوحنیفہؒ کی جو مسند تالیف کی ہے اس کا ذکر محدث کوثری اور ڈاکٹر کرد علی نے کیا ہے۔

(ملاحظہ ہو مقدمہ تبیین کذب المفتری فیما نسب الی الامام الاشعری لابن عساکر، از محدث کوثری ومقدمہ، تاریخ دمشق لابن عساکر از ڈاکٹر کرد علی۔)

(۱۷) مسند ابی حنیفہ محدث عیسیٰ الجعفری المغربی:

برآمد محدثین متاخرین میں سے ہیں۔ ۱۰۸۰ھ میں رحلت فرمائی۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے انسان العین فی مشائخ الحرمین میں ان کا تذکرہ لکھا ہے۔ فرماتے ہیں:

"یکے از علماء متقنین بود و وے استاد جمہور اہل حرمین است، و یکے از ادعیہ حدیث"

محدث عیسیٰ باوجودیکہ دور آخر کی پیداوار ہیں اور ان کا زمانہ بہت ہی بعد کا ہے تاہم جس شان کی انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کی مسند تالیف کی۔ اور جن شروط کا اس میں اہتمام کیا۔ وہ خود شاہ حسب موصوف ہی کی زبانی سننے کے لائق ہے۔ فرماتے ہیں۔

مسندے برائے امام ابوحنیفہؒ تالیف کردہ در آنجا عنعنہ متعلقہ ذکر کردہ در حدیث، از انجا بطلان زعم کسانیکہ گویند سلسلہ حدیث امروز متصل نماندہ واضح ترمے گردد۔

(انسان العین طبع دہلی ص ۶)

انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کی ایک ایسی مسند تالیف کی ہے کہ جس میں اپنے سے لے کر امام موصوف تک حدیث کے اتصال سند کو بیان کیا ہے، اور یہاں سے ان لوگوں کے دعویٰ کا باطل ہونا خوب ظاہر ہوتا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ حدیث کا سلسلہ آج کل متصل نہیں رہا ہے۔

یہ ان مشاہیر ائمہ محدثین کا ذکر تھا۔ کہ جن میں سے ہر ایک نے امام ابوحنیفہؒ کی احادیث کو مستقل تصانیف میں اپنی اسانید کے ساتھ جمع کیا۔

جامع المسانید خوارزمی المتوفی ۶۵۵ھ:

بعد کو قاضی القضاۃ محدث ابوالموید محمد بن محمود خوارزمی المتوفی ۶۵۵ھ نے جامع مسانید الامام الاعظم میں امام ابوحنیفہؒ کی مسانید کے پندرہ نسخوں کو یکجا کرنے کی کوشش کی۔ چنانچہ جامع مسانید کے دیباچہ میں لکھتے ہیں کہ

''میں نے شام میں بعض جاہلوں کو یہ کہتے سنا کہ امام ابوحنیفہؒ کی کوئی مسند نہیں، اور وہ صرف معدودے چند حدیثوں کے راوی ہیں۔ اس پر مجھ کو حمیت مذہبی کا جوش ہوا اور میں نے یہ چاہا کہ امام ممدوح کی ان پندرہ مسانید کو جنہیں نامور علماء محدثین نے مرتب کیا ہے یکجا جمع کردوں۔ یہ مسانید حسب ذیل ہیں۔

(۱) مسند امام حافظ ابومحمد عبداللہ بن محمد بن یعقوب الحارثی البخاری المعروف بعبداللہ الاستاذ۔

(۲) مسند امام حافظ ابوالقاسم طلحہ بن محمد بن جعفر الشاہد۔

(۳) مسند امام حافظ ابوالحسین محمد بن المظفر۔

(۴) مسند امام حافظ ابونعیم اصفہانی۔

(۵) مسند امام ابوبکر محمد بن عبدالباقی انصاری۔

(۶) مسند حافظ ابواحمد عبداللہ بن عدی جرجانی۔

(۷) مسند امام حسن بن زیاد لؤلؤی۔

(۸) مسند امام حافظ عمر بن الحسن اشنائی۔

(۹) مسند حافظ ابوبکر احمد بن محمد بن خالد بن خلی الکلاعی۔

(۱۰) مسند امام حافظ ابوعبداللہ حسین بن محمد بن خسرو بلخی۔

(۱۱) مسند امام ابویوسف قاضی جو نسخہ ابی یوسف سے موسوم ہے۔

(۱۲) مسند امام محمد بن الحسن الشیبانی۔ یہ بھی نسخہ محمد سے موسوم ہے۔

(۱۳) مسند امام حماد بن ابی حنیفہ۔

(۱۴) مسند امام محمد جوالآ ثار سے موسوم ہے۔

(۱۵) مسند امام حافظ ابوالقاسم عبداللہ بن ابی العوام السعدی۔

محدث خوارزمی نے امام حماد، امام ابو یوسف اور امام محمد نے حدیث کے جن مجموعوں کی امام ابوحنیفہؒ سے روایت کی ہے ان کو بھی مسند ہی کے نام سے ذکر کر دیا ہے۔ حالانکہ یہ سب کتاب الآ ثار کے نسخے ہیں۔ اسی طرح حافظ ابوبکر کلاعی کی مسند بھی کوئی علیحدہ کتاب نہیں بلکہ وہ بھی کتاب الآ ثار کا نسخہ ہے۔ جس کو وہ اپنے جد محمد بن خالد وہبی المتوفی قبل ۱۹۰ھ سے روایت کرتے ہیں۔ چنانچہ خود محدث خوارزمی نے بھی جامع مسانید کے آخری باب میں جہاں ابوبکر کلاعی کا تذکرہ لکھا ہے۔ تصریح کر دی ہے کہ ''گو یہ مسند احمد بن محمد بن خالد بن خلی کی طرف منسوب ہے لیکن اس کے جامع محمد بن خالد وہبی ہیں جو براہِ راست اس کو امام ابوحنیفہؒ سے روایت کرتے ہیں۔ لہٰذا اس مسند کا انتساب ابوبکر کلاعی کی طرف محض روایت کے لحاظ سے ہے۔ جمع و تدوین کے لحاظ سے نہیں۔'' خوارزمی کی جامع مسانید کا ذکر شاہ عبدالعزیز صاحب نے بھی بستان المحدثین میں کیا ہے۔ فرماتے ہیں۔

''مسند امام اعظم کہ بالفعل مشہور است تالیف قاضی القضاۃ ابوالمؤید محمد بن محمود بن محمد الخوارزمی است کہ در سنہ شش صد و ہفتاد و چہار آنرا رائج ساختہ، مسانید امام اعظم کہ علماء سابق پرداختہ بودند درین مسند جمع کردہ بزعم خود ہیچ چیز را از مرویات امام اعظمؒ ترک نہ کردہ وقبل از دے ہر چند مسانید بسیار برائے مرویات امام اعظمؒ ساختہ بودند، چنانچہ خود در خطبہ این مسند نام آنہا د سند خود باں مصنفین بیان نمودہ، اتا بیشتر رائج و مشہور دو مسند بود و تا حال موجود و متداول ست، اوّل مسند حافظ الحدیث عبداللہ بن محمد بن یعقوب الحارثی، دوم مسند حافظ الوقت حسین بن محمد بن خسرو رحمتہ اللہ علیہ چنانچہ اجازت این ہر سہ مسند براقم

الحروف نیز از شوخ خود رسیده

مسند امام اعظم کہ جو بالفعل مشہور ہے قاضی القضاۃ ابوالمؤید محمد بن محمود بن الخوارزمی کی تالیف ہے جس کو انہوں نے ۶۷۴ھ میں رواج دیا ہے۔

(یہ صحیح نہیں، کیونکہ محدث خوارزمی کی وفات اس سے انیس سال قبل ۶۵۵ھ میں ہو چکی تھی۔ نعمانی)

امام اعظم کی جن مسندوں کو اگلے علماء نے تالیف کیا تھا اس مسند میں ان کو جمع کر دیا ہے اور اپنے خیال میں امام اعظم کی مرویات میں سے کوئی چیز نہیں چھوڑی ہے ان سے پہلے بھی اگرچہ بہت سی مسندیں امام اعظمؒ کی مرویات کے سلسلہ میں لکھی گئی ہیں چنانچہ خود خوارزمی نے اس مسند کے دیباچہ میں ان کے نام اور ان کے مصنفین کے نام اور ان کے مصنفین تک اپنی سند کو بیان کیا ہے لیکن ان میں زیادہ تر مشہور اور رائج دو مسندیں رہی ہیں جو تا حال موجود و متداول ہیں۔ اوّل مسند حافظ الحدیث عبداللہ بن محمد بن یعقوب الحارثی۔ دوم مسند حافظ الوقت حسین بن محمد بن خسرو رحمۃ اللہ علیہ، چنانچہ ان تینوں مسندں کی اجازت راقم الحروف (یعنی شاہ صاحب) کو بھی اپنے اساتذہ سے پہنچی ہے۔

لیکن یہ صحیح نہیں کہ انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کی جملہ مرویات کو اس مسند میں جمع کر دیا ہے۔ امام ممدوح کی احادیث مرویہ کی تعداد چار ہزار ہے۔ چنانچہ امام حسن بن زیادہ لولوی فرماتے ہیں کہ:۔

کان ابو حنیفة یروی اربعة الاف حدیث الفین لحماد و الفین لسائر المشیخة

(مناقب الامام الاعظم از صدر الائمہ موفق بن احمد مکی، ج ا، ص ۹۶ طبع دائرۃ المعارف حیدر آباد، دکن)

امام ابوحنیفہ چار ہزار حدیثیں روایت کیا کرتے تھے۔ دو ہزار حماد سے اور دو ہزار بقیہ

شیوخ سے۔

اور خوارزمی کی جامع مسانید میں اس سے آدھی حدیثیں بھی موجود نہیں، بلکہ جیسا کہ مولانا ابوالوفا افغانی نے کتاب الآثار امام ابویوسف کے مقدمہ میں صراحت کی ہے۔

بل لم یستوعب جمیع آثار المسانید التی قال انه جمعها کماتتبعته وقابلته علی کتاب الآثار للامام محمد ومسند الحارثی

خوارزمی نے ان مسندوں کی سب حدیثوں کو بھی نہیں لیا۔ جن کے جمع کرنے کے متعلق انہوں نے کہا تھا جیسا کہ میں نے کتاب الآثار امام محمد اور مسند حارثی کا تتبع کر کے اور ان سے مقابلہ کر کے پتہ چلایا ہے۔

اور اپنے مکتوب گرامی میں جو راقم کے نام ۲ ربیع الثانی ۱۳۷۶ھ ہجری کو لکھا ہے، فرماتے ہیں:

''امام حسن (بن زیاد) کی کتاب الآثار کو تو ابن خسرو نے اپنی مسند میں پورا محفوظ کر لیا ہے اور جامع المسانید نے بھی، جیسے محمد بن خالد وہبی کی کتاب الآثار کو کلاعی نے محفوظ کر لیا ہے اپنی تخریج سے، اور جامع المسانید میں خوارزمی نے آٹھ دس مسندوں کی حفاظت تو کی مگر افسوس کہ کتاب الآثار للامام ابی یوسف اور مسند ابی نعیم اصفہانی، اور مسند ابن عدی اور مسند حافظ ابن ابی العوام کی حفاظت نہیں کی۔ نہ معلوم اس کے کیا اسباب تھے سندیں تو سب کی ابتداء میں ذکر کیں۔ مگر کتاب میں آثار امام ابی یوسف کا تو کہیں بھی حوالہ نہیں، باقی مسانید کا کہیں کہیں برائے نام حوالہ ہے اکثر جگہ متروک اس لئے جامع ناقص کتاب ہے باب المشائخ تو بالکل ناقص ہے، اور اس میں غلطیاں بھی ہیں۔ اگر مسند ابی نعیم کو بالاستیعاب ذکر کرتے، تو آج ہمیں بڑی سہولت اس کی تصحیح میں ہوتی۔''

تاہم خوارزمی کی جامع المسانید میں چونکہ امام ابوحنیفہؒ کی متعدد مسانید کی بیشتر روایتیں موجود ہیں، اس لئے متاخرین میں اس کتاب کو بڑی شہرت نصیب ہوئی۔ حافظ زین الدین قاسم بن قطلو بغا حنفی المتوفی ۸۷۹ھ نے اس پر ایک نہایت ضخیم شرح دو جلدوں میں لکھی۔

علامہ سید مرتضیٰ زبیدی نے عقود الجواہر المنیفہ میں حافظ قاسم کی اس شرح سے بڑا فائدہ اٹھایا ہے۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی المتوفی ۹۱۱ھ نے بھی اس کی شرح لکھی ہے جس کا نام ہے التعلیقۃ المنیفہ علی مسند ابی حنیفہ متعدد محدثین نے جامع المسانید کا اختصار بھی کیا ہے۔ چنانچہ امام شرف الدین اسماعیل بن عیسیٰ بن دولہ الاذنمانی المکی المتوفی ۸۹۲ھ کے اختصار کا نام ہے۔ اختیار اعتماد المسانید فی اختصار اسماء بعض رجال الاسانید۔ اس کتاب کی ابتداء میں امام ابوحنیفہؒ کے مناقب بھی بیان کئے ہیں۔ امام ابوالبقاء احمد بن ابی الضیاء محمد القرشی المکی نے اس کا جو مختصر لکھا ہے اس کا نام المستند فی مختصر المسند ہے اس میں مکررات کو اور ان اسانید کو حذف کر دیا ہے کہ جو مصنف کتاب سے لیکر امام ابوحنیفہؒ تک مذکور تھیں۔ تیسرا مختصر شیخ ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل بن ابراہیم حنفی نے لکھا ہے۔ کشف الظنون میں اس کے ایک اور اختصار کا بھی ذکر ہے۔ لیکن اس کے مؤلف کا نام معلوم نہ ہوسکا۔ جامع المسانید میں صحاح ستہ سے جو روایتیں زائد تھیں۔ ان کو علامہ حافظ الدین محمد بن محمد کردری المعروف بالبزازی المتوفی ۸۲۷ھ نے زوائد مسند ابی حنیفہ کے نام سے الگ جمع کیا۔ صاحب کشف الظنون نے محدث ابوحفص زین الدین عمر بن احمد الشماع الحلبی الشافعی المتوفی ۹۳۶ھ کی ایک تصنیف، لقط المرجان من مسند ابی حنیفہ النعمان کا بھی ذکر کیا ہے جو غالباً مسند خوارزمی ہی کا التقاط و ملخص ہے۔ (بعد کے دور میں علامہ محدث سید مرتضیٰ زبیدی حنفی المتوفی ۱۲۰۵ھ نے جامع مسانید سے امام اعظمؒ کی ان احادیث احکام کا انتخاب کیا۔ کہ جن کی روایت میں مصنفین صحاح ستہ بھی امام صاحب کے شریک ہیں۔ یہ بڑے کام کی کتاب ہے جو باریک ٹائپ کی دو جلدوں میں مصر سے طبع ہو کر شائع ہو چکی ہے۔ اس میں مؤلف نے ہر باب میں پہلے امام اعظمؒ کی روایت جس مسند میں وہ مروی ہے اس کے حوالہ سے نقل کیا ہے پھر صحاح ستہ اور دیگر کتب حدیث میں جن الفاظ کے ساتھ وہ روایت آئی ہے ان کو نقل کیا ہے۔ اس کتاب کا نام ہے۔ عقود الجواہر المنیفۃ فی ادلۃ مذہب الامام ابی حنیفۃ فیما وافق فیہ الائمۃ الستۃ

او بعضہم۔ اس کی ترتیب ابواب فقہ پر ہے پہلے اعتقادات کا بیان ہے اور پھر عملیات کا۔

خوارزمی کی جامع المسانید عرصہ ہوا کہ مطبع دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن سے دو ضخیم جلدوں میں طبع ہو کر شائع ہو چکی ہے۔ اس میں امام ابو حنیفہؒ کے تقریباً پانچ سو شاگردوں کی وہ روایات درج ہیں جو انہوں نے براہ راست امام ممدوح سے سُنی ہیں۔

(ملاحظہ ہو جامع المسانید کا باب چہلم)

افسوس ہے کہ جامع مسانید کے علاوہ امام ابو حنیفہؒ کی اور مسندیں جو اکابر محدثین نے مستقل طور پر مرتب کی تھیں اور جن کا ذکر سابق میں گزر چکا ہے۔ ان میں اب تک کوئی کتاب طبع نہ ہو سکی۔ مجلس احیاء المعارف النعمانیہ حیدر آباد دکن میں ان مسانید میں سے حسب ذیل چار مسندوں کے عکوس موجود ہیں۔

(۱) مسند ابن ابی العوام (۲) مسند حارثی (۳) مسند ابی نعیم اصفہانی (۴) مسند ابن خسرو

مجلس مذکور کا ارادہ ان تمام مسانید کو طبع کرا کر شائع کرنے کا ہے دعا ہے کہ حق تعالیٰ شانہ اس کام کو جلد سرانجام فرمائے۔

(اللہ تعالیٰ نے مولانا نعمانی کی دُعا قبول فرمائی اور آج ہمارے دور میں یہ چاروں مسندیں سعودی عرب سے مولانا عبدالحفیظ مکی، خلیفہ مولانا محمد زکریا کاندھلوی کی کوشش سے طبع ہو کر منظر عام پر آ چکی ہیں۔ (مرتب)

اسلام میں مسند ابی حنیفہ کا علمی مقام:

محدث محمد بن جعفر کتانی مالکی الرسالۃ المستطرفہ لبیان مشہور کتب السنہ المشرفہ میں جو کتب حدیث کے حالات میں ان کی ایک بے مثل تصنیف ہے۔ صحاح ستہ، مسند ابی حنیفہ، موطا مالک، مسند شافعی اور مسند احمد کا تفصیلی ذکر کرنے کے بعد یوں رقمطراز ہیں:۔

فھذا کتب الائمۃ الاربعۃ وباضافتھا الی السنۃ الاولی تکمل الکتب العشرۃ التی ھی اصول الاسلام وعلیھامدار الدین (ص ۱۶: طبع بیروت ۱۳۲۲ھ)

یہ ائمہ اربعہ کی کتابیں ہیں اور ان کو پہلے کی چھ کتابوں کے ساتھ ملانے سے وہ دس کتابیں پوری ہو جاتی ہیں کہ جو اسلام کی بنیادی کتابیں ہیں اور جن پر دین کا دارومدار ہے۔

اور حافظ ابوعبداللہ محمد بن علی بن حمزہ حسینی دمشقی، التذکرہ برجال العشرہ کے مقدمہ میں (جو ان دس کتابوں کے رجال کے حالات میں ایک مبسوط کتاب ہے اور جس سے حافظ ابن حجر عسقلانی نے تعجیل المنفعہ بزوائد رجال الائمۃ الاربعہ مرتب کی ہے جو ائمہ اربعہ کی مذکورہ تصانیف کے رجال کے حالات میں ان کی مشہور تصنیف ہے۔) فرماتے ہیں۔

مسند الشافعي موضوع لادلته على ماصح عنده من مروياته وكذلك مسند ابي حنيفةؒ

مسند امام شافعی ان ادلہ پر مشتمل ہے کہ جو امام ممدوح کی مرویات میں ان کے نزدیک صحیح ہیں۔ اور یہی حال مسند امام ابوحنیفہؒ کا ہے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے بھی "قرة العينين فی تفضيل الشيخين" میں مسند ابی حنیفہؒ کو حنفیوں کی امہات کتب میں شمار کیا ہے اور تصریح کی ہے کہ:

مسند ابی حنیفہؒ وآثار امام محمد بنائے فقہ حنفیہ است

فقہ حنفی کی بنا مسند ابی حنیفہ اور آثار امام محمد پر ہے۔

حافظ حسینی کی تصریح ابھی آپ کی نظر سے گزری، جس میں انہوں نے اس امر کا صاف اعتراف کیا ہے کہ مسند امام شافعی کی طرح امام ابوحنیفہؒ کی مسند بھی امام ممدوح کے ان ادلہ پر مشتمل ہے جو امام کی مرویات میں ان کے نزدیک صحیح تھے۔ یہ حسینی حنفی نہیں۔ شافعی ہیں اور ان کا شمار معمولی محدثین میں نہیں بلکہ حفاظ وقت و ناقدین فن میں ہے۔ اب ایک دوسرے عارف وقت علامہ دہر شافعی المذہب امام کی رائے مسانید امام ابوحنیفہؒ کی نسبت ملاحظہ فرمایئے۔ جن کا نام نامی عبدالوہاب شعرانی ہے وہ اپنی مشہور کتاب المیزان الکبریٰ میں فرماتے ہیں۔

وقد من الله تعالى على بمطالعة مسانيد الامام ابى حنيفة الثلاثة من نسخة صحيحة عليها خطوط الحفاظ اخرهم الحافظ الدمياطى فرأيته لايروى حديثا الاعن خيار التابعين العدول الثقات الذين هم من خير القرون بشهادة رسول الله صلى الله عليه وسلم كالاسود وعلقمة وعطاء ومجاهد ومكحول والحسن البصرى واضرابهم رضى الله عنهم اجمعين فكل الرواة الذين هم بينه وبين رسول الله صلى الله عليه وسلم عدول ثقات اعلام اخيار ليس فيهم كذاب ولا منهم بكذب ونا هيك ياخى بعد الة من ارتضاهم الام ابوحنيفة رضى الله عنه لان يأخذ عنهم احكام دينه مع شدة تورعه وتحرزه وشفقته على الامة المحمدية (ج ا ص ۶۴ طبع مصر سن ۱۳۴۴ھ)

مجھ پر اللہ تعالیٰ نے بڑا احسان فرمایا کہ امام ابوحنیفہؒ کی تین مسندوں کا ان کے صحیح نسخوں سے مطالعہ کرنے کی توفیق ملی، ان نسخوں پر حفاظ حدیث کے قلم کی تحریریں تھیں جن میں آخری شخص حافظ دمیاطی ہیں۔ مطالعہ پر میں نے دیکھا کہ امام ممدوح صرف ان تابعین کرام سے حدیثیں روایت کرتے ہیں کہ جو اپنے وقت کے برگزیدہ ترین، عادل اور ثقہ حضرات تھے اور جو حدیث نبوی کی تصریح کے مطابق خیر القرون کے لوگ تھے جیسے کہ اسود، علقمہ، عطا، مجاہد، مکحول اور حسن بصری جیسے حضرات ہیں۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔ سو تمام وہ رواۃ جو امام ابوحنیفہؒ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مابین ہیں، سب کے سب عادل ثقہ، نیک نام اور برگزیدہ ہیں ان میں کوئی شخص ایسا نہیں کہ جو کذاب ہو، یا اس پر کذب کی تہمت لگائی گئی ہو اور میرے بھائی ان کی عدالت کے لئے تمہیں یہ کافی ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے باوجود شدت ورع واحتیاط اور امت محمدیہ کا خاص خیال رکھنے کے ان حضرات کو اس غرض کیلئے منتخب فرمایا ہے، کہ ان سے اپنے دینی احکام کو حاصل کریں۔"

اس کے بعد آگے چل کر پھر لکھتے ہیں کہ:۔

کل حديث وجدناه فى مسانيد الامام الثلاثة فهو صحيح (ج۔ا:ص ۶۵)

امام اعظمؒ کی تینوں مسندوں میں ہم نے جو بھی حدیث پائی، وہ صحیح ہے۔

ابھی واضح رہے کہ اس بحث سے پہلے امام الشعرانی یہ تصریح کر چکے ہیں کہ

انی لم اجب عن الامام ابی حنیفة وغیرہ بالصدر واحسان الظن کما یفعل ذلك غیری وانما اجیب عنه بعد التتبع والفحص (ج۱ ص۶۳)

''میں امام ابو حنیفہؒ وغیرہ کے متعلق محض وسعت صدر اور حسن ظن کی بنا پر کوئی جواب دہی نہیں کروں گا جیسا کہ میرے علاوہ دوسرے لوگ کرتے ہیں بلکہ جو کچھ جواب دوں گا وہ تتبع اور تلاش کے بعد دوں گا۔''

امام الشعرانی کے اس بیان سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ مسانید امام ابو حنیفہؒ کے بارے میں اُنہوں نے جس رائے کا اظہار کیا ہے وہ پوری تحقیق اور جان پڑتال کے بعد کیا ہے۔ واللہ اعلم۔

(ماخوذ مسند امام اعظم مترجم مولانا کی یہ تحریر بطور مقدمہ کے اس میں شامل ہے اور ۸/۲۰x۲۶ سائز کے ۱۹ صفحات پر مشتمل ہے۔

☆......☆......☆

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مقام محدثین کی نظر میں

(۱) امام مالکؒ:

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے علم اور فقہ واجتہاد کے بارہ میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی رائے حسب ذیل تھی کتاب کردری (ج ۲ص ۳۹) میں لکھا ہے: **ذكر الصميری باسناده عن ابن المبارك قال كنت عند مالك اذ جاءه رجل فرفعه فلما خرج قال اتدرون من هٰذا. هذا ابو حنيفة لو قال هذه الاسطوانة من ذهب لقام بحجته لقد وفق الله تعالٰى له الفقه حتى ما عليه كثير مؤنة ثم قدم عليه الثوری فاجلسه دونه فلما خرج قال هٰذا سفيان و ذكر فقهه و ورعه**

یعنی محدثین کے پیشوا ابن مبارک فرماتے ہیں کہ میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بیٹھا تھا کہ اچانک ایک شخص آیا۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو بلند جگہ پر جگہ دی جب چلا گیا تو کہا کہ کیا تمہیں معلوم ہے یہ شخص کون ہے؟ یہ امام ابوحنیفہ ہے (اس کی علمیت کا یہ حال ہے) کہ اگر مثلاً کہہ دے کہ یہ ستون سونے کا ہے تو دلیل سے اس دعوٰی کو ثابت کر دکھائے۔ اللہ نے اس کو فقہ میں ایسی توفیق بخشی ہے کہ اس میں اس کو کوئی مشکل عائد نہیں ہوئی۔ پھر امام ثوری رحمۃ اللہ علیہ آئے تو ان کو اس درجہ سے نیچے جگہ دی جب چلے گئے تو کہا یہ سفیان ہے اور ان کی فقاہت اور تورع کا ذکر کیا۔

علامہ موفق بن احمد مکی نے کتاب مناقب ابی حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (ج ۲ص ۳۳) میں لکھا ہے:

حدثنی اسحٰق بن ابی اسرائيل سمعت محمد بن عمر الواقدی يقول كان مالك بن انس كثيرًا ما كان يقول بقول ابىَ حنيفة وينفقده وان لم يكن يظهره،

یعنی اسحٰق بن اسرائیل جو ابوداؤد و نسائی کے شیوخ میں سے ہیں روایت کرتے ہیں کہ اسحٰق بن عمر واقدی شاگرد امام مالک کہتے تھے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اکثر امام حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق حکم دیتے تھے اور ان کے قول کی تفحص کرتے تھے خواہ ظاہر نہ بھی کریں۔ پھر اسی صفحہ میں اسحٰق بن محمد بن عبدالرحمٰن امیر القراء شاگرد امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے اس طرح پر روایت کی ہے۔

قال كان مالك ربما اعتبر بقول ابى حنيفة فى المسائل

یعنی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اکثر مسائل میں امام ابوحنیفہ کے قول کو معتبر سمجھتے تھے۔ دیکھو پہلی روایت سے ثابت ہے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ملاقات کے وقت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی فضیلت کو ملحوظ رکھ کر اپنے سے بلند مرتبہ پر جگہ دی۔ پھر جب سفیان ثوری صاحب آئے تو ان کو ان سے نیچے بٹھایا اور پھر حاضرین کے روبرو امام صاحب کی قابلیت اور قوت استدلال کو اس مبالغہ سے بیان کیا کہ اگر آپ بالفرض ایک امر مستحیل الثبوت پر بھی دلیل قائم کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں۔ اور دوسری دو روایتوں سے ثابت ہے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ باوجود مجتہد ہونے کے اکثر مسائل کے فیصلہ کے وقت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی تلاش کرتے تھے اور اکثر دفعہ ان کے ہی قول پر فتویٰ صادر فرمایا کرتے تھے ان روایات سے علاوہ اس کے بقول امام مالک رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی کمال مدح و تعریف ثابت ہوتی ہے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ امام کا رتبہ امام مالک سے فضیلت و کمال اور فقہ و اجتہاد میں برتر تھا، اور آپ واقعی امام اعظم تھے۔

(۲) امام شافعیؒ:

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے تو حضرت امام ہمام کی جا بجا تعریف و توصیف بیان فرمائی۔ اور ان کی اعلمیت و افقہیت کا اعتراف کیا ہے۔ علامہ ابن حجر مکی شافعی نے اپنی کتاب خیرات الحسان کے ص ۳۱ میں لکھا ہے:

عن الربیع قال الشافعی ان الناس عیال فی الفقه علی ابی حنیفة ما رأیت ای علمت احدًا فقه منه.

یعنی ربیع بن سلیمان شاگرد امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ تمام لوگ فقہ میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے عیال ہیں۔ میں نے کوئی شخص بھی ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے افقہ نہیں دیکھا۔

انہی کی دوسری روایت میں ہے۔ **من لم ینظر فی کتبه لم یتبحر فی العلم و لا یتفقه** یعنی جس شخص نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں میں نظر نہیں کی۔ وہ علم و فقہ میں کبھی تبحر حاصل نہیں کر سکتا۔

نیز کتاب مذکور میں حرملہ بن یحیٰی شاگرد امام شافعی سے روایت ہے:

قال الشافعی من اراد ان یتبحر فی الفقه فهو عیال علٰی ابی حنیفة انه ممن وفق له الفقه یعنی امام شافعی فرماتے ہیں کہ جو شخص فقہ میں تبحر ہونا چاہے وہ امام ابو حنیفہ کا نمک خوار بنے کیوں کہ آپ ہی کو فقہ میں کامل توفیق ملی ہے۔

علامہ کردری نے اپنی کتاب (ج ۲ ص ۱۵۵) میں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ شاگرد امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ذکر میں لکھا ہے:

"ذکر الدیلمی عن امام شافعی قال جالسته عشر سنین حملت من کلامه حمل جمل لو کان کلهم علٰی قدر عقله ما فهمنا کلامه ولکهنه کان یکلمنا علی قدر عقولنا"

یعنی دیلمی نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے دس سال امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت کی اور ان کی تصنیفات اس قدر پڑھیں جن کو اونٹ اٹھا سکے۔ مگر امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اپنی عقل و فہم کے مطابق ہم سے کلام کرتے تو ہم ان کی کلام کبھی سمجھ نہ سکتے۔ لیکن وہ ہم سے ہماری عقل و فہم کے مطابق کلام کرتے تھے۔

نیز کتاب مذکور کے ص ۱۵۰ میں ہے: "ذکر السمعانی عن البویطی عن الشافعی رحمۃ اللہ علیہ قال اعاننی اللہ تعالیٰ فی العلم برجلین فی الحدیث بابن عیینۃ وفی الفقہ بمحمد"

یعنی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے علم میں دو شخصوں سے امداد دی۔ حدیث میں ابن عیینہ اور فقہ میں امام محمد سے۔

اور کتاب درمختار ص ۳۵ میں لکھا ہے: "قال الامام الشافعی من اراد الفقہ فلیلزم اصحاب ابی حنیفۃ فان المعانی قد تیسرت لھم واللہ ما صرت فقیھًا الا بکتب محمد بن الحسن"

یعنی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ جو فقہ حاصل کرنا چاہتا ہے وہ امام ابوحنیفہ کے اصحاب سے سیکھے کیونکہ معانی ان کو ہی میسر ہوئے ہیں بخدا میں امام محمد کی کتابیں پڑھ کر فقیہ بنا ہوں۔

روایات بالا پر غور کرنے سے معلوم ہوسکتا ہے کہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں کس قدر عظمت حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اصحاب کی تھی۔ آپ نے فیصلہ ہی کردیا ہے کہ فقہ میں تمام فقہاء اور محدثین حضرت امام ممدوح کی عیال ہیں اور جس کی نظر امام صاحب کی کتب میں نہ ہو وہ فقاہت یا تبحر فی العلم کا دعویٰ ہی نہیں کرسکتا۔ امام صاحب تو بجا خود حضرت امام محمد (جو امام صاحب کے شاگرد ہیں) کے علم کی نسبت امام شافعی صاحب کی یہ رائے (کہ اگر وہ اپنی علمیت کے مطابق کلام کرتے تو امام شافعی جیسے امام مجتہد اس کو سمجھ بھی نہ سکتے اور یہ کہ آپ نے جو کچھ سیکھا، ان سے اور ان کی کتابوں سے سیکھا ہے)

(۳) امام احمد بن حنبلؒ:

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی رائے امام صاحب اور ان کے شاگردوں کی نسبت روایات ذیل سے ظاہر ہوتی ہے۔

علامہ ابن حجر مکی شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے خیرات الحسان کے ص ۳۳ میں لکھا ہے:

"قال احمد بن حنبل فی حق ابی حنیفة انه کان من العلم والورع والزهد وایثار الاخره بمحل لا یدرکه احد"

یعنی امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابوحنیفہ کی شان میں کہا ہے کہ آپ علم و ورع و زہد و ایثار آخرت میں ایسے درجہ میں تھے جو کسی کو بھی نہیں ملا۔

علامہ کردری نے اپنی کتاب مناقب (ج ۲ ص ۲۵) میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ (شاگرد امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ) کے ذکر میں لکھا ہے: **"عن العباس بن محمد قال احمد بن حنبا اول ما طلبت الحدیث ذھبت الیه وطلبته منه ثم کتبتها عن الناس"**

یعنی عباس بن محمد سے جو سنن اربعہ کے شیوخ سے ہیں روایت ہے کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں سب سے پہلے طلب حدیث میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گیا اور پھر اور لوگوں سے حدیث کو لکھا۔

دیگر محدثین کی شہادتیں:

ائمہ ثلاثہ کی شہادتیں گزر چکی ہیں اب ہم بطور نمونہ بعض اکابر محدثین کی شہادتیں لکھتے ہیں جنہوں نے حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی فقاہت و اجتہاد وغیرہ کی تعریف کی ہے سو سب سے اول امام المحدثین حضرت سفیان ثوری کے جو بقول تقرب التہذیب، ثقہ، حافظ، فقیہ، عابد، امام حجۃ تھے اقوال لکھے جاتے ہیں جو کہ امام ہمام کے ہر عصر اور ہم وطن بھی تھے کہ انہوں نے امام صاحب کی عظمت کو کہاں تک تسلیم کیا ہے۔

(۴) سفیان ثوریؒ:

کتاب کردری (ج ۲ ص ۱۰) اور خیرات الحسان کے ص ۳۲ میں بروایت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ امام حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت حضرت سفیان الثوری رحمۃ اللہ علیہ کا قول اس طرح پر مروی ہے:

"وکان واللہ شدید الاخذ للعلم ذابًا عن المحارم لا یاخذ الا بما صح عنه علیه السلام شدید المعرفة بالناسخ والمنسوخ وکان یطلب احادیث

الثقات و الا خير من فعل النبی علیہ السلام وما ادرك عامة العلماء الكوفة فی اتباع الحق اخذ به وجعله دينه وقد شنع عليه قوم فسكتنا عنهم بما نستغفر تعالٰی منه بل قد كان منا اللفظة بعد اللفظة قال قلت ارجو الله تعالٰی ان يغفر لك ذٰلِكَ"

(یعنی ابو حنیفہ بخدا علم کے اخذ میں سخت مستعد اور منہیات کا انسداد کرنے والے تھے، وہی حدیث لیتے تھے جو پایۂ صحت کو پہنچ چکی ہو۔ ناسخ و منسوخ کی پہچان میں قوی ۔ قت رکھتے تھے۔ ثقہ اصحاب کی احادیث اور آخری فعل رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے متلاشی رہتے تھے حق کی پیروی میں جس بات پر جمہور علماء کوفہ کو متفق پاتے تھے۔ اس سے تمسک پکڑتے اور اسی کو اپنا دین و مذہب قرار دیتے تھے۔ قوم نے آپ پر بے جا طعن تشنیع کی اور ہم نے بھی خاموشی اختیار کی جس کی نسبت ہم خدا سے استغفار کرتے ہیں بلکہ ہم سے بھی آپ کے حق میں بعض غلط الفاظ نکلے۔)

عبداللہ بن مبارک نے کہا ہے

"عن العسكری عن ثابت الزاهد قال كان اذا شكل علی الثوری مسألة قال ما يحسن جوابها الا من حسدناه ثم يسأل عن اصحابه ويقول ما قال فيه صاحبكم فيحفظ الجواب ثم يفتأ به"

عسکری ثابت زاہد شاگرد ثوری جو امام بخاری و ترمذی کے رواۃ سے ہیں۔ کہتے ہیں کہ جب امام ثوری کو کسی مسئلہ میں کوئی مشکل پیش آتی تھی تو کہتے تھے کہ اس کا بہترین جواب وہی شخص دے سکتا ہے جس سے ہم حسد کرتے ہیں (یعنی امام ابو حنیفہ) پھر امام صاحب کے شاگردوں سے پوچھتے تھے کہ تمہارے امام نے اس بارہ میں کیا فتویٰ دیا ہے پھر جواب کو یاد رکھتے تھے اور اس کے مطابق فتویٰ دیا کرتے تھے۔

حافظ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ (جو شافعی المذہب ہیں) **تبييض الصحيفه** کے ص ۱۴۱

میں لکھتے ہیں:

"روی الخطیب عن محمد بن المنتشر قال کنت اختلف إلٰی ابی حنیفة وإلٰی سفیان فآتی ابی حنیفة فیقول لی من این جئت فاقول من عند سفیان فیقول لقد جئت من عند رجل لو ان علقمة والاسود حضر الاحتاجا الی مثله فآتی سفیان فیقول من این جئت فاقول من عند ابی حنیفة فیقول لقد جئت من عند افقه اهل الارض"

یعنی محمد بن منتشر جو ائمہ صحاح ستہ کے شیوخ سے ہیں کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ اور امام سفیان دونوں کی خدمت میں مَیں مختلف اوقات میں جایا کرتا تھا جب امام ابوحنیفہ کے پاس جاتا تھا تو پوچھتے تھے کہ کہاں سے آیا ہے؟ میں کہتا تھا سفیان کے پاس سے اس پر آپ فرماتے تھے کہ تو ایسے شخص کے پاس سے آیا ہے کہ اگر اسود اور علقمہ بھی اس وقت موجود ہوتے تو ایسے شخص کے وہ محتاج ہوتے۔ پھر میں سفیان کے پاس جاتا تھا تو وہ پوچھتے تھے کہ تو کس کے پاس سے آیا ہے میں کہتا تھا کہ امام ابوحنیفہ کے ہاں سے آیا ہوں۔ آپ کہتے تھے کہ تو ایسے شخص کے ہاں سے آیا ہے جس سے بڑھ کر روئے زمین پر کوئی فقیہ نہیں ہے۔

قلائد میں لکھا ہے: **"قال سفیان الثوری کنا بین یدی أبی حنیفة کالعصافیر بین یدی البازی وان ابا حنیفة سید العلماء"**

یعنی سفیان ثوری فرماتے ہیں کہ ہم ابوحنیفہ کے سامنے ایسے تھے جیسے باز کے سامنے چڑیاں ہوتی ہیں۔ اور امام ابوحنیفہ سید العلماء ہیں۔

دیکھو امام سفیان ثوری کے یہ اقوال حضرت امام ہمام کی فضیلت، ثقاہت، فقاہت، اجتہاد، تبحر فی الحدیث کے کیسے زبردست گواہ ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ امام ابوحنیفہ کو صحیح وضعیف، ناسخ ومنسوخ کے پرکھنے کا بہت بڑا ملکہ حاصل تھا اور آپ کا تمسک ان ہی احادیث سے تھا جو پایہ صحت کو پہنچ چکی ہوں اور جن کے راوی ثقہ وعادل ہوں اور جن پر آخری فعل نبوی صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ کرام رضی اللہ عنہم ثابت ہو اور یہ کہ امام ثوری رحمۃ اللہ علیہ باوجود تبحر فی الفقہ

والحدیث کے مشکل مسائل میں امام ممدوح کی ہی تحقیق کو پسند کرتے اور ان کے ہی قول پر فتویٰ دیتے تھے اور آپ کو حجۃ اللہ فی الارض تسلیم کرتے اور آپ کے مقابلہ میں اپنے آپ کو ایسا سمجھتے جیسا کہ شہباز کے مقابلہ میں چڑیا ہوتی ہے۔

(۵) امام الاعمشؒ:

یعنی سلیمان بن مہران متوفی ۱۴۷ھ جن کی تعریف میں صاحب تقریب نے "ثقہ، حافظ، عارف بالقرأة ورعٌ" کے الفاظ لکھے ہیں اور جو کہ ائمہ صحاح کی اعلیٰ رواۃ سے ہیں۔ خیرات الحسان کے ص ۳۴ میں ان کی شہادت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے حق میں اس طرح پر لکھی ہے۔ "وسئل الاعمش مسئلة فقال انما يحسن جواب هٰذا النعمان بن ثابت واظنه بورك له في علمه" یعنی امام اعمش سے ایک مسئلہ پوچھا گیا تو آپ نے کہا اس کا اچھا جواب نعمان بن ثابت ہی دے سکتے ہیں اور میرے خیال میں خدا نے ان کے علم میں بڑی برکت بخشی ہے۔

پھر اسی کتاب کے ص ۶۷ میں لکھا ہے: "وروى الخطيب عن ابی یوسف قال وكان عند الاعمش فسئل عن مسائل فقال لابی حنيفة ما تقول فاجابه قال من اين لك هٰذا قال من احاديثك التى رويتها عنك وسرد له عدة احاديث بطرقها فقال الاعمش حسبك ما حدثتك به فی مائة يوم تحدثنی به ساعة واحدة ما علمت انك تعمل بهٰذا الاحاديث يا معشر الفقهاء انتم الاطباء و نحن الصيادلة وانت ايها الرجل اخذت بكلا الطرفين"

یعنی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ امام اعمش رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ان سے چند مسائل کسی نے پوچھے۔ آپ نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ آپ اس بارہ میں کیا کہتے ہیں جب آپ نے جواب دیا تو امام اعمش رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ آپ کو یہ معلومات کہاں سے حاصل ہوئی۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ان احادیث سے جو میں نے آپ سے روایت کی ہیں پھر

ان متعدد احادیث کو مع سلسلہ اسناد کے بیان کرنا شروع کیا۔ اس پر امام اعمش رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آپ نے حد کر دی ہے جو احادیث میں نے سو دن میں آپ کو بیان کی تھیں وہ آپ نے ایک ساعت میں سنا دیں مجھے یہ علم نہ تھا کہ آپ ان احادیث پر عمل کر رہے ہیں۔ اے جماعتِ فقہاء آپ لوگ طبیب ہیں اور ہم لوگ دوا فروش ہیں اور اے شخص تو نے تو دونوں طرف (فقہ وحدیث) سے بہرہ وافر حاصل کیا۔

دیکھو ان دو روایات سے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی کمال فضیلت کی کیسی زبردست شہادت ملتی ہے کہ امام اعمش رحمۃ اللہ علیہ جیسے جلیل القدر امام حدیث ان سے مسئلہ دریافت ہونے پر یہ فرماتے ہیں کہ اس کا احسن جواب تو امام ابو حنیفہ ہی دے سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے علم میں عجب برکت بخشی ہے اور پھر دوسری روایت میں امام صاحب کے اس کمال کی داد دیتے ہوئے کہ جو سو دن میں احادیث ہم نے بیان کیں آپ نے ایک گھڑی میں ان کا بیان کر دیا۔ پھر ترجیح فقہاء میں یہ فرماتے ہیں کہ یہ لوگ (فقہاء) اطباء ہیں اور ہم لوگ (محدثین) دوا فروش ہیں۔ پھر امام صاحب کو سید الفقہاء والمحدثین اس دلیل سے قرار دیتے ہیں کہ آپ تو ماشاء اللہ ہر دو کمال رکھتے ہیں یعنی دوا فروش (محدث) بھی اور طبیب (فقیہ) بھی۔ اللہ اکبر امام صاحب کی فضیلت پر اس سے زبردست شہادت کیا چاہیے۔

(۶) عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ:

متوفی ۱۸۱ھ جن کی تعریف تقریب میں **ثقۃ، ثبت، فقیہ، عالم، جواد، مجاھد، جمعت فیه خصال الخیر** لکھی ہے اور صاحب **اتحاف النبلاء** نے لکھا ہے کہ آپ نے امام مالک، سفیان الثوری، سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ وغیرہ چار ہزار شیوخ سے روایت کی اور علم ا... یا۔ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ ان کے شاگردوں سے ہیں۔ پھر یہ بھی لکھا ہے کہ آپ ... امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں میں سے تھے ان کی وفات کے بعد مدینہ منورہ میں جا کر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی شاگردی کی اور ان سے تفقہ حاصل کیا۔ آپ امام اعظم ابو

حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت اس طرح سے شہادت دیتے ہیں جو خیرات الحسان کے ص ۳۲ میں اس طرح پر لکھی ہے:

”قال ابن المبارك ليس احد احق ان يقتدٰى به من أبي حنيفة لانه كان إماما تقيًا ورعًا عالمًا فقيهًا كشف العلم كشفا لم يكشفه احد ببصر وفهم وفطنته وتقى“

یعنی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے بڑھ کر کوئی شخص اس بات کا مستحق نہیں ہے کہ اس کی تقلید کی جائے کیوں کہ وہ ایک امام متقی، متورع، عالم فقیہ تھے جیسا انہوں نے علم کو اپنی بصارت، فہم، ادراک اور اتقاء سے کھولا ہے ایسا کسی نے نہیں کھولا۔

دیکھو محدثین کے پیشوا نے کس زور سے امام اعظم کی افضلیت کو دلائل سے ثابت کر کے ضمناً امام مالک رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۷۹ھ پر بھی ان کو کامل ترجیح دی ہے حالانکہ امام مالک ان کے آخری استاد تھے اور دستور ہے کہ شاگرد اپنے آخری استاد کو ترجیح دیا کرتے ہیں مگر آپ نے انصاف کو مدنظر رکھ کر صاف صاف فرمادیا کہ کوئی شخص امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے بڑھ کر اس بات کا مستحق نہیں کہ اس کی تقلید کی جائے۔

(۷) معمر بن راشد (متوفی ۱۵۴ھ):

جن کو تقریب میں ثقہ، ثبت، فاضل کہا گیا ہے اور ترمذی وغیرہ کے لیے اعلیٰ رواۃ سے ہیں تبییض الصحیفہ کے ص ۲۰ میں ان کی شہادت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے حق میں اس طرح پر لکھی ہے:

”روى خطيب عن عبدالرزاق قال كنت عند معمر واتاه ابن المبارك فسمعت معمرًا يقول ما اعرف رجلا يحسن التكلم في الفقه ويسعه ان يقيس و يشرح الحديث في الفقه احسن معرفة من ابي حنيفة ولا اشفق علٰى نفسه من ان يدخل في دين الله شيئًا من الشك مثل ابي حنيفة“

یعنی عبدالرزاق کہتے ہیں کہ میں معمر کے پاس تھا کہ عبداللہ بن مبارک ان کے پاس آئے پھر معمر کہنے لگے کہ میں ایسے کسی شخص کو نہیں جانتا جو فقہ میں اچھی طرح سے تکلم کر سکتا ہو اور نیز اس کو قیاس کرنے کی بھی وسعت ہو اور فقہ وحدیث کی شرح کی قدرت رکھتا ہو۔ جیسا کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو یہ سب باتیں حاصل ہیں اور مجھے سوائے ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ایسا کوئی نظر نہیں آتا جو اپنے نفس میں اس بات کا بہت ڈر رکھتا ہو کہ دین الٰہی میں کسی طرح کی کوئی مشکوک بات داخل کر دے۔

دیکھو جب ایسی زبردست شہادت سے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا نہ صرف فقیہہ اور شارح حدیث اور صائب الرائے ہونا ہی نہیں بلکہ ان اوصاف میں بے مثل ہونا ثابت ہے اور نیز یہ کہ آپ جیسا دینی امور میں محتاط اور خائف من اللہ دنیا بھر میں کوئی نہ تھا تو پھر مخالفین کو امام ہمام کے برخلاف زبان طعن دراز کرنے سے بجز اپنی عاقبت خراب کرنے کے اور کچھ حاصل نہیں ہے۔

(۸) عمرو بن دینار المکی (متوفی ۱۲۶ھ):

جو کبار تابعین سے ہیں اور ان کی تعریف میں صاحبِ تقریب نے ثقہ، ثبت کے الفاظ لکھے ہیں اور ائمہ صحاح کے اعلیٰ رواۃ سے ہیں۔ وہ امام ابوحنیفہ کی ابتدائی حالت میں جو عزت کرتے تھے ان کی نسبت خیرات الحسان کے ص ۳۵ میں اس طرح پر لکھا ہے:

"وقال حماد بن زيد كنا نأتي عمرو بن دينار فإذا جاز ابو حنيفة اقبل عليه وتركنا نسأل ابا حنيفة فنسأله فيحدثنا"

یعنی حماد بن زید جو ائمہ صحاح کے اعلیٰ رواۃ سے ہیں، کہتے ہیں کہ ہم عمرو بن دینار کے پاس جایا کرتے تھے پس جب کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ آتے تو آپ ان کی طرف متوجہ ہو جاتے اور اس بات پر ہمیں چھوڑ دیتے کہ امام صاحب سے ہم مسائل پوچھیں۔ پس ہم ان سے مسائل پوچھتے اور امام ابوحنیفہ حدیثیں بتاتے تھے۔

دیکھو عمرو بن دینار جیسے جلیل القدر فقیہ، محدث جو بقول امام ذہبی اپنے زمانہ میں اعلم وافقہ اوراحفظ تسلیم کیے گئے تھے جب امام ہمام کے ابتدائی زمانہ میں ان کی اس قدر عزت کرتے تھے تو انتہائی زمانہ میں جب ہر طرح سے آپ کو کمال حاصل ہوگیا تھا۔تو پھر وہ امام اعظم اور پیشوائے امت کیوں نہ تسلیم کیے جاتے۔

(۹) مسعر بن کدامؒ (متوفی ۱۵۳ھ):

جن کی تعریف تقریب التہذیب میں ثقہ، ثبت، فاضل کے الفاظ سے کی گئی ہے اور ائمہ صحاح ستہ کے اعلیٰ شیوخ سے ہیں۔امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت ان کی رائے خیرات الحسان کے ص ۳۲ میں اس طرح پر لکھی ہے:

"وقال مسعر بن كدام من جعل ابا حنيفة بينه و بين الله رجوت ان لا يخاف ولا يكون في الاحتياط لنفسه وقيل له لم تركت رائے اصحابه واخذت برايه قال لصحته فاتوا باصح منه لا رغب عنه اليه وقال ابن المبارك رأيت مسعرًا فى حلقة ابى حنيفة يسأله ويستفيد منه وقال ما رأيت افقه منه"

یعنی مسعر بن کدام نے کہا کہ جس شخص نے اپنے اور خدا کے درمیان امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو واسطہ گردانا۔امید ہے کہ اس کو کچھ خوف وخطر نہ ہوگا۔ان سے کہا گیا کہ آپ نے اپنے اصحاب کی رائے کو چھوڑ کر ان کی رائے کو کیوں اختیار کیا تو کہا اس لیے کہ ان ہی کی رائے صحیح ہے تم اس سے زیادہ صحیح دکھلاؤ تو میں اس کو اختیار کرسکتا ہوں۔(یعنی ان کی رائے سے زیادہ صحیح رائے ملنا محال ہے) ابن مبارک کہتے ہیں کہ میں نے مسعر کو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ درس میں بیٹھا ہوا دیکھا کہ ان سے مسائل پوچھتا اور استفادہ کرتا تھا اور کہتا کہ میں نے آپ سے افقہ کوئی نہیں دیکھا۔

کتاب امام موفق (ج ۱ ص ۲۴۹) میں لکھا ہے:"عن ابی اسحاق الخوارزمی

قاضی خوارزم قال مر مسعر بن کدام بابی حنیفة و اصحابه فوجدھم قد ارتفعت اصواتھم فاقام ملیا ثم قال ھٰؤلاء افضل من الشھداء والعباد والمتھجدین ھٰؤلاء یجھدون فی احیاء سنت النبی ﷺ و یجتھدون فی اخراج الجھال من جھلھم ھؤلاء افضل الناس"

یعنی ابواسحاق قاضی خوارزم کہتے ہیں کہ ایک روز مسعر بن کدام رحمۃ اللہ علیہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اصحاب کی مجلس کے پاس سے (جب کہ وہ اپنے آواز مذاکرہ مسائلِ فقہ میں بلند کر رہے تھے) گزرتے ہوئے کچھ دیر کے لیے ٹھہر گئے۔ پھر کہا یہ لوگ شہیدوں، عابدوں تہجد پڑھنے والوں سے افضل ہیں۔ یہ لوگ سنتِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زندہ کرنے میں مشغول ہیں اور جاہلوں کو جہل سے نکالنے میں کوشش کر رہے ہیں۔

اللہ اکبر!! دیکھو اہل حدیث کے پیشوا حضرت مسعر بن کدام کو امام اعظم کی نسبت کس قدر حسنِ اعتقاد تھا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ اور اپنے درمیان امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو وسیلہ گردان لے اس کو کوئی خوف و خطر نہیں ہوگا اور یہ کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اصحاب احیائے سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے شہداء اور عابدوں وغیرہ سے افضل ہیں اور یہ کہ اجتہاد اور فقاہت سب اعمالِ صالحہ سے افضل ہے اور یہ کوئی عمل اس کے رتبہ کو نہیں پہنچ سکتا۔

(۱۰) عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج مکی (متوفی ۱۵۰ھ):

جن کی تعریف میں تقریب التہذیب میں ثقۃٌ، فقیہٌ، فاضل کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں اور ائمہ صحاح کے اعلیٰ شیوخ سے ہیں۔

خیرات الحسان کے ص ۳۲ میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت ان کا قول اس طرح پر لکھا ہے:

"عن ابن عیینہ قال ابن جریج لما بلغه من عبادته وشدة ورعه وصیانته لدینه وعلمه احسبه سیکون له فی العلم شان عجیب وذکر عنده یوم فقال اسکتوا انه لفقیه انه لفقیه"

یعنی ابن جریج کو جب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی علم و ورع اور استقامتِ دین کا حال معلوم ہوا تو کہنے لگے عنقریب اس شخص کا علم کے بارہ میں عجیب شان ہو گا۔ ایک روز آپ کے سامنے امام ممدوح کا ذکر ہوا کہنے لگے خاموش رہو بالتحقیق وہ افقیہ ہے۔

پھر اسی کے ص ۶۹ میں لکھا ہے: "**لما بلغ ابن جريج فقيه مكة وشيخ شيخ الشافعي موته استرجع وقال اى علم ذهب**"

یعنی جب ابن جریج فقیہ مکہ کو جو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ الشیخ ہیں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی موت کی خبر پہنچی تو آپ نے استرجاع کے بعد کہا: آج علم کا ایک بڑا بھاری نشان گم ہو گیا۔

(۱۱) داؤد الطائیؒ (متوفی ۱۶۰ھ):

جن کی تعریف میں صاحب تقریب نے **ثقةٌ، فقيهٌ، فاضلٌ** کے الفاظ لکھے ہیں اور امام نسائی کے اعلیٰ شیوخ سے ہیں۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت ان کی شہادت خیرات الحسان کے ص ۳۵ میں اس طرح پر لکھی ہے:

"**وذكر عند داؤد الطائى فقال ذاك نجم يهتدى به السارى وعلم تقبلة قلوب المؤمنين**"

یعنی داؤد طائی کے پاس امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر ہوا تو آپ نے کہا کہ وہ ایک روشن ستارہ ہیں جس کی روشنی میں سب ہدایت پاتے ہیں۔ آپ ایسے عالم ہیں کہ تمام مومنوں کے دل آپ کو قبول کرتے ہیں۔

(۱۲) محمد بن اسحاق امام المغازیؒ (متوفی ۱۴۴ھ):

جن کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ امیر الحدیث کے لقب سے پکارتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت جو ان کو حسنِ ظن تھا۔ اس کا حال کتاب امام موفق (ج ۲ ص ۳۳) پر اس طرح پر لکھا ہے:

"**عن يونس بن بكير يقول قدم محمد بن اسحاق الكوفة فكنا نسمع منه المغازى وربما زار ابا حنيفة فيما بين الايام ويطيل المكث عنده ويجاريه**

فی مسائل تنویہ"

یعنی یونس بن بکیر جو ائمہ صحاح کے رواۃ سے ہیں۔ کہتے ہیں کہ محمد بن اسحاق جب کوفہ آئے تو ہم لوگ اکثر ان سے ذکر غزوات سنا کرتے تھے اور وہ ان دنوں بسا اوقات امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت ان کے مقام پر جا کر کیا کرتے تھے اور بہت عرصہ آپ کے پاس ٹھہرتے تھے اور مسائل پیش آمدہ کا ان سے استفادہ کرتے تھے۔

دیکھو یہ وہی محمد بن اسحاق ہیں جن کی حدیث پر مسئلہ فاتحہ خلف الامام کا دارومدار ہے اور جو بقول امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ امیر الحدیث ہیں۔ ان کا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کو اپنی اقامت کے دنوں میں بار بار جانا اور مسائل پیش آمدہ کی نسبت آپ سے استفادہ کرنا امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی فضیلت پر ایسی زبردست دلیل ہے کہ جو مخالفین پر اتمام الحجت ہے کیوں کہ جب وہ محمد اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کو بڑے پایہ کا محدث مانتے ہیں اور ان کے فعل نے امام صاحب کی اعلیٰ فضیلت کی شہادت ملتی ہے تو پھر غیر مقلدین امام صاحب کی فضیلت سے کس طرح انکار کر سکتے ہیں۔ سچ ہے: والفضل ما شهدت به الاعداؤ

(۱۳) شعبہ بن الحجاجؒ (متوفی ۱۶۰ھ):

جن کی تعریف میں صاحب تقریب نے **ثقةٌ، حافظٌ، متقنٌ کان الثوری یقول هو امیر المؤمنین فی الحدیث** کے الفاظ لکھے ہیں اور ائمہ صحاح کے اعلیٰ رواۃ سے ہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت ان کی رائے کتاب امام موفق (ج ۲ ص ۴۶) میں اس طرح پر لکھی ہے:

"عن یحیٰی بن اٰدم قال کان شعبة إذا سئل عن ابی حنیفة اطنب فی مدحه وکان یهدی الیه فی کل عام طرفة"

یعنی یحییٰ بن آدم فرماتے ہیں کہ جب کبھی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت حضرت شعبہ سے پوچھا جاتا تھا تو وہ بہت بڑی تعریف ان کی کرتے تھے اور ہر سال نیا تحفہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو بھیجا کرتے تھے۔

اورخیرات الحسان کے ص ۳۴ میں اس طرح پر لکھا ہے:"**وقال شعبة كان والله حسن الفهم جيد الحفظ حتى شنعوا عليه بما هو اعلم به منهم والله سيقون عند الله**"

یعنی شعبہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نہایت تیز فہم اور تیز حافظہ تھے لوگوں نے ان پر ایسی باتوں کی بنا پر طعن کیا۔ جن کو ان سے وہ زیادہ جاننے والے تھے۔ آخرانہوں نے خدا سے ملنا ہے یعنی اس بدگوئی کا بدلہ اس وقت ملے گا۔

پھر اسی کے ص ۶۹ میں لکھا ہے:"**فلما بلغ شعبة موته استرجع وقال طفئ عن الكوفة نور العلم اما انهم لا يرون مثله ابدًا**"

یعنی "جب شعبہ کو آپ کی وفات کی خبر پہنچی تو استرجاع کے بعد کہنے لگے آج کوفہ کا چراغِ علم گل ہوگیا۔ اور اب اہلِ کوفہ کو قیامت تک اس کی نظیر ملنا محال ہے۔"

(۱۴) محمد بن میمونؒ (متوفی ۱۶۷):

جو ائمہ صحاح کے اعلیٰ شیوخ سے ہیں اور تقریب میں ان کی نسبت ثقۃٌ فاضلٌ کے الفاظ لکھے ہیں۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے شان میں ان کی شہادت خیرات الحسان کے ص ۳۵ میں اس طرح پر لکھی ہے:"**وقال الحافظ محمد بن ميمون لم يكن في زمن أبي حنيفة أعلم ولا اورع ولا ازهد ولا اعرف ولا افقه منه تالله ما سرّني بسماعي منه مائة الف دينار**"

یعنی حافظ الحدیث محمد بن میمون کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں علم و ورع اور زہد میں کوئی شخص ان سے بڑھ کر نہ تھا۔ اور نہ کوئی شخص علم و فقاہت میں ان کا مساوی تھا۔ اللہ کی قسم مجھے ان سے ایک حدیث سن لینے کی خوشی ایک لاکھ دینار کے مل جانے سے بھی زیادہ ہوتی تھی۔

دیگر محدثین امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سننے کے کس

قدر مشتاق تھے اور ان سے، سنی ہوئی حدیث کی کس قدر قدر کرتے تھے کہ ایک لاکھ اشرفی کے مل جانے سے بھی ان کو زیادہ خوشی ہوتی ہے۔

(۱۵) عطاء ابن ابی رباحؒ (متوفی ۱۱۴ھ):

جو کبار تابعین سے ہیں اور جن کی تعریف میں تقریب میں ثقۃٌ فقیہٌ فاضلٌ کے الفاظ لکھے ہیں اور تذہیب میں لکھا ہے:

"ھو احد الفقھاء ولائمة وکان ثقة عالمًا کثیر الحدیث انتھت الیه الفتوٰی بمکة"

اور ائمہ صحاح ستہ کے اعلیٰ روات سے ہیں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی (جب کہ ان کی عمر ۳۲ سال کے اندر ہی تھی) جو عزت کیا کرتے تھے۔

اس کی نسبت کتاب امام الموفق (ج ۲ ص ۶۷) میں اس طرح پر مروی ہے:

"عن الحارث بن عبدالرحمٰن قال کنا نکون عند عطاء بن ابی رباح بعضنا خلف بعض فإذا جاء أبو حنیفة اوسع له وادناه"

یعنی "حارث بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ ہم لوگ ایک دوسرے کے پیچھے واسطے سماعت احادیث کے امام عطاء بن ابی رباح کے پاس بیٹھے ہوتے تھے کہ اتنے میں جب ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ آ جاتے تو وہ ان کے لیے جگہ فراخ کرا دیتے اور اپنے بہت نزدیک بٹھا لیتے۔"

دیکھو جس شخص کا استاد اس کے زمانہ شاگردی میں ہی اس کی اس قدر عزت و حرمت کرے اور استاد بھی کوئی معمولی استاد نہ ہو بلکہ اپنے وقت کا ایک مسلم امام و مقتدیٰ ہو بھلا وہ شاگرد اپنے کمال میں منتہی ہونے پر کیوں مقتدائے امتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام نہ ہوتا۔

(۱۶) فضیل بن عیاضؒ (متوفی ۱۸۷ھ):

جن کی نسبت ثقۃٌ، عابدٌ، امام کے الفاظ تقریب میں لکھے ہیں اور ترمذی کے اعلیٰ روات سے ہیں۔ ان کی شہادت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت تبییض الصحیفۃ کے ص ۱۹

میں اس طرح پر لکھی ہے:

”روی الخطیب عن سعید بن منصور قال سمعت فضیل بن عیاض یقول کان ابو حنیفة رجلا فقیهًا معروفًا بالفقه مشهورًا بالورع وکان اذا وردت علی مسألة فیها حدیث صحیح اتبعه وان کان عن الصحابة والتابعین و إلا قاس فاحسن القیاس“

یعنی ”سعید بن منصور جو ائمہ صحاح ستہ کے شیوخ سے ہیں۔ کہتے ہیں کہ میں نے فضیل بن عیاض کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے امام ابوحنیفہ ایک مرد فقیہ تھے جو فقہ اور ورع میں مشہور تھے اگر کوئی ایسا مسئلہ وارد ہوتا کہ اس کے متعلق کوئی صحیح حدیث مل سکے تو اس پر عمل کرتے تھے اگرچہ وہ صحابہ رضی اللہ عنہم یا تابعین سے ہی مروی ہو۔ ورنہ قیاس کرتے تھے اور اچھا قیاس کرتے تھے۔

(۱۷) سفیان بن عیینہؒ (متوفی ۱۹۸ھ):

جن کی نسبت تقریب میں ثقةٌ، حافظ، فقیهٌ، امامٌ، حجةٌ کے الفاظ لکھے ہیں اور ائمہ صحاح کے اعلیٰ شیوخ سے ہیں۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت ان کی شہادت خیرات الحسان کے صفحہ ۳۲ میں اس طرح پر لکھی ہے: ”وقال ابن عیینة ما رأت عینی مثله“ یعنی ابن عیینہ نے فرمایا کہ میری آنکھ نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جیسا کوئی شخص نہیں دیکھا۔

اور کتاب امام موفق (ج ۱ ص ۱۹۵) میں مرویؔ ہے:

”عن ابی یعقوب المروزی سمعت ابن عیینه یقول لم یکن فی زمان ابی حنیفة بالکوفة رجل افضل منه و اورع ولا افقه منه“

ابن عیینہ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں کوفہ میں کوئی شخص ان سے افضل و اورع اور افقہ نہیں تھا۔

(۱۸) یحییٰ بن سعید القطانؒ (متوفی ۱۹۸ھ):

جن کی تعریف تقریب میں ثقةٌ، متقنٌ، حافظٌ، امامٌ، قدوةٌ کے الفاظ سے لکھی ہے:

''وروی الخطیب عن یحیٰی بن معین قال سمعت یحیٰی بن سعید یذھب فی الفتویٰ الیٰ قول الوفین ویختار قولہ من اقوالھم ویتبع رایہ من بین اصحابہ''

یعنی یحیٰ بن معین جو امام جرح وتعدیل ہیں کہتے ہیں کہ میں نے یحیٰ بن سعید قطان کو سنا جو کہتے تھے کہ بخدا ہم جھوٹ نہیں کہتے۔ ہم نے کوئی شخص امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ صحیح الرائے نہیں سنا۔ اور ہم نے اکثر آپ کے اقوال کو ہی لیا ہے۔ راوی کہتا ہے کہ یحیٰ بن سعید فتویٰ میں قول کوفیوں ہی کی طرف رجوع کرتے تھے۔ اور پھر ان کے قول سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو اختیار کرتے تھے اور آپ کے اصحاب سے صرف آپ کی ہی رائے پر عمل کرتے تھے۔

کتاب امام موفق (ج۱ص۱۹۱) میں مروی ہے: ''عن یحیٰی بن معین سمعت یحیٰی القطان یقول جالسنا واللہ ابا حنیفۃ وسمعنا منہ وکنت واللہ اذا نظرت الیہ عرفت فی وجھہ انہ یتقی اللہ عز وجل''

یعنی یحیٰ قطان فرماتے ہیں کہ بخدا میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں رہا ہوں اور ان سے بہت مسائل سنے ہیں۔ اللہ کی قسم میں جس وقت آپ کے چہرہ کو دیکھتا تھا تو اتقاء اور ورع کے آثار نمودار پاتا تھا۔

(۱۹) حفص بن عبدالرحمٰن بلخی (متوفی ۱۹۹ھ):

جن کو تقریب میں صدوق، عابدٌ کہا گیا ہے اور نسائی وابوداؤد کے اعلیٰ شیوخ سے ہیں۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت ان کی شہادت کتاب امام موفق (ج۱ص۲۰۰) میں اس طرح پر لکھی ہے:

''قال حفص بن عبدالرحمٰن جالست انواع الناس من العلماء والفقھاء والزھاد واھل الورع منھم فلم ار احدًا فیھم اجمع لھٰذہ الخصال من ابی حنیفۃ''

یعنی حفص بلخی فرماتے ہیں کہ میں نے ہر قسم کے علماء فقہاء، زہاد اور اہل ورع کی صحبت کی لیکن ان تمام اوصاف کا مجموعہ بغیر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے کوئی نہیں دیکھا۔

(۲۰) حسن بن صالح کوفیؒ (متوفی ۱۶۹ھ):

جو بقول تقریب ثقۃٌ فقیہٌ، عابدٌ اور ائمہ صحاح کے اعلیٰ رواۃ سے تھے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت ان کی شہادت کتاب امام موفق (ج ۱ ص ۸۹) میں اس طرح پر مروی ہے:

"عن احمد بن عبدالله قال الحسن بن صالح كان ابو حنيفة شديد الفحص عن الناسخ من الحديث والمنسوخ فيعمل بالحديث اذا ثبت عنده عن النبی ﷺ وعن اصحابه وكان عارفًا بحديث اهل الكوفة وفقه اهل الكوفة شديد الاتباع ما كان عليه الناس ببلده وقال كان يقول ان لكتاب الله ناسخًا ومنسوخًا وان للحديث ناسخًا ومنسوخه وكان حافظ لفعل رسول الله ﷺ الاخير الذی قبض عليه مما وصل الٰی اهل بلده"

یعنی "احمد بن عبداللہ کوفی جو ائمہ صحاح ستہ کے اعلیٰ رواۃ سے ہیں۔ روایت کرتے ہیں کہ حسن بن صالح کہتے تھے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ناسخ ومنسوخ حدیث کی سخت تلاش میں مصروف رہتے تھے اور اسی حدیث پر عمل کرتے تھے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب سے ان کو ثابت ہوتی تھی اور حدیث وفقہ اہل کوفہ کے صرف عارف ہی نہیں تھے بلکہ ان احادیث کے جو ان کے شہر کے لوگوں کی عمل درآمد میں تھیں شدید الاتباع تھے اور کہتے تھے کہ جس طرح کتاب اللہ میں ناسخ ومنسوخ آیات ہیں۔ اسی طرح احادیث بھی ناسخ و منسوخ ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فعل اخیر کے حافظ تھے جس پر آپ نے وفات پائی اور ان کے شہر کوفہ میں پہنچا تھا۔"

(۲۱) جریر بن عبدالحمید کوفی (متوفی ۱۸۸ھ):

جو بقول تقریب کوفہ کے قاضی ثقہ، صحیح الکتاب اور ائمہ صحاح ستہ کے اعلیٰ رواۃ سے ہیں ان کی شہادت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت موفق (ج ۲ ص ۳۵) میں اس طرح پر مروی ہے:

"عن موسیٰ بن نصر سمعت جریرًا یقول کان المغیرة یلومنی اذا لم احضر مجلس ابی حنیفة و یقول لی الزمه ولا تغب عن مجلسه فانا کنا نجتمع عند حماد فلم یکن یفتح لنا من العلم ما کان یفتح له"

یعنی جریر کہتے ہیں کہ اگر میں کسی دن امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں حاضر نہ ہوتا تو مجھ کو حضرت مغیرہ بڑی ملامت کرتے اور فرماتے کہ ان کی مجلس اپنے اوپر لازم کرلے اور کبھی غیر حاضر مت ہو کیوں کہ ہم امام حماد کی خدمت میں جمع ہوتے تھے لیکن جو اسرار علم کے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے کھلتے ہیں وہ امام حماد سے بھی نہ کھلتے تھے۔

(۲۲) یاسین بن معاذ الزیات:

جو بقول امام ذہبی مندرجہ میزان کوفہ کے کبار محدث فقہاء اور مفتیوں سے تھے اور سفیان ثوری سے کچھ عرصہ پہلے فوت ہوئے تھے۔

موفق (ج ۲ ص ۳۸) میں ان کی شہادت بحق امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس طرح پر مروی ہوئی ہے:

"عن وزیر بن عبداللہ سمعت یاسین الزیات بمکة وعنده عظیمة و هو یصح باعلیٰ صوته و یقول یا ایها الناس اختلفوا الی ابی حنیفة و اغتنموا مجالسة و خذوا من علمه فانکم لم تجالسوا مثله ولن تجدوا اعلم بالحلال و اکرام منه فانکم ان فقدتوه فقدتم علماء کثیرًا"

یعنی "وزیر بن عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے سنا ہے کہ یاسین الزیات نے مکہ میں ایک عظیم جماعت کے اندر زور سے پکار کر کہا کہ اے لوگو تم امام ابوحنیفہ کی خدمت میں حاضر ہونا اور ان کی مجلس میں بیٹھنا غنیمت سمجھو اور ان سے علم حاصل کرو کیوں کہ تم ان جیسی مجلس پھر حاصل نہ کرسکو گے اور ان سے حلال و حرام کا بہت جاننے والا کبھی نہ پاسکو گے پس اگر اس وقت تم نے ان کو کھو دیا تو یہ سمجھ لو کہ تم نے بہت علم کھو دیا۔"

(۲۳) حفص بن غیاث القاضی الکوفی (متوفی ۱۹۴ھ):

جو ثقہ، فقیہ ہیں اور امام احمد و اسحاق بن راہویہ و ابن مدینی اور یحییٰ بن معین کے استاد اور

صحاح کے اعلیٰ رواۃ سے ہیں۔

ان کی شہادت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت موفق (ج ۲ ص ۴۰) میں اس طرح پر مروی ہے:

"عن موسیٰ بن سلیمان الجوزجانی سمعت حفص بن غیاث یقول سمعت ابی حنیفة کتبه وآثار فما رأیت اذکی قلبًا منه ولا اعلم بما یفسد ویصح فی باب الاحکام منه وفی روایة محمد بن سماعة عن حفص یقول ابو حنیفة نادر من الرجال لم اسمع بمثله قط فی فهمه و نظره"

یعنی "موسیٰ بن سلیمان کہتے تھے کہ میں نے حفص بن غیاص سے سنا ہے وہ فرماتے تھے کہ میں نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے کتب وآثار سنے ہیں بس میں نے کوئی ان سے بہت صاف وذکی قلب نہیں دیکھا اور نہ حلال وحرام احکام کا عالم ان سے بڑا کوئی پایا ہے اور محمد بن سماعہ کی روایت میں ہے کہ حفص فرماتے تھے کہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ یکتا رجال میں سے ہیں۔ میں نے کوئی فہم ونظر میں ان جیسا ہرگز نہیں سنا۔"

(۲۴) وکیع بن الجراح (متوفی ۱۹۷ھ):

جو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ واحمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے اساتذہ سے ہیں اور جن کی تعریف تقریب میں ثقہ، حافظ، عابد کے الفاظ سے لکھی گئی ہے۔ اور ائمہ صحاح کے اعلیٰ رواۃ سے ہیں۔ ان کی شہادت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت کتاب امام کردری (ج ۱ ص ۹۷) میں اس طرح پر مروی ہے:

"عن علی بن حکیم سمعت وکیعًا یقول یا قوم تطلبون الحدیث ولا تطلبون تاویله ومعناه وفی ذٰلك یضیع عمرکم ودینکم ودوت ان یجتمع لی عشر فقه ابی حنیفة"

یعنی "علی بن حکیم سے روایت ہے کہ حضرت وکیع کہتے تھے اے قوم تم حدیث کی تو تلاش کرتے ہو لیکن اس کے معنی کی تلاش نہیں کرتے اور اسی میں اپنی عمر اور دین ضائع کر دیتے ہو۔ میں چاہتا ہوں کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی فقہ کا زیادہ نہیں تو دسواں حصہ ہی میرے پاس جمع ہو جائے۔"

"عن محمد بن طريف قال كنا عند وكيع فقال يا يها الناس لا ينفعكم سماع الحديث بلا فقه ولا تفقهون حتى تجالسوا اصحاب ابی حنيفة فيفسروا لكم اقاويله"

یعنی "محدث محمد بن طریف جو امام مسلم وغیرہ کے اعلیٰ رواۃ سے ہیں کہتے ہیں کہ ہم وکیع کے پاس بیٹھتے تھے اور آپ حدیث پڑھ رہے تھے پس یکا یک فرمانے لگے کہ اے لوگو تمہیں صرف حدیث کا سن لینا بغیر فقہ کے کچھ مفید نہ ہوگا اور تمہیں فقاہت نہیں حاصل ہوگی جب تک کہ تم امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب کی مجلس میں نہ جاؤ اور وہ تمہیں اپنے امام کے اقوال کی تفسیر نہ بتائیں)

حضرت وکیع کے ان اقوال پر غور فرما کر ناظرین انصاف سے داد دیں حضرت وکیع نے کس صراحت سے فیصلہ فرما دیا ہے کہ سماعِ حدیث بدوں فقہ کچھ مفید نہیں حدیث کے معنی سمجھنے کے لیے علم فقہ کی سخت ضرورت ہے اور وہ صرف امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے شاگردوں کے وسیلہ سے ہی حاصل ہو سکتی ہے۔

اور خیرات الحسان کے ص ۳۱ میں لکھا ہے:

"وقال رجل عند وكيع اخطاء ابو حنيفة فزجره وكيع وقال من يقول هذا كالانعام بل هم اضل يخطئ وعنده ائمة الفقه كابی يوسف و محمد وائمة الحديث وعددهم وائمة اللغة والعربية وعددهم وائمة الزهد والورع كالفضيل وداؤد الطائی ومن كان اصحابه هولاء لم يكن ليخطئ لانه ان اخطاء ردوه للحق"

یعنی "ایک شخص نے وکیع بن الجراح کے سامنے کہا کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے خطاء کی ہے اس پر آپ نے اس کو سخت زجر کی اور کہا کہ جو ایسا کہتا ہے وہ حیوانات بلکہ ان سے بھی بدتر ہے وہ کس طرح خطا کر سکتا ہے جس کے پاس ائمہ فقہ مثل امام ابو یوسف و امام محمد اور ائمہ حدیث (جن کی تعداد بیان کی) اور ائمہ لغت و ادب (پھر ان کی تعداد بتائی) اور ائمہ زہد

ورع مثل فضیل اور داؤد طائی موجود ہیں پس جس شخص کے اصحاب ایسے اشخاص ہوں وہ کبھی خطا نہیں کر سکتا کیوں کہ یہ لوگ اگر کوئی خطا دیکھتے تو فوراً ان کو حق بات کی طرف متوجہ کر دیتے۔"

دیکھو اس روایت سے صاف ثابت ہے کہ جو حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی شان والا میں کوئی گستاخی کرے وہ سخت قابل ملامت اور مجلس سے بدر ہونے کے لائق ہے۔

(۲۵) ابن ابی لیلیٰ:

یعنی محمد بن عبدالرحمٰن متوفی ۱۴۸ھ جن کو تذکرۃ الحفاظ میں اہل الدنیا بتایا گیا ہے اور سنن اربعہ کے اعلیٰ رواۃ سے ہیں باوجودیکہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے بوجہ ہم عصری کے اکثر ان کے علمی مناقشے رہا کرتے تھے۔ تاہم انہوں نے امام ہمام کی افضلیت وافقہیت پر جو شہادت دی ہے وہ امام موفق کی کتاب (ج ۲ ص ۳۵) میں اس طرح پر مروی ہے:

"عن علی بن الجعد قال سمعت ابا یوسف یقول کنا نختلف اولا الی ابن ابی لیلٰی فوقعت الی منه جفوة فترکت الاختلاف الیه وجعلت الاختلاف الی ابی حنیفة فلقیتنی ابن ابی لیلٰی فقال یا یعقوب کیف صاحبك فقلت صالح فقال لی الزمه فانك لم تر مثله فقهًا و علمًا"

یعنی "علی بن جعد کہتے ہیں کہ میں نے ابا یوسف کو سنا ہے وہ کہتے تھے کہ ہم پہلے ابن ابی لیلیٰ کے پاس حدیث سننے کو جایا کرتے تھے مگر جب میں نے ان سے کچھ سختی معلوم کی تو پھر ان کے پاس جانا چھوڑ کر امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جانا اختیار کیا کچھ عرصہ کے بعد جو ابن ابی لیلیٰ سے میری ملاقات ہوئی تو مجھ سے انہوں نے پوچھا اے یعقوب تیرا صاحب کیسا ہے؟ میں نے کہا صالح ہے اس پر انہوں نے کہا کہ پس انہیں کی صحبت لازم پکڑ، کیوں کہ تو ان جیسا علم وفقہ میں کسی کو نہ دیکھے گا۔"

(۲۶) عبدالرحمٰن بن مہدی (متوفی ۱۹۸ھ):

جن کو تقریب میں ثقہ، ثبت، حافظ، عارف بالرجال والحدیث کہا گیا ہے اور تذہیب میں

ہے کہ ابن مدینی کہتے ہیں کہ یہ اعلم الناس بالحدیث تھے اور قواریری کہتے ہیں کہ ہم کو انہوں نے اپنے حافظہ سے بیس ہزار احادیث لکھوائیں۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت ان کی شہادت کتاب امام موفق (ج ۲ ص ۴۵) میں اس طرح پر مروی ہے:

"عن صدقة سمعت عبدالرحمٰن بن مهدی قال كنت نقالا للحديث فرأيت سفيان الثوری امير المؤمنين فی العلماء وسفيان بن عيينة امير العلماء وشعبة عيار الحديث وعبدالله بن المبارك صراف الحديث ويحيٰی بن سعيد قاضی العلماء وابا حنيفة قاضی قضاة العلماء"

یعنی "صدقہ کہتے ہیں کہ میں نے عبدالرحمٰن بن مہدی سے سنا ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ میں تو صرف حدیث کا ناقل ہوں۔ میں نے سفیان ثوری کو دیکھا ہے کہ وہ علماء میں امیر المؤمنین ہیں اور سفیان بن عیینہ امیر العلماء اور شعبہ عیار الحدیث اور عبداللہ بن مبارک صراف الحدیث اور یحیٰی بن سعید قاضی العلماء اور ابوحنیفہ قضاۃ العلماء علماء کے بھی قاضی ہیں۔

دیکھو اس شہادت سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی کس قدر فضیلت ثابت ہوتی ہے کہ جن حضرات کی ابن مہدی نے اعلیٰ درجہ کی تعریف کر کے ان پر امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو فوقیت دی ہے وہی حضرات یعنی ہر دو سفیان و ابن مبارک اور یحیٰی قطان بجائے خود امام ہمام کی افضلیت کی شہادت دے چکے ہیں۔

(۲۷) عفان بن سیار القاضی (متوفی ۱۸۱ھ):

جو کبار محدثین اور امام نسائی کے اعلیٰ رواۃ سے ہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت ان کی شہادت موفق (ج ۲ ص ۴۹) میں اس طرح پر مروی ہے:

عن اسحاق بن ابراهيم قال سمعت عفان بن سيار يقول مثل ابی حنيفة مثل الطبيب الحاذق يعرف دواء كل داء.

یعنی "اسحاق بن ابراہیم کہتے ہیں کہ میں نے عفان بن سیار کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی مثال ایک طبیب حاذق کی ہے جو ہر ایک درد کی دوا جانتا ہے۔''

(۲۸) فضل بن موسیٰ السینانی (متوفی ۱۹۲ھ):

جو ثقہ، ثبت اور اسحاق بن راہویہ کے اساتذہ اور ائمہ صحاح ستہ کے اعلیٰ شیوخ سے ہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت اس طرح پر شہادت دیتے ہیں۔

موفق (ج ۲ ص ۵۰) میں اس طرح مروی ہے:

''عن احمد بن یحییٰ الباهلی سمعت الفضل بن موسیٰ السینانی یقول کنا نختلف الی المشائخ بالحجاز والعراق فلم یکن مجلس اعظم برکة ولا اکثر نفعًا من مجلس ابی حنیفة''

یعنی ''احمد بن یحییٰ سے روایت ہے کہ میں نے فضل بن موسیٰ سے سنا ہے وہ فرماتے تھے کہ ہم حجاز و عراق میں مختلف مشائخ کی مجلسوں میں حاضر ہوئے ہیں لیکن کوئی مجلس بہت بابرکت اور فائدہ مند امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس سے پائی نہیں گئی۔

(۲۹) زہیر بن معاویہ الکوفی (متوفی ۱۷۳ھ):

جو ثقةٌ، ثبتٌ اور ائمہ صحاح کے اعلیٰ شیوخ سے ہیں اور بقول شعیب بن حرب مندرجہ تہذیب بیس بڑے بڑے علمائے حدیث سے احفظ ہیں۔ ان کی شہادت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت موفق (ج ۲ ص ۲۵) میں اس طرح پر مروی ہے:

''عن خلاد الکوفی قال جئت یومًا الیٰ زهیر بن معاویة فقال لی من این جئت قلت من عند ابی حنیفة فقال واللہ لمجالستك ایاه یومًا انفع لك من مجالسی شهرًا''

یعنی ''خلاد کوفی جو ترمذی کے رواۃ سے ہیں کہتے ہیں کہ میں ایک دن زہیر بن معاویہ کی خدمت میں حاضر ہوا انہوں نے مجھے فرمایا کہاں سے آیا ہے؟ میں نے کہا ابوحنیفہ کے پاس سے آیا ہوں۔ اس پر آپ نے فرمایا خدا کی قسم تیرے لیے ابوحنیفہ کی ایک دن کی مجلس میری

ایک مہینہ کی مجلس سے بہت فائدہ مند ہے۔

(۳۰) ابن السماکؒ:

یعنی محمد بن صبیح الکوفی (متوفی ۱۸۳ھ) جو کوفہ کے کبار محدثین اور ہشام بن عروہ کے تمام شاگردوں میں سے ایسے واعظ پر تاثیر تھے کہ بقول امام ذہبی مندرجہ میزان ایک دفعہ انہوں نے جو خلیفہ ہارون رشید کی مجلس میں وعظ کیا تو اس پر غشی کی حالت طاری ہوگئی۔ ان کی شہادت اپنے ہم عصر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت کتاب امام موفق (ج ۲ ص ۳۹) میں اس طرح پر مروی ہے: "**عن یحیٰی بن ایوب العابد سمعت ابن السماك یقول اوتاد الکوفة اربعة سفیان الثوری ومالك بن المغول وداوٗد الطائی صاحب ابی حنیفة وابوبکر النهشلی و کلهم جالس ابا حنیفة وحدث عنه**"

یعنی "یحیٰی بن ایوب عابد جو مسلم و ابوداؤد کے اعلیٰ رواۃ سے ہیں کہتے ہیں کہ میں نے ابن سماک کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ کوفہ کے چاروں ستون یعنی سفیان ثوری، مالک بن مغول، داؤد طائی اور ابوبکر نہشلی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں بیٹھے اور ان سے حدیث کو سنا۔"

(۳۱ تا ۳۵) مجموعی شہادت:

مندرجہ ذیل پانچ کبار محدثین کی جو ائمہ صحاح ستہ کے اعلیٰ رواۃ سے ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ کی فضیلت پر شہادت کتاب امام کردری (ج ۲ ص ۱۰۱) میں اس طرح پر منقول ہے:

"**ذکر السمعانی عن شداد بن حکیم عن زفر قال کبراء المحدثین مثل ذکریا بن ابی زائدة وعبدالملك بن سلیمان واللیث بن ابی سلیم ومطرف بن طریف وحصین بن عبدالرحمٰن وغیرهم یختلفون الیه ویسألونه عمانا بهم من المسائل وما اشتبه علیهم من الحدیث**"

یعنی "حافظ عبدالکریم سمعانی متوفی ۵۶۲ھ جو بڑے محدث ومؤرخ ہیں کہتے ہیں کہ زفر نے کہا ہے کہ بڑے بڑے محدثین مثلاً زکریا بن ابی زائدہ (متوفی ۱۴۷ھ) عبدالملک بن

سلیمان (متوفی ۱۴۷ھ) لیث بن ابی سلیم (متوفی ۱۴۸ھ) مطرف بن ظریف (متوفی ۱۴۳ھ) حصین بن عبدالرحمٰن (متوفی ۱۳۶ھ) وغیرہم مختلف اوقات میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جاتے اوران سے وہ مسائل پوچھتے جوان کوپیش آتے اوران شبہات کا حل کراتے جوحدیث کے متعلق ان کومعلوم ہوتے تھے۔

(۳۶) ابوسفیان سعید بن یحیٰی الحمیری (متوفی ۲۰۲ھ):

جواسحاق بن راہویہ کے اساتذہ اورامام بخاری وترمذی کے اعلیٰ روات سے ہیں۔ان کی شہادت بحق امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کردری (ج اص ۱۰۰) میں اس طرح پرمروی ہے:

"عن ابن ابی شیخ سمعت ابا سفیان بن یحییٰ الحمیری الواسطی یقول انه حبر الامة تهیاله مالم یتهیاء لاحد من کشف المسائل الفقیة و تفسیر الاحادیث المبهمة"

یعنی "اباسفیان فرماتے تھے کہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس امت کے بڑے امام تھے، مسائل فقہ کے حل کرنے اوراحادیث مبہمہ کی تفسیر کرنے میں جودرجہ ان کوحاصل ہواہے وہ کسی کوحاصل نہیں ہوا۔"

(۳۷) نضر بن شمیل النحوی (متوفی ۲۰۳ھ):

جوثقہؓ، ثبتؓ اورائمہ صحاح ستہ کے اعلیٰ شیوخ سے ہیں۔ان کی شہادت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت امام سیوطی کے **تبییض الصحیفه** کے ص۲۰ میں اس طرح پرمرقوم ہے:

"روی الخطیب عن الحسن بن الحارث قال سمعت نضر بن شمیل یقول کان الناس ینام فی الفقه حتی ایقظهم ابو حنیفة بما فتقه و بینه و لخصه"

یعنی "حسن بن حارث کہتے ہیں کہ میں نے نضر بن شمیل سے سناہے فرماتے تھے کہ لوگ فقہ کے بارہ میں سوئے ہوئے تھے یہاں تک کہ ان کوامام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے بیدارکردیااور

تمام امور کو واضح اور بیان اور خلاصہ کر دیا ہے۔

(۳۸) یحییٰ بن آدم (متوفی ۲۰۳ھ):

جن کی تقریب میں ثقۃٌ، حافظٌ، فاضلٌ کے الفاظ سے تعریف کی گئی ہے اور ائمہ صحاح کے رواۃ سے ہیں امام اعظم کی نسبت اس طرح پر شہادت دیتے ہیں۔

(کردری ج ا ص ۹۸)

"عن محمد بن المهاجر سمعت یحییٰ بن آدم یقول اجتهد فی الفقه اجتهادًا لم یسبق الیه احد فهدی الله سبیله وطریقه وانتفع الخاص والعام بعلمه"

یعنی "محمد بن مہاجر کہتے ہیں کہ میں نے یحییٰ بن آدم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فقہ کے بارہ میں ایسا اجتہاد کیا کہ ان سے پہلے کسی سے نہیں ہو سکا اور خدا نے ان کو اجتہاد کا راستہ بتا دیا اور خاص و عام ان کے علم سے مستفید ہوئے۔

پھر اسی کی (ج ۲ ص ۱۰۳) میں ہے: **"عن یحییٰ بن آدم قال کان جریر بن معاویة من الکبراء الکوفة فی الحدیث والفقه اذا ذکره عظمه ومدحه فقلت له مالك اذا ذکرت غیره لم تمدحه مثل هذا قال لان منزلة لیست کمنزلته غیر فیما انتفع به الناس فاخصه عنده ذکره لیرغب الناس فی الدعاء له"**

یعنی "یحییٰ بن آدم کہتے ہیں کہ جریر بن معاویہ جو اکابر محدثین و فقہاء کوفہ سے تھے۔ جب امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر کرتے تو ان کی عظمت ظاہر کرتے اور تعریف ہی فرماتے۔ میں نے کہا کیا باعث ہے کہ جب کسی اور شخص کا ذکر آتا ہے تو آپ اس کی ایسی تعریف نہیں کرتے۔ فرمایا یہ اس لیے ہے کہ ان کا رتبہ اوروں کی طرح نہیں ہے کیوں کہ ان کی کتابوں سے خلق خدا کو نفع عظیم پہنچا ہے پس اس وجہ سے میں ان کے ذکر کے وقت بالخصوصیت مدح کرتا ہوں تاکہ لوگوں کو ان کے لیے دعا کرنے کی رغبت ہو"

کتاب موفق (ج ۲ ص ۱۴۱) میں مروی ہے: "**عن اسحاق بن ابی اسرائیل سمعت یحییٰ بن آدم قال اتفق اهل الفقه والبصر انه لم یکن احد افقه من ابی حنیفة**"

یعنی "اسحاق بن اسرائیل کہتے ہیں کہ میں نے یحییٰ کو یہ کہتے سنا ہے کہ اہل فقہ اور اہل بصیرت نے اس بات پر اجماع کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے بڑھ کر اور کوئی فقیہ نہیں ہوا۔"

"**عن یحییٰ بن اکثم سمعت یحییٰ بن آدم یقول کان کلام ابی حنیفة فی الفقه لله ولو کان یشوبه شیء من امر الدنیا لم ینفذ کلامه فی الافاق کل هٰذا النفاذ مع کثرة حساده و متنقصیه**"

یعنی "یحییٰ بن اکثم سے جو ترمذی کے رواۃ سے ہیں۔ روایت ہے کہ میں نے یحییٰ بن آدم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ فقہ میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی کلام محض خدا کے لیے تھی۔ اگر اس میں ذرا بھی شائبہ کسی دنیاوی امر کا ہوتا تو ان کی کلام باوجود ان کے بہت سے حاسدوں اور نقص بیان کرنے والوں کے اطراف واکناف عالم میں اس طرح سے ہرگز جاری نہ ہوتی جیسی کہ اب پھیلی ہے۔"

(۳۹) یزید بن ہارون (متوفی ۲۰۶ھ):

جن کی نسبت تقریب میں ثقةٌ، متقنٌ، عابدٌ کے الفاظ لکھے گئے ہیں اور تہذیب میں احد الاعلام الحفاظ المشاہیر لکھا ہے اور ائمہ صحاح کے اعلیٰ رواۃ سے ہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت ان کی شہادت امام موفق (ج ۱ ص ۱۹۱) میں اس طرح پر مروی ہے:

"**عن احمد بن اسمٰعیل البغدادی سمعت یزید بن هارون سئل متی یحل للرجل ان یفتی فقال اذا کان مثل ابی حنیفة قال فقیل له یا ابا خالد تقول مثل هٰذا فقال نعم واکثر من احد افقه منه ولا اورع منه**"

یعنی "احمد بغدادی کہتے ہیں کہ یزید بن ہارون سے پوچھا گیا کہ فتویٰ دینے کا کون شخص

مجاز ہوسکتا ہے۔فرمایا کہ جوامام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جیسا ہو۔کسی نے کہا اے ابا خالد آپ ایسا کہتے ہیں۔انہوں نے کہا ہاں بلکہ اس سے بڑھ کر میں نے کوئی شخص امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے افقہ اور اورع نہیں دیکھا۔"

اور کردری (ج ا ص ۱۰۱) میں اس طرح پر مروی ہے:

"عن عبدالله بن ابی لبید قال کنا عند یزید بن ھارون فقال المغیرۃ عن ابراھیم فقال رجل حدثنا عنه علیه السلام فقال یزید یا احمق ھٰذا تفسیر قوله علیه السلام وما تصنع بالحدیث اذا لم تفھم معناہ ولکن ھمتکم للسماع ولو کانت ھمتکم للعلم لنظرتم فی کتب الامام واقاویله فزجر الرجل واخرجه عن مجسله"

یعنی "ابن ابی لبید کہتے ہیں کہ ہم یزید ہارون کے پاس بیٹھے تھے کہ مغیرہ نے کوئی قول ابراہیم نخعی سے روایت کیا اس پر ایک شخص بول اٹھا کہ ہم کو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث چاہیے۔اس پر یزید نے فرمایا کہ اے احمق یہ بھی تو قول رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر ہے اور تو حدیث کو کیا کرے گا جب اس کے معنی کو سمجھ نہیں سکتا۔لیکن تمہاری ہمت تو صرف روایات کے سننے کی طرف متوجہ ہے اگر تمہاری ہمت علم کی طرف متوجہ ہو تو تم امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں اوان کے اقوال کو دیکھو پھر اس شخص کو سخت زجر کی حتی کہ اپنی مجلس سے ان کو نکال دیا۔"

دیکھو اس پیشوائے محدثین کی پہلی روایت نے تو یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ فتویٰ دینا امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ یا آپ جیسے اہل فقہ ہی کا کام ہے اور کسی کو فتویٰ دینا جائز نہیں ہے اور دوسری روایت سے ثابت ہے کہ صرف حدیث دانی بغیر فقاہت کے کوئی کمال نہیں اور یہ کہ اقوال مجتہدین عین تفسیر حدیث ہیں۔اور یہ کہ جو اشخاص صرف سماع حدیث کی طرف متوجہ ہوں۔وہ فقہاء کے پایہ کو ہر گز نہیں پہنچ سکتے۔اور علم فقہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں اور ان کے

اقاویل کے دیکھنے ہی سے حاصل ہوسکتا ہے اور کتب فقہ حنفیہ کو حقارت سے دیکھنے والا قابل زبرو توبیخ ہے۔

(۴۰) یحییٰ بن معین (متوفی ۲۱۰ھ):

جو ائمہ محدثین کے اعلیٰ پیشوا ہیں اور جن کی نسبت تقریب میں ثقۃ، حافظ، مشہورٌ امام الجرح والتعدیل لکھا ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی فقہ کی تعریف میں ان کی شہادت خیرات الحسان کے ص ۳۴ میں اس طرح پر لکھی ہے:

"قال الامام الحافظ الناقد یحیٰی بن معین الفقهاء اربعة ابو حنیفة وسفیان ومالك والاوزاعی وعنه القرأة عندی قرأة حمزة والفقه فقه ابی حنیفة علی هٰذا ادرکت الناس"

یعنی "امام المحدثین یحییٰ بن معین فرماتے ہیں کہ فقہاء چار ہیں۔ ابوحنیفہ، سفیان، مالک، اوزاعی رحمۃ اللہ علیہم اور کہا قرأۃ میرے نزدیک قرأۃ حمزہ کی ہے اور فقہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی اور میں نے اس پر تمام لوگوں کو پایا ہے۔"

دیکھو امام یحییٰ نے تمام فقہاء و محدثین پر امام صاحب کو کس طرح ترجیح دی ہے۔

(۴۱) علی بن عاصم (متوفی ۲۱۱ھ):

جو امام احمد و ابن المدینی کے اساتذہ اور ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ کے اعلیٰ رجال سے ہیں اور بقول تذہیب تیس ہزار سے زیادہ آدمی ان کی مجلس میں حاضر ہوتے تھے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے حق میں ان کی شہادت کتاب امام موفق (ج ۲ ص ۴۷) میں اس طرح پر مروی ہے:

"عن ابی العباس سمعت علی بن عاصم یقول لو وزن علم ابی حنیفة اهل زمانه لرجع علم ابی حنیفة"

یعنی "علی بن عاصم فرمایا کرتے تھے کہ اگر امام صاحب کے زمانے کے لوگوں کا امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے علم کے ساتھ وزن کیا جائے تو امام ہمام کا علم ان کے علم پر غالب آ جائے۔"

"عن محمد بن المهاجر سمعت علی بن عاصم یقول اقاویل ابی حنیفة تفسر العلم فمن لم ینظر فی اقاویله احل بجهله الحرام وحرم الحلال وضل الطریق"

یعنی "محمد بن مہاجر سے روایت ہے کہ میں نے علی بن عاصم سے سنا ہے وہ فرماتے تھے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال علم کی تفسیر ہیں پس جو شخص ان کے اقوال میں مسئلہ نہ دیکھے وہ اپنی جہالت کی وجہ سے حرام کو حلال اور حلال کو حرام کر کے اسلام کے راستہ کو گم کر دیتا ہے۔"

دیکھو اس پیشوائے محدثین نے کیسا صریح فیصلہ کر دیا ہے۔

(۴۲) ابو عاصم النبیل (متوفی ۲۱۴ھ):

جن کی تعریف میں صاحب تقریب نے ثقۃٌ ثبتٌ کے الفاظ لکھے ہیں اور ائمہ صحاح کے رواۃ سے ہیں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے افقہ ہونے کی شہادت اس طرح پر دیتے ہیں۔ کتاب کردری (ج ۱ ص ۱۱۶):

"عن بشر بن یحیٰی قیل لابی عاصم النبیل ابو حنیفة افقه ام سفیان قال هو واللّٰه افقه من ابن جریج ما رأت عینی رجلا مثله اشد اقتدارًا علی الفقه"

یعنی "بشر بن یحیٰی سے روایت ہے کہ ابو عاصم نبیل سے پوچھا گیا کہ فقاہت میں ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بڑھ کر ہیں یا سفیان ثوری آپ نے کہا بخدا ابوحنیفہ تو ابن جریج سے بھی افقہ ہیں۔ (جو مکہ میں فقیہ مجتہد تھے) میں نے اپنی آنکھ سے آپ جیسا کوئی شخص نہیں دیکھا جو فقہ پر ایسی زبردست قدرت رکھتا ہو۔"

(۴۳) عبدالعزیز بن ابورواد (متوفی ۱۵۹ھ):

جو امام بخاری اور سنن اربعہ کے اعلیٰ شیوخ سے ہیں۔ اور تقریب میں ان کو صدوقٌ، عابدٌ لکھا گیا ہے۔ ان کا قول امام اعظم کی نسبت خیرات الحسان کے ص ۳۵ میں اس طرح پر لکھا ہے:

"وقال الحافظ عبدالعزیز بن ابی روّاد من احب ابا حنیفة فهو سنی ومن

ابغضه فهو مبتدع وفی روایة بیننا و بین الناس ابو حنیفة فمن احبه وتولاہ علمنا انه من اهل السنة ومن ابغضه علمنا انه من اهل البدعة"

یعنی "عبدالعزیز بن رواد فرماتے ہیں کہ جو شخص امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے محبت رکھتا ہو وہ تو سنی ہے اور جو ان سے بغض رکھتا ہے وہ مبتدع ہے۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ ہم میں اور لوگوں میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا سوال ہے جو ان سے محبت اور دوستی رکھتا ہو ہم اس کو اہل السنۃ سمجھتے ہیں اور جو ان سے بغض رکھتا ہو ہم اس کو اہل بدعت قرار دیں گے۔"

"وقال ابراهیم بن معاویة الضریر من تمام السنة حب ابی حنیفة وقال کان یصف العدل ویقول به وبین للناس سبیل العلم واوضع لهم مشکلاته"

یعنی "ابراہم بن معاویہ کا قول ہے کہ سنت و جماعت کا کمال امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی محبت سے ہوتا ہے آپ نے طریق عدل بیان کر دیا اور اس پر فتویٰ دیا اور لوگوں کے لیے علم کا راستہ بتا دیا اور ان کی تمام مشکلات کو آسان کر دیا۔"

دیکھو ان پیشوائے محدثین نے تو اس بات کا فیصلہ ہی کر دیا ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے بغض رکھنے والا شخص ہرگز اہل سنت سے نہیں بلکہ وہ بدعتی فرقہ سے ہے۔

(۴۴) عبداللہ بن داؤد الخریبی (متوفی ۲۱۳ھ):

ثقۃ، عابدٌ اور امام بخاری اور سنن اربعہ کے رواۃ سے ہیں۔ ان کی شہادت امام ابوحنیفہ کی نسبت تبییض الصحیفہ کے ص۱۴ میں اس طرح پر مروی ہے:

"روی الخطیب عن محمد بن سعد الکاتب قال سمعت عبد اللہ بن داؤد الخریبی یقول یجب علی اهل الاسلام ان یدعوا اللہ لابی حنیفة فی صلاتهم قال وذکر حفظ علیهم السنن والفقه"

یعنی "محمد بن سعد جو مسلم اور سنن اربعہ کے شیوخ سے ہیں کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن داؤد کو یہ کہتے سنا ہے کہ تمام اہل اسلام پر فرض ہے کہ اپنی نمازوں میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے لیے دعا کیا کریں۔ پھر اس بات کا ذکر کیا کہ امام موصوف نے اہل اسلام کے لیے

حدیث وفقہ کو پورے طور پر محفوظ کر دیا ہے۔"

خیرات الحسان کے ص ۳۶ میں ہے: "**وقیل بعض الائمة مالك تخص ابا حنیفة عند ذکرہ بمدح دون غیرہ قال لان منزلته لیست کمنزلة غیرہ فیما انتفع الناس بعلمه فاخصه عند ذکرہ لیرغب الناس بالدعاء له**"

یعنی "بعض اماموں کو جو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف کرتے یہ کہا گیا کہ آپ ان کی اس قدر تعریف کیوں کرتے ہیں جو دوسرے اماموں کی نہیں کرتے فرمایا اس لیے کہ ان کا رتبہ اوروں کی طرح نہیں ہے کیوں کہ ان کے علم نے لوگوں کو بڑا فائدہ پہنچایا ہے۔ پس میں اس لیے ان کے ذکر کے وقت خصوصیت سے ان کی تعریف کرتا ہوں تا کہ لوگوں کو ان کے لیے دعا کرنے کی رغبت پیدا ہو۔"

(۴۵) مکی بن ابراہیم (متوفی ۲۱۵ھ):

جو ثقةٌ، ثبتٌ اور صحاح ستہ کے اعلیٰ روات سے ہیں۔ ان کی شہادت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت تبییض الصحیفہ کے ص ۱۴ پر اس طرح پر مروی ہے:

"**روی الخطیب عن اسمٰعیل بن محمد الفارسی قال سمعت مکی بن ابراهیم ذکر ابا حنیفة فقال کان اعلم اهل زمانه**"

یعنی "اسماعیل فارسی کہتے ہیں کہ میں نے مکی بن ابراہیم کو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ذکر میں یہ کہتے ہوئے سنا کہ آپ اپنے تمام اہل زمانہ سے زیادہ عالم تھے۔

موفق (ج ۱ ص ۲۰۳) میں لکھا ہے:

"**هو مکی بن ابراهیم البلخی امام بلخ دخل الکوفة ۱۴۰ھ ولزم ابا حنیفة و سمع منه الحدیث والفقه واکثر عنه الروایة وکان یحب ابا حنیفة حبًّا شدیدًا**"

یعنی "یہ مکی بن ابراہیم بلخی امام بلخ ہیں جو کوفہ میں ۱۴۰ھ میں داخل ہوئے اور امام

ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت اختیار کی اور ان سے حدیث وفقہ سنی اور اکثر ان سے روایت حدیث کی۔ ان کو امام ممدوح سے سخت محبت تھی۔

(۴۶) خلف بن ایوب العامری (متوفی ۲۱۵ھ):

جو فقیہ محدث امام ترمذی کے رواۃ سے ہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت ان کی شہادت امام موفق کی کتاب (ج ۲ ص ۴۰) میں اس طرح پر مروی ہے:

''عن وهب بن ابراهم القاضي قال خلف بن ايوب الكوفي كنت اختلف الى مجالس العلماء فربما سمعت شيئًا لا اعرف معناه فيغمني ذلك فاذا انصرفت الى مجلس ابى حنيفة سألتهٔ عما كنت لا اعرفه فيفسر لى ذلك فدخل فى قلبى من بيانه و تفسيره النور''

یعنی ''خلف بن ایوب کہتے ہیں کہ میں مختلف علماء کی مجالس میں حاضر ہوتا تھا اور بہت باتیں ایسی سنتا تھا جن کے معنی نہ پہچانتا تھا جس سے مجھ کو غمگینی حاصل ہوتی تھی۔ پس جب میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آتا اور ان سے اس کے معنی دریافت کرتا تو آپ کے بیان اور تفسیر سے میرے دل میں روشنی داخل ہو جاتی۔

(۴۷) علی بن المدینی (متوفی ۲۳۴ھ):

استاذ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جن کی نسبت صاحب تقریب نے لکھا ہے ثقةٌ، ثبتٌ، امامٌ، اعلم اهل عصره بالحديث وعلمه حتى قال البخارى ما استصغرت نفسى الا عنده (یعنی یہ بڑے ثقہ امام ہیں جو علم حدیث میں اپنے زمانہ کے کل محدثین سے اعلم تھے۔ حتیٰ کہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ میں نے اپنے نفس کو بغیر ابن مدینی کے کسی کے پاس حقیر نہیں سمجھا) امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے حق میں ان کی شہادت خیرات الحسان کے ص ۷۴ میں اس طرح مرقوم ہے:

''قال الامام على بن المدينى ابو حنيفة روى عنه الثورى وابن المبارك

وحماد بن زيد وهشام و وكيع وعباد بن العوام وجعفر بن عون وهو ثقة لا بأس به"

یعنی "علی بن مدینی نے فرمایا کہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے سفیان ثوری اور عبداللہ بن مبارک اور حماد بن زید اور ہشام اور وکیع اور عباد بن العوام اور جعفر بن عون رحمہم اللہ نے (جو سب کے سب پیشوائے محدثین اور ائمہ صحاح ستہ کے مروی عنہ ہیں) روایت حدیث کی اور وہ ثقة لا باس به ہیں۔

دیکھو امام بخاری کے ہی اعلیٰ استاد کی شہادت نے کیسے صاف طور پر ثابت کر دیا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی ثقاہت میں کوئی بھی احتمال نہیں ہے اور ان سے مسلمہ ائمہ حدیث نے روایت کی ہے۔

(۴۸) امام اسحاق بن راہویہ (متوفی ۲۳۸ھ):

جن کو تقریب میں ثقةٌ، حافظٌ، مجتھدٌ کہا گیا ہے اور تذہیب میں لکھا ہے کہ امام احمد نے فرمایا ہے کہ میں اسحاق کا نظیر نہیں جانتا اور وہ ہمارے نزدیک ائمہ مسلمین سے ہیں اور ائمہ صحاح کے اعلیٰ شیوخ سے ہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت ان کی شہادت کتاب امام موفق (ج ۲ ص ۵۸) میں اس طرح پر مروی ہے:

"عن علی بن اسحٰق بن ابراهیم الحنظلی سمعت ابی یقول ما رایت احدًا اعلم بالاحکام القضایا من ابی حنیفة"

یعنی "علی کہتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ اسحٰق بن ابراہیم بن راہویہ سے سنا ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ میں نے ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے بڑا احکام وقضایا کا اعلم کوئی نہیں دیکھا۔"

(۴۹) عبید بن اسباط (متوفی ۲۵۰ھ):

جو ترمذی و ابن ماجہ کے شیوخ سے ہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا سید الفقہاء ہونا تسلیم کرتے ہیں چنانچہ کتاب موفق (ج ۲ ص ۴۲) میں اس طرح پر مروی ہے:

"حدثنی عبید بن اسباط قال کان ابو حنیفة سید الفقهاء ولم یغمز فی دینه الا حاسدًا وباغی شرّ"

یعنی "عبید بن اسباط فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سید الفقہاء تھے۔ اور امورِ دین میں آپ کی نسبت جو نکتہ چینی کرے وہ حاسد یا شریر سمجھا جائے گا۔"

(۵۰) محدث ابراہیم بن فیروز:

اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے امام ابو حنیفہ کو دیکھا کہ مسجد میں بیٹھے ہیں اور اہل مشرق ومغرب کا ہجوم ہے وہ مسائل پوچھتے ہیں اور آپ جواب دیتے ہیں۔ وہ پوچھنے والے بھی فقہاء وخیار الناس تھے۔ (صدر الائمہ موفق بن احمد مکی، ص ۳۳، دار الکتب العربیہ بیروت)

(۵۱) محدث ابراہیم بن طہمان:

امام ابو حنیفہ ہر بات کے امام ہیں۔

(مناقب کردری حافظ الدین محمد بن احمد بن شہاب کردری، ص ۱۰)

(۵۲) محدث اسماعیل بن حماد بن ابی سلیمانؒ:

یہ حضرت حماد استاد امام اعظم کے صاحبزادے ہیں ان کا بیان ہے کہ امام ابو حنیفہ میرے والد ماجد کے خصوصی رازداروں میں سے تھے اور والد ماجد امام صاحب پر اپنی وہ خاص علمی چیزیں ظاہر کرتے تھے جو دوسروں پر نہیں کرتے تھے اس لیے میں بھی اپنے والد سے بہت سی علمی باتیں نہ سن سکا اور ان سے محروم رہا۔ اس کے بعد امام ابو حنیفہؒ ہی کے واسطہ سے مجھے اپنے والد ماجد کی خاص خاص چیزیں پہنچیں جو صرف ان کے پاس تھیں۔

اس خبر کے راوی یحییٰ بن آدم نے یہ بھی کہا ہے کہ اسماعیل بن حماد بڑی عمر کے تھے انہوں نے بہت سے بڑے لوگوں کا زمانہ پایا تھا لیکن اپنے اور والد کے امام صاحب سے خصوصی تعلق کے باعث امام صاحب ہی سے سماع حدیث کیا۔ اس واقعہ سے بھی مغیرہ کے بیان کی تصدیق ہوتی ہے کہ حضرت حماد کے خصوصی علوم کے قائل امام صاحب ہی تھے اور یہ بھی

معلوم ہوا کہ حصول علم کے لیے خاص تعلق ومناسبت بھی استاد سے ضروری ہے۔ نیز معلوم ہوا کہ امام صاحب بذل علم کے اعتبار سے بھی بڑے سخی تھے وغیرہ۔

(مناقب کردری حافظ الدین محمد بن احمد بن شہاب کردری، ص ۱۰)

(۵۳) محدث احمد بن محمد بن قاسم بن محرر:

امام یحییٰ بن معین سے نقل کرتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ میں اصول جرح وتعدیل کی رو سے کوئی عیب نہیں تھا اور نہ وہ کبھی کسی برائی کے ساتھ متہم ہوئے۔

(تذکرۃ الحفاظ، شمس الدین ذہبی شافعی، ص ۱۵۲۰، قاہرہ، دارالعلم)

(۵۴) محدث اسرائیل بن یونس:

جس حدیث میں فقہ کا کوئی مسئلہ ہو اس کو امام ابوحنیفہ خوب یادرکھتے تھے۔ یہ اسرائیل وہ ہیں کہ ''تہذیب التہذیب'' میں حافظ ابن حجر نے کہا کہ خلق کثیر سے حدیث سنی اور ان کے حافظہ پر امام احمد تعجب کیا کرتے تھے۔ ظاہر ہے کہ لوگوں کو فقہ وحدیث دونوں ہی کی شدید ضرورت تھی تو گویا امام صاحب کو دونوں میں امام تسلیم کیا۔ چنانچہ یہی بات اعمش کہا کرتے تھے کہ آپ فقہ وحدیث دونوں کو خوب جانتے ہیں۔

اور یہ کہ نعمان اچھے آدمی تھے۔ ان سے زیادہ کسی کو وہ حدیثیں یاد نہ تھیں جن میں فقہ ہے، نہ ان سے زیادہ کسی نے کاوش کی تھی، نہ ان سے زیادہ حدیث کی فقہ کا کوئی جاننے والا تھا، انہوں نے حدیثیں حماد سے یاد کی تھیں اور خوب یاد کی تھیں اسی لئے خلفاء وامراء وزراء نے ان کی عزت کی جو شخص فقہ میں ان سے بحث کرتا اس کی جان مشکل میں پڑ جاتی۔ مسعر کا قول ہے کہ جو کوئی اپنے اور اللہ کے درمیان ابوحنیفہ کو واسطہ کرے گا مجھ کو امید ہے کہ اس کو خوف نہ ہوگا اور اس نے احتیاط کا حق ادا کر دیا ہوگا۔

یہ صحاح ستہ کے راوی ہیں جن کے متعلق امام احمد نے فرمایا ہے **ثقبتہ ثبتہ الخطیب عن اسرائیل بن یونس انہ قال نعم الرجل نعمان کان احفظہ لکل حدیث**

فيه فقه و اشد فحصا عنه و أعلم بما فيه من الفقه

ترجمہ: خطیب نے اسرائیل بن یونس سے نقل کیا کہ انہوں نے فرمایا کہ نعمان (ابوحنیفہ) بہترین شخص تھے وہ خاص طور پر فقہی احادیث کے بہت بڑے حافظ تھے اور احادیث کے مسائل فقہ سے بہت زیادہ واقف تھے۔

(تبييض الصحيفه، جلال الدین سیوطی، ص۵۰، نیز خیرات الحسان، ص۳۶)

(۵۵) محدث اعمش:

اعمش نے ایک بار امام ابویوسفؒ سے پوچھا تمہارے رفیق ابوحنیفہؒ نے عبداللہ کا قول عتق الامة طلاقها کیوں ترک کیا، جواب دیا کہ اس حدیث کی بنیاد پر جو آپ نے بواسطہ ابراہیم واسود عائشہؓ سے روایت کی ہے کہ بریرہؓ جب آزاد کی گئیں تو ان کو اختیار دیا گیا۔

اعمش یہ سن کر تعجب میں رہ گئے اور کہا ابوحنیفہ بہت زیرک ہیں، ان اباحنيفة لفطن

کہتے ہیں کہ جب میں تحصیل حدیث سے فارغ ہوا تو فتوی دینے کے لیے مسجد میں بیٹھا، پہلا سوال ہوا تو اس کا جواب سمجھ سے نہ بن سکا۔

ابوحنیفہ وہ مسائل جانتے ہیں کہ نہ حسن بصریؒ جانے ہیں نہ ابن سیرینؒ، نہ قتادہؒ، نہ بتی، نہ ان کے سوا کوئی اور (انتصار ومناقب کردری) کسی نے اعمش سے مسئلہ پوچھا کہا کہ اس کا جواب ابوحنیفہؒ خوب جانتے ہیں۔ میرا ظن غالب ہے کہ ان کے علم میں برکت دی گئی ہے۔

(خیرات الحسان فی مناقب نعمان، ص۳۸، نیز کردری، ص۸۸)

(۵۶) امام ابویوسفؒ:

امام ابویوسف کا قول ہے کہ میں نے حدیث کے معنی یا حدیث کے فقہی نکات نکالنے والا ابوحنیفہ سے زیادہ نہیں دیکھا۔ ان کا یہ بھی قول ہے کہ میں نے جس مسئلہ میں ابوحنیفہؒ سے مخالفت کی اور غور کیا تو مجھ کو معلوم کہ ان کا مذہب آخرت کی نجات کے واسطے زیارہ کارآمد تھا۔ میں اکثر حدیث کی جانب جھکتا حال یہ تھا کہ وہ حدیث صحیح میں مجھ سے زیادہ بصیرت

رکھتے تھے ان کا یہ بھی قول تھا کہ میں ابوحنیفہ کے لئے اپنے باپ سے پہلے دعا کرتا ہوں۔

ابو یوسفؒ کا قول ہے کہ ابوحنیفہؒ ہر سائل کی حاجت پوری کرتے تھے۔ ابوحنیفہؒ دربار کے عطیوں سے ہمیشہ بچتے رہے۔ خلیفہ منصور نے ان کو تین ہزار درہم دیئے، انکار میں برہمی کا اندیشہ تھا، کہا امیر المومنین میں بغداد میں غریب الوطن ہوں اجازت دیئے کہ خزانہ شاہی میں یہ رقم میرے نام سے جمع ہوتی رہے، منصور نے منظور کیا، وفات تک یہ رقم خزانے میں رہی، بعد وفات جب منصور نے یہ حال سنا اور یہ بھی سنا کہ امام صاحب کی حفاظت میں لوگوں کے پاس ہزار درہم امانت کے تھے جو بعد وفات بجنسہ واپس دیئے گئے تو اس نے کہا ابوحنیفہ میرے ساتھ چال چل گئے۔

امام ابو یوسفؒ علم حدیث میں امام احمدؒ، علی بن المدینیؒ اور یحیٰی بن معین وغیرہم اکابر محدثین کے استاد ہیں جو امام بخاری وغیرہ محدثین کے شیوخ میں ہیں۔ انہوں نے امام ابوحنیفہ کو **ابصر بالحدیث الصحیح** ترجمہ۔ حدیث صحیح کے بہت جاننے والے کہا ہے۔

فرماتے ہیں کہ میں نے امام صاحب سے زیادہ تفسیر وحدیث کا عالم نہیں دیکھا، ہمارا کسی مسئلہ میں اختلاف ہوتا تو امام صاحب کے پاس حاضر ہوتے اور امام صاحبؒ فوراً ہی حل پیش کر کے ہماری تشفی فرما دیتے تھے۔

ا...... اسمعی کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم چند احباب بیٹھے ہوئے اپنی اپنی آرزوؤں کا ذکر کرنے لگے تو میں نے امام ابو یوسف سے کہا کہ اب تو آپ بڑے سے بڑے مرتبہ پر پہنچ گئے ہیں (کیونکہ قاضی القضاۃ تھے اور وہ بھی اس شان سے کہ خلفاء ان کے فیصلوں کے سامنے سر جھکاتے تھے) تو کیا اس سے زیادہ کی بھی کوئی تمنا آپ کو ہے؟ تو فرمایا کہ ہاں میری تمنا ہے کہ کاش مجھے ابن ابی لیلیٰ کا جمال، مسعر بن کدام کا زہد اور امام ابوحنیفہ کا فقہ حاصل ہوتا۔'' اسمعی کا بیان ہے کہ میں نے اس کا ذکر امیر المومنین یعنی خلیفہ وقت سے کیا تو انہوں نے کہا کہ امام ابو یوسف نے جو تمنا کی ہے وہ خلافت سے بھی اونچی چیز کی ہے۔

۲......ایک دفعہ امام ابو یوسف نے فرمایا ''کاش مجھے امام ابو حنیفہ کی ایک مجلس میری آدھی دولت کے عوض نصیب ہو جاتی۔ اسمعی کہتے ہیں کہ اس وقت ان کی دولت بیس لاکھ روپے سے زیادہ تھی۔ میں نے کہا کہ یہ تمنا آپ کیوں کرتے ہیں تو فرمایا کچھ مسائل کی تحقیق کے لئے دل میں خلش ہے امام صاحب ہی سے تسلی ہو سکتی ہے ان سے دریافت کر لیتا۔

۳......عصام بن یوسف کا بیان ہے کہ میں نے امام ابو یوسف سے کہا علماء وقت کا اتفاق ہے کہ آپ سے بڑھ کر علم حدیث وفقہ میں کوئی نہیں ہے۔ تو فرمایا میرا علم امام صاحبؒ کے علم کے مقابلہ میں بہت ہی کم ہے ایسا سمجھو جیسے ایک چھوٹا نالہ بڑی نہر فرات کے مقابلہ میں۔

۴......ایک روز فرمایا کہ امام ابو حنیفہؒ بڑے عظیم البرکت تھے ان کی وجہ سے ہم پر دنیا و آخرت کے راستے کھل گئے۔

۵......ابو یوسف فرماتے ہیں کہ میں نے تفسیر حدیث کے معاملہ میں امام صاحب سے زیادہ عالم نہیں دیکھا۔

قاضی ابو یوسف (جن کو یحیٰی بن معین صاحب الحدیث کہتے ہیں) فرماتے ہیں:

جب ان کی رائے قائم ہو جاتی تو میں حلقہ درس سے اٹھ کر کوفہ کے محدثین کے پاس جاتا اور ان سے اس مسئلہ کے متعلق حدیثیں دریافت کرتا اور آ کر امام صاحب کی خدمت میں پیش کرتا تو آپ بعض کو قبول کرتے اور بعض کے بارے میں فرماتے یہ صحیح نہیں ہے۔ میں کہتا کیوں؟ تو فرماتے کوفہ میں جس قدر علم ہے اس کا میں عالم ہوں۔

(۵۷) محدث ابو معاذ سلیمان:

ابو حنیفہ سے افضل میں نے نہیں دیکھا۔

(حافظ الدین محمد بن شہاب کردری مکی، ص ۷۸، حیدر آباد دکن)

(۵۸) محدث ابو عمرو بن علا:

علم اگر پوچھو تو امام ابو حنیفہ کا ہے۔ اور ہم لوگ جس علم میں مصروف ہیں وہ بہت آسان ہے۔ (موفق بن احمد مکی، ص ۷۵)

(۵۹) محدث ابوضمرہ:

امام صاحب کا ذکر اچھائیوں کے ساتھ کرتے تھے اور فرماتے کہ بڑا تعجب اس سے ہے کہ اس قدر علمی مشاغل کے باوجود اتنی زیادہ عبادت کس طرح کرتے ہیں۔
(موفق بن احمد مکی، ص۳۳)

(۶۰) محدث ابونعیم فضل بن دکین:

لوگ طوعاً وکرہاً امام صاحب کے منقاد ہوتے جاتے تھے، آپ کے یہاں جو ہجوم رہتا تھا وہ دن رات کے کسی حصہ میں منقطع نہیں ہوتا تھا خواہ آپ مسجد میں ہوں یا مکان میں۔
(کردری، ص۲۱، نیز تہذیب التہذیب ابن حجر عسقلانی، ص۲۴، دارالحدیث، قاہرہ)

یہ امام بخاری کے استاد ہیں۔ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔

فرمایا۔ امام ابوحنیفہ مسائل کی تہ اور حقیقت تک پہنچنے والے تھے۔

امام صاحب بڑے خداترس تھے اور بغیر جواب کے کلام نہ کرتے تھے اور نہ لایعنی باتوں میں پڑتے تھے۔

(۶۱) محدث ابوعلقمہ:

میں نے بہت سی حدیثیں جو اساتذہ سے سنی تھیں امام ابوحنیفہ پر پیش کیں انہوں نے ہر ایک کا ضروری حال بیان کر دیا کہ فلاں لینے کے قابل ہے اور فلاں نہیں۔ اب مجھے افسوس آتا ہے کہ کل حدیثیں ان کو کیوں نہ سنائیں۔ معلوم ہوا کہ امام صاحب حدیث میں بھی امام تھے اور اسی لئے محدثین ابوداؤد وغیرہ نے آپ کو امام ہی کے لفظ سے سراہا ہے۔ (موفق ص۲۰)

(۶۲) محدث ابوشیخ:

میں نو سال اور کئی ماہ امام ابوحنیفہ کے ساتھ بیٹھا اس مدت میں کوئی بات ایسی نہیں دیکھی جو قابل انکار ہو، وہ صاحب ورع صلوٰۃ وصدقہ تھے۔

(۶۳) محدث ابویحییٰ حمانی:

قریش کی ایک قوم آئی اور ابوحنیفہ کا ذکر کر کے پوچھا کہ آپ کا کیا حال تھا؟ کیا وہ ایک اجنبی شخص تھے مگر ہم سب پر غالب آئے۔

(صدر الائمہ موفق بن احمد مکی، ص ۳۳، دار الکتب العربیہ بیروت)

(۶۴) محدث ابوامیہ:

ان سے پوچھا گیا کہ عراق سے جو علماء آپ کے پاس آئے ان میں افقہ کون ہے؟ کہا ابوحنیفہ اور وہی امام ہیں۔ (مناقب حافظ الدین محمد بن محمد کردری، ص ۳۵، حیدر آباد دکن)

(۶۵) محدث ابومعاویہ ضریر:

شریک، جہل وحسد کی وجہ سے امام ابوحنیفہ کے ساتھ دشمنی تو رکھتے تھے مگر جب ان کا کلام سنتے تو بچارے سر نہ اٹھا سکتے چنانچہ خود فرماتے تھے کہ میں نے ابوحنیفہ کو کبھی مغلوب ہوتے نہیں دیکھا۔ (مناقب حافظ الدین محمد بن محمد کردری، ص ۳۶، حیدر آباد دکن)

(۶۶) محدث ابوبکر بن عیاش:

میں نے محمد بن السائب الکلبی سے بارہا سنا ہے کہ ابوحنیفہ خدا کی رحمت ہیں۔

(مناقب حافظ الدین محمد بن محمد کردری، ص ۲۵، حیدر آباد دکن)

ابوحنیفہ اپنے زمانہ کے لوگوں میں افضل تھے۔

ابوبکر بن عیاش کا قول ہے کہ سفیان کے بھائی عمر بن سعید کا انتقال ہوا تو سفیان کے پاس ہم تعزیت کے لیے گئے، مجلس آدمیوں سے بھری ہوئی تھی، عبداللہ بن ادریس بھی وہاں تھے، اسی عرصہ میں ابوحنیفہ مع اپنی جماعت کے وہاں پہنچے، سفیان نے ان کو دیکھا تو اپنی جگہ خالی کی، کھڑے ہوکر ان سے معانقہ کیا، اپنی جگہ ان کو بٹھایا، خود سامنے بیٹھے یہ دیکھ کر مجھ کو سخت غصہ آیا، ابن ادریس نے مجھ سے کہا، کمبخت دیکھتا نہیں، ہم یہاں تک بیٹھے رہے کہ آدمی متفرق ہوگئے، اب میں نے سفیان سے کہا کہ اے ابوعبداللہ! آج آپ نے ایک ایسا کام کیا جو مجھ کو برا معلوم ہوا نیز ہمارے دوسروں ساتھیوں کو بھی پوچھا کیا بات ہے؟ میں نے کہا

آپ کے پاس ابوحنیفہ آئے ان کے لئے آپ کھڑے ہوئے بلکہ اپنی جگہ بٹھایا ان کے ادب میں مبالغہ کیا یہ ہم لوگوں کو ناپسند ہوا۔ کہا تم کو یہ کیوں ناپسند ہوا، وہ علم میں ذی مرتبہ شخص ہیں اگر میں ان کے علم کے لئے نہ اٹھتا تو ان کے سن وسال کے لیے اٹھتا اور اگر ان کے سن و سال کے لیے نہ اٹھتا تو ان کی فقہ کے واسطے اٹھتا اگر فقہ کے لیے نہ اٹھتا تو ان کے تقویٰ کے لیے اٹھتا۔ راوی کا بیان ہے کہ انہوں نے مجھ کو ایسا ساکت کیا کہ جواب نہ بن آیا۔ (مناقب حافظ الدین محمد بن محمد کردری، ص ۳۴، حیدر آباد دکن)

(۶۷) محدث ابوالجویریہ:

محدث ابوالجویریہ کا قول ہے کہ صحبت حماد بن ابی سلیمان و محارب بن دثار وعلقمه بن مرثد وعون بن عبدالله و صحبت ابا حنيفة فما كان في القوم رجل احسن ليلا من ابى حنيفة لقد صحبت اشهرا فما منها ليلة وضع فيها جنبه

میں حماد بن ابی سلیمان، محارب بن دثار، علقمہ بن مرثد، اور عون بن عبداللہ کی صحبت میں بیٹھا ہوں اور ابوحنیفہ کی صحبت میں بھی رہا ہوں، میں نے اس جماعت میں کسی کو ابوحنیفہ سے بہتر شب گزار نہیں پایا، میں مہینوں ان کی صحبت میں رہا اس تمام زمانے میں ایک رات بھی پہلو لگاتے نہیں دیکھا۔ (مناقب حافظ الدین محمد بن محمد کردری، ص ۳۵، حیدر آباد دکن)

(۶۸) محدث حافظ ابوالحجاج:

جو امام فن رجال ہیں انہوں نے امام ابوحنیفہ کی توثیق کی ہے۔

قال محمد بن سعيد العوفى سمعت يحيى بن معين يقول كان ابو حنيفه ثقة فى الحديث لايحدث بما يحفظه

وقال صالح بن الاسرى الحافظ سمعت يحيى بن معين يقول ابو حنيفة ثقة فى الحديث وعنه قال لا باس به وقال مرة كان أبو حنيفة عندنا من اهل الصدق

''محمد بن سعید عوفی نے فرمایا کہ یحییٰ بن معین فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ حدیث میں ثقہ تھے۔صرف اسی حدیث کو بیان کرتے تھے جوان کو اچھی طرح محفوظ ہوتی تھی۔''

''صالح بن الاسری الحافظ نے فرمایا کہ یحییٰ بن معین فرماتے تھے کہ امام ابوحنیفہ حدیث میں ثقہ ہیں، انہوں نے امام صاحب کے لئے کہیں لاباس بہ (یعنی ان سے روایت میں کوئی حرج نہیں) کالفظ استعمال کیا اور کہیں فرمایا امام ابوحنیفہ ہمارے نزدیک اہل صدق میں سے ہیں۔(تہذیب الکمال حافظ ابوالحجاج ص ۱۸۰، حیدرآباد دکن، ۱۹۴۲ء)

(۶۹) محدث ابومطیع:

محدث ابومطیع کا قول ہے کہ قیام مکہ کے زمانے میں رات کی جس ساعت میں طواف کو گیا ابوحنیفہ سفیان ثوری کو طواف میں مصروف پایا۔ابوعاصم کا قول ہے کہ کثرت نماز کی وجہ سے ابوحنیفہ کو لوگ میخ (وتد) کہنے لگے تھے۔

(صدرالائمہ موفق بن احمد مکی، ص ۳۶، ایضاً کردری، ص ۳۷، حیدرآباد دکن)

ابومطیع کا قول ہے کہ میں نے کسی محدث کو سفیان ثوری سے زیادہ فقیہ نہیں دیکھا، ابوحنیفہ ان سے بھی زیادہ فقیہ تھے، یزید بن ہارون نے اس سوال کے جواب میں کہ دونوں میں کون زیادہ فقیہ ہے، کہا سفیان ثوری حفظ حدیث میں بڑھے ہوئے ہیں، ابوحنیفہ فقہ میں ایسا ہی ایک قول ابوعاصم نبیل کا ہے۔

(۷۰) امام ابویحییٰ بن زکریا بن یحییٰ نیشاپوری:

اپنی کتاب مناقب ''ابی حنیفہ'' میں یحییٰ بن نصر بن حاجب سے نقل کیا ہے کہ امام صاحب فرمایا کرتے تھے کہ میرے پاس کئی صندوق حدیثوں کے ہیں ان میں سے بقدر ضرورت انتفاع کے لیے نکالتا ہوں۔

اور ''کشف بزدوی'' میں بھی روایت موجود ہے کہ آپ نے روایت حدیث کا کام تورعاً اور بوجہ اشغال فقہ نہیں کیا لیکن تدوین مجلس میں آپ سب سے فرمایا کرتے تھے کہ اپنے اپنے

پاس جو آثار واحادیث ہوں بیان کرو۔ وہ سب پیش کرتے تو آپ آخر میں اپنی صدارتی تقریر میں اپنے پاس کی احادیث پیش کرتے تھے۔ جس طرح صدیق اکبرؓ نے روایت سے اجتناب کیا مگر ضرورت کے خاص مواقع میں جب دوسروں کے پاس روایت نہ ہوتی تو آپ پیش کر دیا کرتے تھے۔

غرض بلا شدید ضرورت یہ دونوں روایت نہ کرتے تھے۔ اسی لیے صدیق اکبرؓ کی مرویات بھی بہت کم ہیں حالانکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت مبارکہ سے زیادہ آپ کو ہی حاصل تھی اور سب سے زیادہ روایت بھی کر سکتے تھے کیا کوئی کمی روایت کی بنا پر کہہ سکتا ہے کہ ان کے پاس احادیث کم تھیں۔ امام صاحب نے بھی چار ہزار تابعین و تبع تابعین محدثین کبار سے حدیثیں حاصل کیں۔

(مناقب موفق، ص ۴۳، حافظ الدین محمد بن محمد کردری، ص ۳۶، دارالکتب العربیہ بیروت)

(۷۱) ابن عبدالبر مالکی:

انہوں نے امام ابوحنیفہ کی توثیق نقل کی ہے اور تمام عیوب سے آپ کی تبری ظاہر کی ہے۔

اور عقود الجواهر المنیفہ ص ۱۰ میں ہے:

قال ابو عمرو یوسف بن عبد البر والذین رووا عن ابی حنیفة ووثقوه واثنوا علیه اکثر من الذین تکلموا فیه والذین تکلموا فیه من اهل الحدیث اکثر ما عابوا علیه الاغراق فی الرای والقیاس وقد مر ذلك لیس بعیب

''ابوعمرو یوسف بن عبدالبر نے فرمایا جن لوگوں نے امام ابوحنیفہ سے روایت کی اور ان کی تعریف وتوثیق کی ہے ان کی تعداد ان لوگوں سے کہیں زیادہ ہے جنہوں نے امام صاحب پر کچھ کلام کیا ہے اور انہوں نے بھی امام صاحب پر زیادہ سے زیادہ اغراق فی الرائے اور قیاس کا الزام لگایا ہے جو عیب نہیں ہے۔'' جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔

قال الحافظ ابو عمرو یوسف ابن عبد البر بعد کلام ذکره واهل الفقه لا

یلتفتون من طعن علیه ولا یصدقون بشیء من السوء ینسب الیه

''حافظ ابوعمرو یوسف بن عبدالبر نے امام صاحب کا تذکرہ کرنے کے بعد فرمایا کہ فقہاء ان لوگوں کی جانب بالکل التفات نہیں فرماتے جنہوں نے امام صاحب پر کوئی طعن کیا ہے، وہ امام صاحب کی جانب منسوب کی جانی والی (کسی برائی) کی تصدیق نہیں کرتے۔''

ملاحظہ فرمایئے ابن عبدالبر صاف لفظوں میں امام صاحب کی توثیق نقل فرمارہے ہیں اور تمام عیوب سے ان کی تبری ظاہر کرتے ہیں اور حافظ ابن عبدالبر نے جامع بیان العلم وفضلہ میں یحییٰ بن معین، شعبہ اور حافظ موصلی ازدی اور علی بن المدینی وغیرہم سے امام صاحب کی توثیق وتعدیل نقل کرکے یہ عبارت یعنی الذین رووا عن ابی حنیفہ ووثقوا لکھی ہے۔

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حافظ ابن عبدالبر کے نزدیک امام ابوحنیفہؒ ثقہ ہیں۔

حافظ ابن عبدالبر نے انتقاء میں نقل کیا ہے کہ امام محمدؒ نے ایک دفعہ امام مالکؒ کے تلامذہ واصحاب کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا ''تمہارے شیخ پر ضروری نہیں کہ کچھ فرمائیں اور ہمارے استاد (امام ابوحنیفہ) کے لیے خاموش رہنا درست نہیں تھا۔'' مطلب یہ کہ امام مالک حدیث کے امام ہیں مگر فقہ وافتاء میں کمی ہے اس لیے اگر کچھ نہ فرمائیں تو بہتر ہے، دوسرے اس فن میں ان سے بہتر موجود ہیں وہ جواب دے سکیں گے۔ اور امام ابوحنیفہ چونکہ فقہ کے بھی امام تھے اس لیے ان کو ہر سوال کا جواب دینا چاہیے تھا کیونکہ ان سے اونچا مقام ان کے زمانہ میں کسی کو حاصل نہ تھا اور ان کے سکوت وخاموشی سے علمی استفادہ رک جاتا۔

جو شخص فضائل صحابہ کرامؓ وفضائل تابعینؒ کے بعد امام مالک، امام شافعی، اور امام ابوحنیفہ کے فضائل ومناقب کا مطالعہ غور وفکر سے کرے گا اور ان کی بہترین سیرت وکردار سے واقف ہوگا تو وہ اس کو اپنا برگزیدہ عمل پائے گا، خدا ہم سب کو ان نفوس قدسیہ کی محبت سے نفع اندوز کرے۔

امام ثوری فرمایا کرتے تھے کہ ذکر صالحین کے وقت رحمت الٰہیہ متوجہ ہوتی ہے اور جس شخص نے ان حضرات کے حالات میں سے صرف ان باتوں کو یاد کیا، جو حسد، غصہ

خواہشات نفسانی یا کسی غلطی یا غلط فہمی سے ایک دوسرے کو کہی گئی ہیں اور ان کے فضائل و مناقب کو نظر انداز کیا وہ شخص توفیق الٰہی سے محروم ہوا۔ غیبت میں داخل ہوا اور صحیح راستہ سے بھٹک گیا۔ خدا ہمیں اور تمہیں ان لوگوں میں سے کرے جو باتیں سب کی سنتے ہیں مگر اتباع صرف اچھی باتوں کا کرتے ہیں۔ ہم نے اس باب کو حدیث صحیح **دب الیکم داء الامم قبلکم الحسد والبغضاء** سے شروع کیا تھا جس کا معنیٰ یہ ہے کہ تمہارے اندر بھی پہلی امتوں کی بیماری ضرور گھس کر رہے گی جو حسد و بغض ہے۔

(خیرات الحسان فی مناقب نعمان ابن حجر مکی، ص۷۴، نیز جامع بیان العلم ابن عبدالبر، ص۱۹۴، ۱۹۴۷ء)

(۷۲) محدث ابن مزاحم:

محدث ابن مزاحم کا قول ہے ابوحنیفہ اکثر یہ کہا کرتے تھے **اللھم من ضاق بنا صدرہ فان قلوبنا قد تسعت له بار الھا** ''جو لوگ ہماری طرف سے تنگ دل ہیں، ہمارے دل ان کے لیے کشادہ ہیں۔''

(صدرالائمہ موفق بن احمد مکی، ص۳۶، ایضاً کردری، ص۷۸، حیدرآباد دکن)

(۷۳) محدث ابن عیینہ:

محدث ابن عیینہ کا قول ہے کہ میری آنکھ نے ابوحنیفہ کا مثل نہیں دیکھا۔

(صدرالائمہ موفق بن احمد مکی، ص۳۶، ایضاً کردری، ص۷۱، حیدرآباد دکن)

(۷۴) محدث ابن صہیب:

محدث ابن صہیب کا قول ہے کہ ابوحنیفہ اکثر یہ اشعار پڑھا کرتے تھے:

عطاء ذی العرش خیر من عطائکم وسیبه واسع یرجی وینتظر

انتم یکثر ما تعطون منکم واللہ یعطی بلا من ولا کثر

عرش کے مالک کی بخشش تمہاری بخشش سے بہتر ہے اور اس کا وجود بہت وسیع ہے کہ

سب اس کے امیدوار و منتظر ہیں، تمہاری بخشش کو تمہارا احسان جتانا مکدر کر دیتا ہے، اللہ تعالیٰ کی عطاء میں نہ احسان رکھنا ہے نہ کدورت۔

(مناقب حافظ الدین محمد بن محمد کردری، ص ۲۵، دارالکتب العربیہ بیروت)

(۷۵) محدث علامہ ابن سیرین:

مشہور و معروف عابد و زاہد اور علم تعبیر خواب کے زبردست عالم تھے، تاریخ ابن خلکان میں خطیب کی تاریخ سے نقل کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کھودنے کا خواب دیکھا تب ایک شخص کو امام صاحب نے ابن سیرین کے پاس تعبیر دریافت کرنے کو بھیجا تو انہوں نے فرمایا کہ اس خواب کو دیکھنے والا اس حد تک علوم نبوی روشن اور واضح کرے گا کہ اس سے پہلے کسی نے سبقت نہیں کی ہوگی۔

(حدائق الحنفیہ، فقیر محمد جہلمی، ص ۷۶، لاہور)

(۷۶) محدث علامہ ابن الاثیر جزری:

اگر ہم امام ابوحنیفہ کے فضائل و کمالات بیان کرنا چاہیں تو وہ اتنے ہیں کہ ہم سب کو بیان نہیں کر سکتے بات بہت لمبی ہو جائے گی اور غرض پھر بھی پوری نہ ہوگی، مختصر یہ کہ وہ عالم باعمل، زاہد، عابد، متقی پرہیزگار اور علوم شریعت کے مسلم و پسندیدہ امام تھے۔

(جامع الانوار محمد بن عبدالرحمٰن غزنوی، ص ۱۳)

(۷۷) علامہ تقی الدین ابوالعباس احمد بن عبدالحکیم بن عبدالسلام بن تیمیہ:

اپنی تالیفات میں امام اعظم ابوحنیفہ کا نام اہمیت و عظمت کے ساتھ لیتے ہیں اور جب کسی مسئلہ پر بحث کرتے ہیں تو ائمہ متبوعین کے مذاہب ذکر کرتے ہیں اور اکثر و بیشتر امام اعظم کا مذہب اول ذکر کرتے ہیں ان کے بعد امام مالک و شافعی و احمد کا بہت سی جگہ امام صاحب کے مذہب کو قرآن و حدیث کی روشنی میں ترجیح بھی دیتے ہیں۔

نہ صرف امام صاحبؒ کے اقوال نقل کرتے ہیں بلکہ امام ابو یوسفؒ، امام محمدؒ، سفیان بن

عیینہؒ وغیرہ اصحاب وتلامذہ امام اعظمؒ کے اقوال وآراء بھی بطور استناء واستشہاد پیش کرتے ہیں (ملاحظہ ہو مجموعہ رسائل کبریٰ مطبوعہ عادہ شرقیہ مصر ص ۴۲۵، ۴۳۶) اور یہ بھی بتلایا کہ امام محمد نے ان عقائد کو امام ابوحنیفہ وامام مالک اور ان کے طبقہ کے دوسرے علماء سے اخذ کیا ہے۔

علامہ ابن تیمیہؒ نے کتاب مذکور کے پہلے رسالہ الفرقان بین الحق والباطل میں فرق باطلہ خوارج، معتزلہ، قدریہ وغیرہ کا ذکر کیا ہے۔ پھر مرجیہ کا ذکر کیا ہے اور کہا کہ اس فرقہ کے لوگ اکثر اہل کوفہ تھے لیکن حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، اور ابراہیم نخعیؒ وغیرہ کے اصحاب وتلامذہ کا اس فرقہ مرجیہ سے کوئی تعلق نہیں تھا البتہ معتزلہ وخوارج کے مقابلہ میں ان حضرات نے اعمال کو جزو ایمان قرار دینے کے خلاف زور دیا۔ کیونکہ خوارج مرتکب کبائر اہل اسلام کی تکفیر کرتے تھے اور ان کو مخلد فی النار کہتے تھے، معتزلہ نے کہا کہ ایسے لوگ آخرت میں قلد فی النار تو ہوں گے مگر دنیا میں ان کو کافر نہ کہا جائے گا اگرچہ اسلام وایمان ان میں نہیں رہا۔ گویا معتزلہ نے ایک میانہ روی کا راستہ نکالا کہ ایسے لوگ نہ مومن ہیں نہ کافر، اس لیے خوارج کی طرح وہ ایسے مسلمانوں کو قتل کرنا جائز نہیں سمجھتے تھے۔

غرض ان دونوں باطل فرقوں کے مقابلہ میں مرجیہ اہل سنت نے کہا کہ اہل کبائر کو آخرت میں عذاب ہوگا لیکن وہ مخلد فی النار نہ ہوں گے بلکہ وہ شفاعت سے دوزخ سے نجات حاصل کرلیں گے۔

علامہ ابن تیمیہؒ نے اس جگہ یہ بھی تصریح کی کہ ان فرقہ باطلہ کی وجہ سے اس نظریہ کو کسی قدر نئے قالب میں پیش کیا گیا، لہٰذا یہ بہت ہلکی بدعت تھی بلکہ اس کے خلاف جن لوگوں نے کہا ان دونوں میں اختلاف اسمی ولفظی تھا، حکمی وحقیقی نہ تھا کیونکہ جن فقہاء کی طرف قول مذکور منسوب ہے مثلاً امام حماد بن ابی سلیمان (استاد امام اعظم) اور امام ابوحنیفہ وغیرہ وہ سب اہل سنت کے عقائد کے ساتھ پوری طرح متفق ہیں ان کی رائے درحقیقت الگ نہیں ہے۔

وہ حضرات بھی دوسرے تمام اہل حق کی طرح یہ کہتے ہیں کہ اہل کبائر کو عذاب غیر مخلد ہوگا

جیسا کہ احادیث صحیحہ سے بھی یہی ثابت ہے وہ یہ بھی مانتے ہیں کہ ایمان صرف فعل قلبی نہیں بلکہ زبان سے اقرار ضروری ہے۔ یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ اعمال مفروضہ کی ادائیگی واجب و لازم ہے اوران کا ترک کرنے والا دنیا میں ملامت اور آخرت میں عذاب کا مستحق بنتا ہے۔

غرض اعمال جزو ایمان ہیں یا نہیں یا استثناء وغیرہ کے مسائل میں جو کچھ بھی اختلاف ہے وہ نزاع لفظی ہے۔ پھر ایک صفحہ کے بعد علامہ نے فرمایا کہ خلاصہ بحث یہ ہے کہ جن اکابر پر ارجاء کی تہمت لگی ہے ان کا ارجاء اسی نوع کا ہے۔

البتہ ایک فرقہ مرجیہ اہل بدعت کا بھی تھا جو اس امر کا قائل تھا کہ اعمال مفروضہ کے ترک سے ایمان کو کوئی ضرر لاحق نہیں ہوتا۔ ان کا قول غیر مقبول ہے، نہ وہ لوگ اہل سنت تھے۔

ص ۳۵ پر فرمایا کہ ''اوپر جو نزاع ذکر ہوا وہ اہل علم و دین میں اسی قسم کا ہے جیسے بہت سے احکام میں ہوا ہے، حالانکہ وہ سب ہی اہل ایمان واہل قرآن ہیں۔''

یہاں ہم نے علامہ ابن تیمیہؒ کی عبارت اس لیے پیش کی ہیں تا کہ معلوم ہو کہ بعض محدثین امام بخاریؒ وغیرہ نے جو امام صاحبؒ وغیرہ کو مرجیہ کہہ کر تضعیف کی، یا امام بخاریؒ نے فرمایا کہ میں نے اپنی کتاب میں ایسے رواۃ سے روایت نہیں کی جو اعمال کو جزو ایمان نہیں کہتے تھے۔ یہ ان کا محض تشدد یا تعصب تھا یا بقول علامہ ابن تیمیہ ایک اسمی و لفظی نزاع کو حقیقی و حکمی نزاع بنا دیا تھا جس سے اہل سنت، اہل ایمان و قرآن ہی بے وجہ دو ٹولی بن گئے، اسی طرح امام بخاریؒ نے امام محمدؒ کو جہمی کہہ دیا اور علامہ ابن تیمیہ نے اسی مجموعہ رسائل کے ص ۴۳۶ جلد ا میں امام محمدؒ سے ہی روایت پیش کی ہے وہ جہمی عقائد والے کو خارج ملت قرار دیتے تھے۔

افسوس آج علامہ ابن تیمیہؒ کے خاص متبعین حضرات امام بخاریؒ وغیرہ کے اقوال کو شائع کر کے امام صاحبؒ وغیرہ کے خلاف پروپیگنڈا کرتے ہیں۔

علامہ ابن تیمیہ نے مجموعہ رسائل مذکورہ کے ص ۳۷۱ جلد ۲ وص ۴۷۱ ج ۲ میں یہ بحث بھی صاف کر دی ہے کہ مشہور اختلافی مسائل ہیں اختلاف صرف افضلیت واستحباب یا راجح

مرجوح کا ہے۔ مثال کے طور پر بتلایا کہ

ا...... قرأت فاتحہ نماز جنازہ میں بہت سے سلف سے ماثور نہیں ہے اور یہی مذہب امام ابوحنیفہؒ و مالکؒ کا بھی ہے۔ پھر قائلین میں سے بعض وجوب کے قائل ہوئے اور بعض صرف استحباب کے اور یہی استحباب کا قول اعدل واقوال ہے کیونکہ سلف سے پڑھنا اور نہ پڑھنا دونوں ہی منقول ہیں۔

۲...... پھر بسم اللہ بھی اسی طرح ہے کہ سلف میں نماز جہر بسم اللہ کے ساتھ بھی تھی اور بغیر جہر کے بھی۔

۳...... رفع یدین بھی بعض سلف سے منقول ہے اور بغیر رفع کے بھی سلف میں نماز پڑھتے تھے۔

۴...... امام کے پیچھے قرأت کرتے بھی تھے اور نہیں بھی کرتے تھے۔

۵...... نماز جنازہ میں کئی تکبیر کہتے تھے پانچ اور چار بھی ثابت ہیں۔

۶...... اذان میں بھی ترجیع اور غیر ترجیع دونوں ثابت ہیں، جس طرح اقامت میں شفع اور وتر دونوں ثابت ہیں۔ یہ سب امور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ماثور ہیں۔ اور ان میں سے ہر امر کو مصلحت راجحہ کی وجہ سے راجح اور خلاف کو مرجوع کہہ سکتے ہیں اور جس پر بھی کوئی عمل کرے گا اس کو بلانکیر درست کہا جائے گا۔

یہاں آپ نے دیکھا کہ علامہ ابن تیمیہ نے اس قسم کے تمام مسائل میں اختلاف کو معمولی اختلاف فضیلت واستحباب کا قرار دیا ہے اور حقیقت بھی یہی ہے جیسا کہ ہمارے اکابر واسلاف نے تصریحات کی ہیں اور حضرت الاستاذ الامام علامہ انور شاہ صاحب قدس سرہ کا رسالہ فصل الخطاب اور نیل الفرقدین پڑھ کر بھی یہی حقیقت واضح ہوتی ہے۔ مگر بعض حضرات ایسے مسائل میں امام بخاریؒ وغیرہ کی آڑ لے کر اپنی عدم تقلید کے لیے فضا ہموار کرتے رہتے ہیں۔ ان کو اس سے کچھ بحث نہیں کہ حقائق کیا ہیں یا خود ان کے مسلم اکابر علامہ ابن تیمیہ وغیرہ نے کیا تحقیق کی ہے۔

کتاب مذکور ص ۲۳۰ ج ۲ میں استحاضہ سے طہارت نجاست کے مسئلہ میں علامہ نے فرمایا کہ اس میں اختلاف مشہور ہے امام مالک و امام احمد سے دو قول ہیں طہارت بھی اور عدم طہارت بھی۔ امام شافعی عدم طہارت کے قائل ہیں۔ امام ابوحنیفہ طہارت کے قائل ہیں اور یہی قول زیادہ صحیح ہے کیونکہ نجاست جب نمک یا راکھ بن گئی تو اس کی حقیقت، نام، صفت وغیرہ سب چیزیں بدل گئیں پھر حکم کیوں نہ بدلے گا۔ آگے اس کی مزید وضاحت کی ہے۔

ان فی ذلك لذكری لمن كان له قلب او القی السمع وهو شهيد.

آج کل تو امام ابن تیمیہ کو عالم اسلام میں جو مقام حاصل ہے وہ محتاج تعارف نہیں پاکستان اور بیرون پاکستان میں ان کو شیخ الاسلام کے خطاب سے یاد کیا جاتا ہے۔ ابتداء میں امام احمد بن حنبلؒ کے مقلد تھے لیکن تیزی طبع کی وجہ سے بعض مسائل میں ان کی تقلید کے قلادے کو گردن سے اتار دیا اور آزاد روش اختیار کی۔ اس آزادی طبع کی بنا پر آج کل یہ ہندوستان، پاکستان اور خصوصاً مصر میں بہت مقبول نظر آتے ہیں امام صاحب کے بارے میں فرماتے ہیں:

امام ابوحنیفہ سے اگرچہ بعض لوگوں کو اختلاف رہا لیکن ان کی فہم اور فقہ میں کوئی شک نہیں کرسکتا کچھ لوگوں نے ان کی تذلیل کے لیے ان کی طرف ایسی باتیں منسوب کی ہیں جو بالکل جھوٹ ہیں۔

(مجموعہ رسائل کبریٰ، ص ۲۷، ۲۸، ۲۹، ج ۱، ابن تیمیہ ابوالعباس، مطبوعہ عادہ مصر)

(۷۸) علامہ ابن حجر مکی شافعیؒ:

علامہ موصوف کی کتاب ''الخیرات الحسان فی مناقب النعمان'' باوجود اختصار کے اعلیٰ ترین معلومات کا خزینہ ہے۔ امام صاحبؒ کے علمی و عملی کمالات کے ہر قسم کے نمونے اس میں یکجا مل جاتے ہیں، تھوڑے وقت میں امام صاحبؒ کے تعارف کے لیے یہ مختصر کتاب بے نظیر ولاجواب ہے۔

ابن حجر مکی شافعیؒ انہوں نے بڑے زور سے امام ابوحنیفہؒ کی تعدیل کی ہے اور ایک مستقل فصل اس طرح منعقد کی ہے۔

الفصل الثانی والثلاثون فی رد ما قیل فیه من الجرح

اس فصل میں حافظ ابن عبدالبرؒ، یحیٰی بن معینؒ، علی بن المدینیؒ، شعبہؒ، حجاجؒ اور تاج الدین سبکیؒ وغیرہم کے اقوال سے امام ابوحنیفہ کی بسط کے ساتھ تعدیل کی ہے اور معترضین کے اعتراضات کا نہایت معقول جواب دیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ یہ وہم بھی نہ کرنا چاہیے کہ امام ابوحنیفہ علم فقہ کے ماسوا اور دوسرے علوم نہیں جانتے تھے ماشاء اللہ وہ علوم شرعیہ، تفسیر، حدیث اور علوم عالیہ ادبیہ قیاس اور علوم حکمیہ کا ایک سمندر تھے۔ ان کے بعض مخالفین کا قول اس کے خلاف ہے۔ مگر ان کا منشاء محض حسد اور اپنی برتری کی خواہش ہے۔

حافظ ابن حجر مکی الہیثمی شافعیؒ نے حضرت سفیان ثوریؒ کا یہ فرمان نقل کیا ہے۔ ''امام ابوحنیفہؒ حدیث وفقہ دونوں میں ثقہ وصدوق ہیں۔''

حافظ ابن حجر مکی نے نقل کیا کہ ابن مدینی نے فرمایا: ''امام ابوحنیفہؒ سے ثوریؒ، ابن المبارکؒ، حماد بن زیدؒ، ہشامؒ، وکیع، عباد بن العوامؒ اور جعفر بن عونؒ نے روایت کی ہے۔ یعنی یہ سب ائمہ حدیث میں امام صاحبؒ کے شاگرد ہیں اور فرمایا کہ امام صاحبؒ ثقہ ہیں، ان میں کوئی عیب نہیں اور امام شعبہ بھی ان کے بارے میں بہت اچھی رائے رکھتے تھے اور حضرت یحیٰی بن معینؒ فرماتے تھے کہ ہمارے کچھ لوگ امام ابوحنیفہؒ اور ان کے اصحاب کے متعلق تفریط میں مبتلا تھے اور ان کی تنقیص کرتے تھے۔

پھر کسی نے سوال کیا کہ کیا امام صاحبؒ کی طرف بیان حدیث ومسائل میں کسی مساعت یا کذب وغلط بیانی کی نسبت صحیح ہے؟ تو فرمایا ''ہرگز نہیں۔''

(خیرات الحسان فی مناقب نعمان بن حجر مکی، ص ۹۶، ایضاً ص ۱۳، ۱۴، کراچی)

(۷۹) محدث ابن ندیم:

ابن ندیم نے اپنی مشہور ومعروف کتاب ''الفہرست'' میں امام اعظمؒ کا تذکرہ کرتے

ہوئے آخر میں لکھا کہ ''مشرق سے مغرب تک زمین کے تمام خشکی وتری کے حصوں میں دور و نزدیک جو کچھ علم کی روشنی پھیلی وہ امام صاحبؒ ہی کی تدوین کا صدقہ ہے۔

(فہرست ابن ندیم، ص ۲۱۱، دارالعلم، بیروت)

(۸۰) محدث حافظ ابن حجر عسقلانیؒ:

نعمان بن ثابت امام ابوحنیفہؒ نے حضرت انسؓ صحابی کی زیارت کی ہے اور عطاءؒ، عاصمؒ، حمادؒ، حکمؒ، سلمہؒ، ابوجعفرؒ، علیؒ، زیادؒ، عطیہؒ، ابوسفیانؒ، عبدالکریمؒ، یحییٰؒ اور ہشامؒ سے حدیث پڑھی ہے اور روایت کی ہے اور امام صاحبؒ سے حمادؒ، ابراہیمؒ، حمزہؒ، زفرؒ، قاضی ابویوسفؒ، ابویحییٰؒ، عیسیٰؒ، وکیعؒ، یزیدؒ، اسدؒ، حکامؒ، خارجہؒ، عبدالمجیدؒ، علیؒ، محمدؒ، عبدالرزاقؒ، محمد بن حسنؒ، یحییٰ بن یمانؒ، ابوعصمہ نوحؒ، ابوعبدالرحمٰنؒ، ابونعیمؒ، ابوعاصمؒ اور دوسروں نے روایت کی ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ لکھتے ہیں:

قال محمد بن سعد سمعت یحیٰی بن معین یقول کان ابوحنیفة ثقة لا یحدث بالحدیث الا مام یحفظه وقال صالح بن محمد الاسری عن ابن معین کان ابوحنیفة ثقفة فی الحدیث.

''محمد بن سعد فرماتے ہیں کہ میں نے یحییٰ بن معین کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ امام ابوحنیفہؒ حدیث میں ثقہ ہیں۔ صرف اسی حدیث کو بیان فرماتے تھے جو ان کو اچھی طرح محفوظ ہوتی تھی اور صالح بن محمد اسری نے امام صاحب کے بارے میں ابن معین کا یہ قول نقل کیا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ حدیث میں ثقہ ہیں۔''

نوٹ: تہذیب التہذیب تہذیب الکمال کا مختصر اور خلاصہ ہے۔ چنانچہ خود حافظ ابن حجرؒ نے تعجیل المنفعه ص ۳ میں لکھا ہے:

وکنت قد لخصت تهذیب الکمال وزدت علیه فوائد کثیرة وسمیته تهذیب التهذیب وجاء نحو ثلث الاصل ونحو ذلك فی ابتدائیه تهذیب

التہذیب ص ۳

''میں نے تہذیب الکمال کو مختصر کیا اور اس میں بہت سارے فوائد کا اضافہ کیا اور اس کا نام تہذیب التہذیب رکھا۔ یہ خلاصہ اصل کتاب کی تہائی کے برابر ہو گیا۔ تہذیب التہذیب کے دیباچہ ص ۳ میں یہی لکھا ہے۔''

(تہذیب التہذیب ابن حجر عسقلانی، ص ۴۴۹، ایضاً ص ۲۱۲، دار الحدیث، قاہرہ)

(۸۱) محدث بحر السقاءؒ:

بصرہ کے اکابر ائمہ حدیث میں سے تھے۔ فرماتے تھے کہ میں امام ابو حنیفہؒ سے علمی مذاکرات کیا کرتا تھا وہ فرمایا کرتے تھے کہ اے بحر! تم تو واقعی اسم با مسمّٰی یعنی علم کے سمندر ہو۔ تو میں عرض کرتا تھا حضرت میں تو صرف ایک بحر ہوں، آپ تو بحور ہیں۔

(مناقب الموفق احمد مکی، ص ۱۸، ۲۴)

(۸۲) محدث بکیر بن معروف:

جس نے ابو حنیفہؒ کو دیکھا اس کو یہ بات معلوم ہوئی کہ اعلیٰ درجہ کے فقیہ اور صاحب معرفت اور پرہیز گار کیسے ہوا کرتے ہیں اور ان کو دیکھنے والے پر یہ ثابت ہو جاتا تھا کہ وہ خیر ہی کے لیے مخلوق ہیں۔ (مناقب الموفق احمد مکی، ص ۲۰)

(۸۳) محدث حافظ بدر الدین عینیؒ:

فرماتے ہیں کہ امام یحیٰ بن معینؒ سے امام صاحبؒ کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا۔ ''ثقہ ہیں، میں نے سنا ہی نہیں کہ امام ابو حنیفہ کو کسی نے ضعیف کہا ہو۔ (معلوم ہوا کہ اس دور کے اکابر و اصاغر میں سے کسی نے بھی آپ پر جرح نہیں کی) اور شعبہ ابن الحجاج امام صاحب کو لکھا کرتے تھے کہ احادیث کی روایت ہمارے لیے کریں، اور فرماتے تھے کہ امام ابو حنیفہ ثقہ تھے اور سچے لوگوں میں سے تھے کہ کبھی بھی ان کو جھوٹ کی تہمت نہیں لگی اور اللہ کے دین میں مامون و معتمد تھے۔ احادیث صحیحہ بیان فرماتے تھے۔

حضرت امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ، حضرت عبداللہ بن مبارکؒ، حضرت سفیان بن عیینہؒ، حضرت اعمشؒ، حضرت سفیان ثوریؒ، حضرت عبدالرزاقؒ، حضرت حماد بن زیدؒ وغیرہ بڑے بڑے ائمہ وحفاظ نے امام صاحب کی تعریف کی ہے اور حضرت وکیع مدح کرتے تھے اور امام صاحب کی رائے کے موافق فتویٰ بھی دیا کرتے تھے۔

(۸۴) محدث تاج الدین سبکیؒ:

محدث تاج الدین سبکی نے امام ابوحنیفہ کی تعدیل کی ہے چنانچہ طبقات شافعیہ ص ۳۹ میں جرح وتعدیل کے اصول پر ایک نفیس بحث کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

وحینئذ لا یلتفت لکلام الثوری وغیرہ فی ابی حنیفة

''اور اب امام ابوحنیفہ کے بارے میں امام ثوریؒ وغیرہ کا کلام بالکل قابل التفات نہیں ہے۔ (مناقب حافظ الدین محمد بن محمد کردری، ص ۱۸، حیدرآباد دکن، ۱۹۴۶ء)

(۸۵) محدث توبہ بن سعد:

اہل مرو کے امام تھے، بقول ابن مبارک مومن قوی القلب تھے اور امام مالک کہا کرتے تھے کہ کاش ان جیسا ایک شخص ہمارے یہاں ہوتا۔ یہ توبہ مذکور امام صاحب کے حلقہ میں بیٹھتے تھے، استفادہ کرتے تھے اور قضاء میں امام صاحب کے قول پر فیصلہ کرتے اور کہتے تھے کہ امام ابوحنیفہؒ میرے اور میرے رب کے درمیان ہیں۔

(مناقب حافظ الدین محمد بن محمد کردری، ص ۱۸، حیدرآباد دکن)

(۸۶) محدث جریر بن عبداللہؒ:

محدث جریر بن عبداللہؒ نے کہا کہ مجھ سے مغیرہ نے کہا کہ ابوحنیفہؒ کے حلقہ میں رہا کرو گے تو فقیہ ہو جاؤ گے۔ اگر ابراہیم نخعیؒ ہوتے تو وہ بھی ان کے حلقہ میں بیٹھتے۔

(مناقب موفق بن احمد مکی، ص ۱۰، دارالکتب العربیہ بیروت)

(۸۷) محدث حضرت امام جعفر صادقؒ:

ابوحنیفہ کل فقہائے کوفہ سے افقہ ہیں۔

(مناقب موفق بن احمد مکی، ص ۱۷، دارالکتب العربیہ بیروت)

(۸۸) محدث جعفر بن الربیع:

محدث جعفر بن الربیع کا قول ہے، پانچ سال میں ابوحنیفہؒ کے پاس رہا، ان سے زیادہ خاموش آدمی میں نے نہیں دیکھا، جب کوئی مسئلہ پیش آتا اس وقت کھلتے اور سیل دریا کی طرح رواں دواں ہوتے۔ (مناقب موفق بن احمد مکی، ص ۱۷۱، دارالکتب العربیہ بیروت)

(۸۹) محدث حارث بن عمیر:

جب امام ابوحنیفہ مکہ معظّمہ جاتے تو ابن جریج اور عبدالعزیز بن ابی روادان کے ساتھ بیٹھتے اور ابن جریج ان کی مدح کرتے عبدالعزیز سے جب کوئی مسئلہ پوچھتا تو امام صاحبؒ سے مل کر معلوم کر کے بتاتے۔ (مناقب موفق بن احمد مکی، ص ۳۷، دارالکتب العربیہ بیروت)

(۹۰) محدث حسن بن زیاد:

امام ابوحنیفہ چار ہزار احادیث روایت کرتے تھے، دو ہزار حماد سے اور دو ہزار باقی شیوخ سے۔ (کردری ص ۱۷۶)

(۹۱) محدث حسن بن عمارہؒ:

ایک دفعہ امیر کوفہ نے علماء کوفہ کو جمع کیا اور ایک مسئلہ میں سب سے سوال کیا سب نے جوابات دیئے اور سب نے بالاتفاق مان لیا کہ امام ابوحنیفہ کا جواب زیادہ صحیح ہے۔ امیر نے بھی اس کو تسلیم کر لیا اور حکم دیا کہ اسی کو لکھ لیا جائے لیکن امام صاحبؒ نے فرمایا کہ ہم سب کے جوابات و آراء میں کچھ نہ کچھ غلطی ہے اور میرے نزدیک سب سے بہتر اور صحیح تر جواب حسن بن عمارہ کا ہے۔

حسن بن عمارہ نے کہا کہ مجھے امام صاحب کے اس فرمانے سے بڑا تعجب ہوا کیونکہ وہ مجلس حاکم وقت تھی اور مجلس مفاخرت تھی ہر شخص چاہتا تھا کہ میری بات اونچی ہو اور امام صاحب اگر چاہتے تو اپنی قوت استدلال سے بھی میری بات کو گرا کر اپنی بات اونچی کر سکتے تھے مگر انہوں نے کسی چیز کی پروانہ کی اور میری بات کو ایسے موقعہ پر حق جتلایا اس سے مجھے

یقین ہوا کہ ان سب میں وہی سب سے زیادہ باورع ہیں۔

اس سے پہلے حسن بن عمارہ بھی امام صاحب سے کچھ بدظن تھے اور کسی موقعہ پر کچھ برائی بھی کر دیا کرتے تھے۔ مگر اس واقعہ کے بعد ہمیشہ امام صاحب کی غیر معمولی مدح وثنا کرتے تھے۔

محمد خزیمہ نے کہا کہ اسی وجہ سے اصحاب حدیث حسن بن عمارہ کی تضعیف کرنے لگے کیونکہ وہ امام صاحب کی طرف مائل ہو گئے تھے۔ اس واقعہ کے ساتھ یہ بھی نقل ہے کہ نہ صرف حسن بن عمارہ کے دل میں امام صاحب کی عزت بڑھی بلکہ دوسرے لوگوں کا رجحان بھی ان کی طرف بڑھ گیا۔

حماد بن الامام کا بیان ہے کہ ایک دفعہ میرے والد (امام صاحب) اور حسن بن عمارہ کہیں ساتھ جا رہے تھے، پل پر پہنچے تو میرے والد نے ان سے کہا کہ آپ آگے بڑھیے انہوں نے کہا کہ میں آگے نہیں بڑھوں گا۔ آپ ہی بڑھیں۔ کیونکہ آپ ہم سب سے زیادہ افقہ، اعلم اور افضل ہیں۔ (مناقب صدر الائمہ، موفق بن احمد مکی، ص ۱۹۶، ج ۱، نیز ص ۳۷، ج ۲)

(۹۲) محدث حسن بن سلیمان:

حدیث **لا تقوم لاساعة حتی یظهر العلم** کی تفسیر میں حسن بن سلیمان نے کہا ہے کہ وہ علم ابوحنیفہ ہے اور وہ شرح جو انہوں نے احادیث کی ہے، خلف بن ایوب کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ سے علم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو پہنچایا، صحابہؓ نے تابعینؒ کو، تابعینؒ کے بعد ابوحنیفہؒ اور ان کے اصحاب کو ملا، اس پر کوئی خوش ہو یا ناراض ہو۔ (مناقب موافق بن احمد مکی، ص ۹۱ دار الکتب العربیہ بیروت)

(۹۳) محدث حماد بن زیدؒ:

محدث حماد بن زیدؒ کا قول ہے کہ میں نے حج کا ارادہ کیا، اور ایوب کے پاس رخصت ہونے گیا، انہوں نے کہا میں نے سنا ہے کہ اہل کوفہ کے فقیہ، مرد صالح، یعنی ابوحنیفہؒ اس سال

حج کو آئیں گے، جب ان سے ملاقات ہوتو میرا سلام کہنا۔

(مناقب حافظ الدین محمد بن محمد کردری، ص ۲۹، حیدرآباد دکن)

(۹۴) محدث خارجہ بن مصعب:

میں ایک ہزار سے زیادہ علماء سے ملا ہوں مگر علم و عقل میں میں نے ابوحنیفہؒ کا نظیر نہیں پایا۔ (علم سے مراد اس دور میں اکثر علم حدیث ہی ہوتا تھا) ان کے روبرو آتے ہی ان کے علم، زہد، ورع اور تقویٰ کی وجہ سے آدمی کی یہ حالت ہو جاتی تھی کہ اپنے نفس کو حقیر سمجھ کر متواضع ہو جاتا تھا۔

یہ خارجہ بن مصعب سرخس کے بڑے امام حدیث وفقہ تھے۔ امام صاحب سے بکثرت روایت حدیث کرتے تھے اور امام صاحب کا علم خراسان میں پھیلایا۔ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے ایک لاکھ روپے اپنی طلب علم پر صرف کیے اور ایک لاکھ لوگوں کی امداد پر صَرف کیے اپنے والد سے بھی بکثرت حدیث سنی تھی۔ ان کے والد حضرت علیؓ کے ساتھ جنگ جمل و صفین میں شریک ہوئے تھے۔ حضرت علیؓ، طلحہؓ، زبیرؓ واصحاب بدر سے احادیث سے سنی تھیں اور خارجہ نے امام صاحب کے مشائخ سے بھی حدیث سنی ہیں۔

(مناقب حافظ الدین محمد بن محمد کردری، ص ۵۰، حیدرآباد دکن، مناقب موفق بن احمد مکی، ص ۴۹، ج ۲)

(۹۵) محدث خالد بن صبیح:

خالد بن صبیح فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ ایک رات عشاء کی نماز پڑھ کر جارہے تھے کہ امام زفر نے کوئی مسئلہ پوچھا، امام صاحب نے جواب دیا، اس میں دوسری بحث اور تیسری بحث نکلی اور صبح تک یہ سلسلہ چلتا رہا اور صبح کے بعد بھی یہ گفتگو جاری رہی حتی کہ زفر کو شرح صدر ہو گیا۔

بعض ائمہ حدیث نے لکھا ہے کہ جس قدر امام صاحب کے اصحاب وتلامذہ تھے کسی امام کو نصیب نہیں ہوئے، حافظ ابوالمحاسن شافعی نے نوسو اٹھارہ علمائے کبار کے نام بقید نسب لکھے ہیں جو امام صاحب کے حلقہ درس سے مستفید ہوئے۔ غالباً یہ تعداد مشہور محدثین کی ہوگی یا

ان محدثین وفقہاء کی جو اکثر ملازم حلقہ رہا کرتے تھے۔اور اس کا ثبوت رد المحتار سے بھی ملا ہے۔ چنانچہ اس میں بحوالہ طحطاوی لکھا ہے کہ فقہ کے جمع کرتے وقت ایک ہزار عالم امام صاحب کے ساتھ تھے جن میں چالیس شخص درجہ اجتہاد کو پہنچے ہوئے تھے۔

(مناقب موفق بن احمد مکی ص ۶۲)

(۹۶) امام ابوداوٗد سجستانیؒ:

امام ابوداوٗد (صاحب سننؒ) فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ امام شریعت تھے۔

(مناقب کردری، ص ۵۴، حیدرآباد دکن)

(۹۷) محدث علامہ ذہبیؒ:

آپ نقادفن ہیں انہوں نے صاف لفظوں میں امام ابوحنیفہؒ کی توثیق کی ہے۔

کاشف میں امام ابوحنیفہ کا طولانی ترجمہ لکھا ہے۔توثیق وتعدیل میں بہت سے اقوال نقل کیے ہیں۔ایک جملہ بھی تضعیف کا نہیں نقل کیا بلکہ اخیر میں اپنی رائے ظاہر کردی ہے فرماتے ہیں:

قلت قد احسن شيخنا ابو الحجاج حيث لم يورد شيئا يلزم منه التضعيف

''میں تو یہ کہتا ہوں کہ ہمارے شیخ ابوالحجاج نے بہت ہی اچھا کیا کہ کوئی ایسا جملہ نہیں کہا جس سے امام صاحب کی تضعیف لازم آتی ہو۔''

تذکرۃ الحفاظ میں امام صاحب کو حفاظ حدیث میں شمار کیا اور آپ کا تذکرۃ الامام الاعظم فقیہ العراق کے الفاظ سے شروع کیا اور لکھا کہ حضرت انسؓ صحابہ کوفہ میں تشریف لائے تو امام صاحب نے ان کو متعدد بار دیکھا اور امام صاحب نے عطاءؒ، نافعؒ، سلمہ بن کہیلؒ، عمرو بن دینارؒ اور خلق کثیر سے روایت حدیث کی اور امام صاحب سے فقہ حاصل کرنے والے بھی تھے، جیسے زفرؒ، داوٗد طائیؒ، قاضی ابو یوسفؒ، محمد بن حسنؒ وغیرہ اور حدیث حاصل کرنے

والے بھی تھے، جیسے وکیعؒ ، یزید بن ہارونؒ، سعد بن صلتؒ، ابو عاصمؒ، عبدالرزاقؒ (صاحب مصنف)، عبداللہ بن موسیٰؒ ،ابوعبدالرحمٰن المقریؒ اوران کے علاوہ بہت سے لوگ تھے۔

امام صاحب عالم باعمل، عابد وزاہد اور بڑے عالی مرتبت انسان تھے۔ بادشاہوں کے نذرانے قبول نہیں کرتے تھے بلکہ خود تجارت کرتے تھے۔ بنی نوع انسان میں امام صاحب نہایت زکی تھے۔

اس کے بعد علامہ ذہبی نے حضرت عبداللہ بن مبارک وغیرہ کبار محدثین کے اقوال امام صاحب کے مناقب میں نقل کیے ہیں۔

حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں امام صاحب کو طبقہ خامسہ کے حفاظ حدیث میں ذکر کیا ہے۔ اصطلاح محدثین میں حافظ حدیث وہ ہوتا ہے جس کو کم از کم ایک لاکھ احادیث یاد ہوں اور تذکرۃ الحفاظ میں امام صاحب کی سند سے دو روایتیں بھی موجود ہیں۔

(تذکرۃ الحفاظ، ذہبی، ص ۱۵۱، ج ۱، قاہرہ، دارالعلم)

(۹۸) محدث زائدہؒ:

محدث زائدہؒ کہتے ہیں کہ ایک رات میں نے ابوحنیفہؒ کے ساتھ عشاء کی نماز مسجد میں پڑھی۔ آدمی نماز پڑھ کر چلے گئے ابوحنیفہ کو معلوم نہ ہوا کہ میں مسجد میں ہوں۔ حالانکہ تنہائی میں ایک مسئلہ میں ان سے پوچھنا چاہتا تھا، انہوں نے کھڑے ہو نماز میں قرآن مجید پڑھنا شروع کیا، میں انتظار میں کھڑا انتظار رہا کہ فارغ ہوں تو مسئلہ پوچھوں۔ پڑھتے پڑھتے جب اس آیت پر پہنچے **فمن اللہ علینا ووقنا عذاب السموم** (طور، آیت: ۷)

تو اس کو بار بار پڑھنا شروع کیا۔ اسی آیت کی تکرار میں صبح ہوگئی، یہاں تک کہ موذن نے فجر کی اذان دے دی۔ (مناقب موفق ابن احمد مکی، ص ۳۷، دارالکتب العربیہ بیروت)

(۹۹) محدث سعید بن ابی عروبہؒ:

آپ نے سفیان بن عیینہؒ سے فرمایا کہ تمہارے شہروں سے ابوحنیفہ کی جو خبریں آئی ہیں

ان سے معلوم ہوتا ہے کہ ان سے زیادہ افقہ کوئی نہیں ہے۔ مجھے آرزو ہے کہ جو علم خدائے تعالیٰ نے ان کو دیا ہے وہ تمام مسلمانوں کے دلوں میں ڈالا جائے۔ ان کو خدا نے فقہ میں فتح یاب کیا ہے گویا وہ اسی کے لیے پیدا ہوئے ہیں۔

کئی مسائل میں امام صاحب سے گفتگو کی۔ آخر میں کہا کہ ہم نے جو علم متفرق اور مختلف مقامات سے حاصل کیا تھا وہ سب آپ کے پاس مجتمع ہے۔ (یعنی جو حدیثیں انہوں نے خلق کثیر سے بہ تصریح ذہبی حاصل کی تھیں وہ سب امام صاحبؒ کے پاس جمع تھیں۔

آپ بصرہ کے امام جلیل، حفظ، فقہ، دیانت وزہد کے لحاظ سے وہاں کے مفاخر میں سے تھے۔ امام صاحب سے بہت محبت کرتے تھے اور امام صاحب ان کے پاس کوفہ سے ہدایا بھیجا کرتے تھے جن پر وہ فخر کیا کرتے تھے۔

کوفہ آتے تو امام ابو یوسف کہتے ہیں میں بھی ان سے ملتا تھا۔ ایک روز کہنے لگے کہ میں امام صاحب کے پاس آتا جاتا ہوں، علمی مذاکرات کرتا ہوں، ابو یعقوب! تم جو علمی و تحقیقی لحاظ سے ٹھوس پختہ باتیں کرتے ہو شاید یہ سب امام صاحب ہی سے استفادہ کے باعث ہیں؟ میں نے کہا ہاں، ایسے ہی ہے۔ کہنے لگے ان کا طرز تحقیق کتنا اچھا ہے؟

پھر مجھے معلوم ہوا کہ وہ امام صاحب سے بہت سے اہم مسائل میں گفتگو کرتے رہے اور جو کچھ علمی تحقیقات ہم نے بہت سے لوگوں سے الگ الگ حاصل کی تھیں ان سب کو آپ کے پاس یکجا پایا۔ (مناقب موفق ابن احمد مکی، ص ۴۵، دار الکتب العربیہ بیروت)

(۱۰۰) محدث سہل بن مزاحمؒ:

محدث سہل بن مزاحمؒ کا قول ہے کہ دنیا ابوحنیفہ کے قدموں پر گری، انہوں نے آنکھ اٹھا کر نہ دیکھا، اس کے لینے پر کوڑوں کے ذریعہ سے مجبور کیے گئے مگر قبول نہ کیا۔

دو مرتبہ ابوحنیفہؒ نے حق کی حفاظت پر جسمانی تکلیفیں برداشت کیں، اول مرتبہ بنوامیہ کے زمانے میں، جب ابن ہبیرہ، عامل کوفہ کی قضاء کا عہدہ قبول کرنے پر ان سے اصرار کیا

گیا، انکار کرنے پر اس نے آپ کو سو کوڑے لگوائے۔ بالآخر چھوڑ دیا، ہر روز دس کوڑے مارے گئے۔ ایک دن کوڑے لگنے کے دوران روئے۔ رہائی کے بعد رونے کا سبب کسی نے پوچھا تو کہا کہ مجھے اپنی والدہ کے صدمہ کا خیال آیا جو کوڑوں سے زیادہ ایذا رساں تھا۔ اس پر رویا احمد بن حنبل اپنی مصیبت کے بعد جب ابو حنیفہ کی مصیبت کا ذکر کرتے تو روتے اور ان کے لیے رحمت کی دعا کرتے، دوسری مرتبہ خلیفہ منصور نے اسی عہدہ کے قبول کے لیے بغداد بلایا، اور اصرار کیا ابو حنیفہ انکار کرتے رہے، خلیفہ نے قسم کھا کر کہا کہ قبول کرنا ہوگا، انہوں نے انکار پر قسم کھائی، یہ بھی مکرر رہا۔ حاجب ربیع نے موقع پا کر کہا کہ ابو حنیفہ امیر المومنین بار بار قسم کھاتے ہیں۔ پھر بھی تم انکار کیے جاتے ہو، جواب دیا، امیر المومنین کو قسم کا کفارہ دے دینا مجھ سے زیادہ آسان ہے۔ بالآخر منصور نے قید کا حکم دے دیا۔ دوران قید میں ایک دن بلا کر پھر فرمائش کی، انہوں نے کہا اصلح الله امیر المومنین ما انا اصلح للقضاء خدا امیر المومنین کا بھلا کرے، میں عہدہ قضا کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ منصور نے کہا تم جھوٹے ہو جواب دیا خود امیر المومنین نے میری تصدیق کر دی کہ مجھ کو جھوٹا کہا اگر میں فی الواقع جھوٹا ہوں تو عہدہ قضا کے قابل نہیں اور اگر سچا ہوں تو میں کہہ چکا کہ مجھ میں یہ صلاحیت نہیں۔ منصور نے یہ سن کر پھر قید خانے بھیج دیا۔ اسی قید خانہ میں چھ دن علیل رہ کر ۱۵۰ھ میں وفات پائی۔ ستر برس کی عمر تھی۔ ابن جریج نے خبر وفات سن کر انا للہ پڑھی اور کہا ای علم ذھب کیسا علم اٹھ گیا ہے۔ (مناقب کردری، ص ۱۱۵، حیدر آباد دکن)

(۱۰۱) محدث سہل بن عبداللہ تستریؒ:

درمختار میں ہے کہ جرجانی نے مناقب نعمانیہ میں سہل تستری سے روایت کی ”اگر حضرت موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کی امتوں میں امام ابو حنیفہ جیسا کوئی شخص غزیر العلم، ثاقب الفہم، قائم بالصدق اور عارف بالحق ہوتا تو وہ یہودی یا نصرانی نہ ہوتے۔“ اس آخری جملہ کی وضاحت علامہ شامی نے یہ کی ہے کہ اپنے اپنے مذہب صحیح کی تعلیمات میں تحریف کر کے جو یہودیت و نصرانیت بنائی تھی اگر امام صاحب جیسے مجتہد ان میں ہوتے تو وہ دین کے اصول و

فروع کواس طرح منضبط کردیتے کہ تحریف نہ ہوسکتی۔

یہ قول بھی منقول ہے کہ اگر بنی اسرائیل میں ابوحنیفہؒ جیسا کوئی عالم ہوتا تو وہ گمراہ نہ ہوتے۔ (حدائق الحنفیہ فقیر محمد جہلمی ص ۷۹)

(۱۰۲) محدث سعدان بن سعید علمیؒ:

امام ابوحنیفہؒ اس امت کے طبیب ہیں اس لیے کہ جہل سے زیادہ کوئی بیماری نہیں اور علم ایسی دوا ہے کہ اس کی نظیر نہیں اور امام صاحب نے علم کی ایسی شافی تفسیر کی کہ جہل جاتا رہا۔

(مناقب موفق ابن احمد مکی، ص ۱۰۰، دار الکتب العربیہ بیروت)

(۱۰۳) محدث امام شمس الدین شافعیؒ:

عقود الجواهر المنیفه میں امینی کی خلاصۃ الاثر سے نقل کیا ہے کہ شمس الدین محمد بن علاء الباہلی شافعی فرمایا کرتے تھے کہ جب ہم سے افضل الائمہ کے بارے میں سوال ہوتا تھا تو ہم ابوحنیفہؒ کو بتلایا کرتے تھے۔

(خیرات الحسان فی مناقب نعمان بن حجر مکی، ص ۲۰۰، کراچی)

(۱۰۴) محدث شداد بن حکیمؒ:

امام ابوحنیفہؒ سے زیادہ علم والا ہم نے نہیں دیکھا۔ فرمایا کہ نوح بن مریم جب کوئی روایت سلف سے بیان کرتے تو اس کے آخر میں امام صاحب کا قول ضرور بیان کرتے اور کہتے کہ جس طرح امام صاحب نے اس کی تفسیر وتشریح کی ہے کسی نے نہیں کی۔

(مناقب موفق ابن احمد مکی، ص ۲۱۶، نیز کردری ص ۱۶۱ حیدر آباد دکن)

(۱۰۵) امام شعرانیؒ:

ا......آپ فرماتے ہیں میں نے امام ابوحنیفہؒ کے مسانید ثلاثہ کے صحیح نسخوں کا مطالعہ کیا جن پر حفاظ کی تصدیق تھی، میں نے دیکھا کہ ہر حدیث بہترین عدول وثقات تابعین سے مروی ومنقول ہے۔ مثلاً اسودؒ، علقمہؒ، عطاءؒ، عکرمہؒ، مجاہدؒ، مکحولؒ، حسن بصریؒ وغیرہ وغیرہ سے۔

پس امام صاحب اور جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان تمام راوی عادل، ثقہ، عالم اور بہترین بزرگ ہیں، جن میں کوئی کذاب یا متہم بالکذب نہیں۔

۲...... ہمارے لیے کسی طرح موزوں نہیں کہ ایسے امام اعظم پر اعتراض کریں جس کی جلالت قدر مسلم ہے۔

۳...... امام اعظم ابوحنیفہؒ کے کثرت علم، پرہیز گاری، عبادت، استنباط، سمجھ کی دقت و گہرائی پر سلف وخلف کا اتفاق واجماع ہے۔ (حدائق الحنفیہ فقیر محمد جہلمی ص ۶۷، لاہور)

(۱۰۶) شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ:

(۱) ''ایک روز اس حدیث پر ہم نے گفتگو کی کہ ایمان اگر ثریا کے پاس بھی ہوتا تو اہل فارس کے کچھ لوگ یا ان کا ایک شخص اس کو ضرور حاصل کر لیتا، فقیر (شاہ صاحب) نے کہا کہ امام ابوحنیفہؒ اس حکم میں داخل ہیں۔ کیونکہ حق تعالیٰ نے علم فقہ کی اشاعت آپ ہی کے ذریعہ کرائی اور دولت دین کا سرمایہ یہی مذہب ہے سارے ملکوں اور شہروں میں بادشاہ حنفی ہیں، قاضی حنفی ہیں، اکثر درس علوم دینے والے علماء اور اکثر عوام بھی حنفی ہیں۔''
(کلمات طیبات ص ۱۶۸)

حضرت شاہ صاحب کی شخصیت محتاج تعارف نہیں آج یورپ اور امریکہ بھی ان کے علوم ومعارف کا لوہا مان رہا ہے، فرماتے ہیں:

(۲) ''مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ مذہب حنفی میں ایک بہترین طریقہ ہے اور وہ بہت موافق ہے اس طریقہ مسنونہ کے جو کہ مدون کیا گیا ہے۔ بخاری اور اس کے اصحاب کے زمانے میں۔''

(۱۰۷) محدث شفیق بلخی:

عبدالوہاب مروزی نے نقل کیا کہ جب شفیق مکہ معظمہ آئے تو ہم ان کی مجلس میں اکثر جایا کرتے تھے۔ ان کی عادت تھی کہ امام ابوحنیفہؒ کی تعریفیں کثرت سے کیا کرتے تھے۔ ایک

بارہم نے کہا حضرت! کب تک آپ ان کی تعریف وتوصیف کریں گے۔ ایسی باتیں بیان کیجیے جن سے ہمیں کچھ نفع ہو، فرمایا افسوس ہے کہ تم لوگ ابوحنیفہؒ کے ذکر کو اور ان کے مناقب کو سنتے ہی حسد کرنے لگتے ہو۔

امام ابوحنیفہؒ اعلم بالناس، اعبدالناس، اکرم الناس اور دین میں بڑی احتیاط کرنے والے تھے۔ (مناقب کردری، ص ۸۳، نیز حدائق الحنفیہ فقیر محمد جہلمی ص ۸۷، لاہور)

(۱۰۸) محدث صالح بن محمد اسدیؒ:

محدث صالح بن محمد اسدیؒ نے بیان کیا کہ امام ابن معین نے فرمایا ''امام ابوحنیفہؒ حدیث میں ثقہ تھے۔'' (تہذیب التہذیب ابن حجر عسقلانی ص ۴۵۰، ج ۱۰، دارالحدیث، قاہرہ)

(۱۰۹) محدث صفی الدینؒ:

محدث صفی الدینؒ فرماتے ہیں ابن معین نے امام ابوحنیفہؒ کی توثیق کی ہے ان سے بڑھ کر کس کی توثیق چاہتے ہو۔ ابوحنیفہ ثقہ ہیں۔

(مناقب حافظ الدین کردری، ص ۳۶، حیدرآباد دکن)

(۱۱۰) محدث عبداللہ بن داؤدؒ:

آپ نے امام ابوحنیفہؒ کے حفظ سنن وفقہ کی تعریف کی ہے۔

روی محمد بن سعد الکاتب قال سمعت عبدالله بن داؤد الخریبی یقول یجب علی اهل اسلام ان یدعو الله لابی حنیفة فی صلاتهم قال وذکر حفظه علیهم السنن والفقه.

''محمد بن سعد کاتب نے فرمایا کہ میں نے عبداللہ بن داؤد الخریبی کو فرماتے ہوئے سنا کہ اہل السلام پر واجب ہے کہ وہ اپنی نمازوں میں امام ابوحنیفہ کے لیے دعا کریں اور نیز انہوں نے آپ کے ضبط حدیث وفقہ کا ذکر بھی کیا ہے۔ ابن حجر مکی آپ کا قول نقل کرتے ہیں کہ جب کوئی آثار یا احادیث کا قصد کرے تو اس کے لیے سفیان ہیں اور جب آثار یا احادیث کو

معلوم کرنا چاہے تو امام ابوحنیفہ ہیں۔"

علامہ ذہبی آپ کا قول نقل کرتے ہیں عبداللہ بن داؤد الخریبی کا قول ہے کہ اہل اسلام پر واجب ہے کہ نماز کے بعد ابوحنیفہ کے حق میں اس خدمت کے صلہ میں جو انہوں نے سنت اور فقہ کی کی ہے، دعائے خیر کریں۔ (تذکرۃ الحفاظ ذہبی، ص ۳۴۷، ج ۱، قاہرہ، دار العلم)

(۱۱۱) محدث عبداللہ بن یزید المقری:

یہ صحاح ستہ کے راوی ہیں۔ امام بخاریؒ، امام احمدؒ اور اسحاق بن راہویہؒ نے بھی ان سے روایت کی ہے۔ امام نسائی وغیرہ نے ان کی توثیق کی ہے۔

حافظ ذہبی نے تذکرہ میں ان کو امام المحدثین شیخ الاسلام لکھا ہے۔

انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کی تعریف کی ہے وہ اپنے تلامذہ کو امام صاحب کی حدیث سننے کی ترغیب دلایا کرتے تھے۔ نیز فرماتے تھے جو لوگ امام ابوحنیفہ کے فضل و تقدم کو نہیں جانتے وہ زندہ نہیں مردہ ہیں۔ (مناقب صدر الائمہ موفق بن احمد مکی، ص ۴۷، ج ۲، دار الکتب العربیہ بیروت)

(۱۱۲) علی بن ہاشمؒ:

امام ابوحنیفہ علم کا خزانہ تھے، جو مسائل اعلیٰ درجہ کے عالم پر سخت ہوں وہ ان پر آسان تھے۔ (مناقب صدر الائمہ موفق بن احمد مکی، ص ۴۷، ج ۲، دار الکتب العربیہ بیروت)

(۱۱۳) سیدنا علی الخواص شافعیؒ:

آپ اولیاء کاملین میں سے ہیں اور امام شعرانی شافعی کے شیخ اعظم تھے۔ آپ نے فرمایا کہ امام اعظم ابوحنیفہ کے مدارک اجتہاد اس قدر دقیق ہیں کہ اولیاء اللہ میں سے بھی صرف اہل کشف و مشاہدہ ہی ان کو اچھی طرح جان سکتے ہیں۔ اسی لیے انہوں نے اور امام ابو یوسف نے ماء مستعمل کو نجس قرار دیا ہے۔ امام صاحبؒ وضو کے مستعمل پانی میں صاحب وضو کے گناہوں کی نجاست ملاحظہ فرماتے تھے۔ اور ہر ایک کے گناہ کو ممتاز دیکھتے اور تنبیہ کرتے تھے، توبہ کی تلقین فرماتے تھے۔ (میزان الکبریٰ عبدالوہاب شعرانی ص ۷۵، دار العلم بیروت)

(۱۱۴) محدث علی بن الجعدؒ:

امام بخاریؒ کے شیخ اور مشہور محدث ہیں آپ کہتے تھے کہ جب کبھی امام ابوحنیفہؒ کوئی حدیث لاتے ہیں تو موتی کی طرح صاف لاتے ہیں۔

امام صاحب کی کتاب الآثار علم حدیث کی سب سے پہلی تصنیف ہے۔ جس میں امام صاحب نے احادیث صحاح اور اقوال صحابہؓ و تابعینؒ ترتیب فقہی پر جمع کیے۔ پھر آپ کے بعد امام مالکؒ کی موطا اور امام سفیان ثوریؒ کی جامع مرتب ہوئی اور ان تینوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے بعد کے محدثین نے کتب حدیث تالیف کیں۔

علامہ سیوطی نے تبییض الصحیفة فی مناقب الامام ابی حنیفة میں بھی یہی تحقیق ذکر کی ہے اور کہا ہے امام صاحب کے مناقب میں سے یہ بھی ہے کہ علم شریعت کو سب سے پہلے امام صاحب نے ہی مدون کیا اور ترتیب ابواب سے مرتب کیا۔ پھر ان کی اتباع میں امام مالکؒ نے موطا ترتیب دی اور امام صاحبؒ سے اس بارے میں کوئی سابق نہیں ہوا۔

امام مسعود بن شیبہؒ نے امام طحاوی کے حوالہ سے نقل کیا کہ امام سفیان ثوریؒ نے علی بن مسعرؒ کے ذریعہ امام ابوحنیفہ کی فقہ حاصل کی اور ان کے ساتھ مذاکرات کرتے تھے اور ان ہی علوم کی مدد سے انہوں نے جامع تالیف کی۔

(ما تمس به الیه الحاجه عبدالرشید نعمانی، ص ۱۲، اداره نشر القرآن کراچی)

(۱۱۵) عبدالرحمٰن بن عبداللہ مسعودیؒ:

آپ کا قول ہے کہ امام ابوحنیفہؒ فقہ اور فتویٰ میں موید من اللہ تھے۔ ابوعبدالغفار نے کہا کہ امام صاحبؒ ہمارے زمانہ کے فقیہ ہیں۔ قیس بن الربیع نے کہا کہ مسعودی نے سچ کہا۔

(مناقب کردری ص ۳۱۵، حیدر آباد دکن)

(۱۱۶) محدث عمر بن ذرؒ:

آپ فرماتے ہیں کہ ہم جب بھی کہیں امام ابوحنیفہؒ کے ساتھ سفر میں جاتے تھے۔ دیکھتے تھے کہ امام صاحبؒ وہاں کے تمام اہل علم پر فقہ، علم و ورع میں غالب رہتے تھے۔

(مناقب موفق بن احمد مکی، ص ۱۹۵، ج ۱، دار الکتب العربیه بیروت)

(۱۱۷) محدث عمرو بن حماد بن طلحہؒ:

آپ کا قول ہے کہ جس مجلس میں امام ابو حنیفہؒ ہوتے تھے بات کرنے کا حق ان ہی کا سمجھا جاتا تھا اس لیے جب تک آپ موجود رہتے تھے کوئی دوسرا بات نہ کرتا تھا۔

(مناقب موفق بن احمد مکی، ص ۴۲، ج ۲، دار الکتب العربیہ بیروت)

(۱۱۸) محدث عبدالوہاب بن ہمامؒ:

آپ کا قول ہے کہ جتنے مشائخ عدن طلب حدیث کے لیے کوفہ گئے تھے وہ بالاتفاق کہتے تھے کہ ابو حنیفہؒ کے زمانہ میں ان سے بڑا فقیہ اور اورع کوفہ میں ہم نے نہیں دیکھا۔

(مناقب موفق بن احمد مکی، ص ۳۱، ج ۲، دار الکتب العربیہ بیروت)

(۱۱۹) محدث عبید بن اسحاقؒ:

آپ کا فرمان ہے کہ امام ابو حنیفہؒ سید الفقہاء تھے ان کے دین و دیانت پر حرف گیری کرنے والے یا حاسد تھے یا شر پسند۔

(مناقب موفق بن احمد مکی، ص ۴۱، ج ۲، دار الکتب العربیہ بیروت)

(۱۲۰) محدث عثمان المدنیؒ:

فرماتے تھے کہ امام ابو حنیفہؒ اپنے استاد حماد سے افقہ تھے بلکہ ابراہیمؒ، علقمہؒ، اسودؒ سے بھی زیادہ افقہ تھے۔

(مناقب موفق بن احمد مکی، ص ۳۷، ج ۲، دار الکتب العربیہ بیروت)

(۱۲۱) محدث عبدالعزیز بن ابی سلمہ الماجشونؒ:

مدینہ طیبہ کے فقہاء محدثین کبار میں سے تھے۔ امام زہری کے تلامذہ میں تھے اور ان کے تلامذہ لیث و ابن مہدی وغیرہ تھے۔ ابن سعد و ابن حبان نے ان کی توثیق کی ہے۔ ان کا ارشاد ہے کہ امام ابو حنیفہؒ مدینہ طیبہ آئے تو ہم نے ان کے مسائل میں ان سے علمی مذاکرات کیے۔ اچھے دلائل سے استدلال کرتے تھے اور ان کی رائے پر ہم عیب نہیں لگا سکتے کیونکہ ہم

سب بھی تو رائے سے استفادہ واستدلال کرتے ہیں۔

(مناقب موفق بن احمد مکی، ص ۳٤، ج۲، دار الکتب العربیه بیروت)

(۱۲۲) محدث عیسیٰ بن یونسؒ:

محمد بن داؤد کا بیان ہے کہ ہم محدث عیسیٰ بن یونس کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کی ایک کتاب نکالی تاکہ ہمیں اس سے سنائیں، کسی نے مجلس میں سے کہا کہ آپ ابوحنیفہؒ سے روایت حدیث کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ میں نے ان کی زندگی میں ان کو اور ان کے علم فضل کو پسند کیا تو اب ان کی وفات بعد ان کو پسند نہ کروں گا۔

عیسیٰ بن یونس مشہور محدث تھے اور امام صاحب کے حدیث وفقہ میں شاگرد تھے، انہوں نے تمام عیوب سے امام صاحب کی برأت ظاہر کی اور فرمایا

قال عیسٰی ما تکلم فی رای ابی حنیفة یسوء ولا تصدق احدًا بشیء القول فیه والله ما رایت افضل منه ولا اورع ونحو ذلك فی الخیرات

''عیسیٰ نے فرمایا کسی شخص نے بھی امام ابوحنیفہ کی رائے کو برا نہیں مانا اور ہم برائی کرنے والے کی تصدیق نہیں کرتے اللہ کی قسم میں نے ان سے افضل اور متقی کسی کو نہیں دیکھا، یہی مضمون خیرات الحسان میں بھی ہے۔''

(۱۲۳) محدث القاسم بن معنؒ:

محدث القاسم بن معن کا بیان ہے کہ ایک رات ابوحنیفہؒ نے نماز میں یہ آیت پڑھی (بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ) (سورۃ القمر)

بلکہ ان کا وعدہ قیامت پر ہے، اور قیامت بڑی آفت اور بہت تلخ ہے، تمام رات اس کو دہراتے رہے اور شکستہ دلی سے روتے رہے۔

(مناقب موفق بن احمد مکی، ص ۷۸، ج۲، دار الکتب العربیه بیروت)

(۱۲۴) قیس بن ربیع:

قیس بن ربیع کا قول ہے کہ ابوحنیفہؒ پرہیز گار، فقیہ، مسعود خلائق تھے جو ان کے پاس التجا لے جاتا اس کے ساتھ بہت اچھا سلوک کرتے، بھائیوں کے ساتھ بکثرت احسان کرتے، انہی کا قول ہے کہ ابوحنیفہؒ مال تجارت بغداد بھیجتے، اس کی قیمت کا مال کوفہ منگواتے، سالانہ منافع جمع کر کے شیوخ محدثین کے لیے ضرورت کی چیزیں خریدتے، خوراک اور لباس غرض جملہ ضروریات کا انتظام کرتے، اس سے جو روپیہ بچتا وہ نقد جملہ سامان کے ساتھ یہ کہہ کر ان کے پاس بھیجتے کہ اس کو خرچ کرو اور سوائے اللہ کے کسی کی تعریف نہ کرو اس لیے کہ میں نے اپنے مال میں سے تم کو کچھ نہیں دیا، یہ اللہ کا تمہارے معاملہ میں مجھ پر فضل ہے کہ تمہاری قسمت کا نفع ہوا، یہ وہ فیض ہے جو اللہ تعالیٰ میرے ہاتھ سے تم کو پہنچاتا ہے یہ ظاہر ہے کہ جو اللہ بخشے اس میں دوسرے کی قوت کا کیا دخل ہو سکتا ہے۔"

(مناقب موفق بن احمد مکی، ص۷۸، ج۲، دار الکتب العربیہ بیروت)

(۱۲۵) محدث شیخ کنانہؒ:

امام ابوحنیفہؒ کا کل علم مفہوم و کار آمد ہے اور دوسروں کے علم میں کمی و زیادتی ہے۔ ان کی صحبت میں ایک مدت تک رہا مگر ایک بات بھی ان سے ایسی نہیں سنی جو قابل مواخذہ ہو یا اس پر عیب لگایا جا سکے۔ (مناقب موفق بن احمد مکی، ص ۸۷، ج ۲، دار الکتب العربیہ بیروت)

(۱۲۶) محدث مقاتل بن سلیمانؒ:

میں نے امام ابوحنیفہؒ کو علم کی تفسیر کرتے دیکھا، وہ ایسی تفسیر و تشریح کرتے تھے کہ اس سے تسکین ہو جاتی تھی۔

میں نے تابعین اور تبع تابعین کو دیکھا مگر ان میں ابوحنیفہؒ جیسا نکتہ رس اور بصیرت والا شخص نہیں دیکھا۔ (مناقب موفق بن احمد مکی، ص ۱۱۵، ج ۲، دار الکتب العربیہ بیروت)

(۱۲۷) محدث امام علی بن مسہرؒ:

یہ علی بن مسہر وہی ہیں جن کے بارے میں امام صیمری نے فرمایا کہ ان سے امام سفیان

نے امام صاحبؒ کے علوم حاصل کیے اور ان کے پاس سے امام صاحب کی کتابیں لے کر لکھیں اور علامہ قرشی نے جواهر المنیفه میں کہا کہ وہ امام وقت و حافظ حدیث تھے اور ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے فقہ و حدیث کو جمع کیا اور اسی طرح تذکرۃ الحفاظ میں ہے۔

یہ تصریح امام ذہبی و علامہ سیوطی تذکرۃ الحفاظ اور تاریخ الخلفاء میں ہے کہ اسی زمانہ میں بڑے بڑے فقہاء، محدثین نے تدوین حدیث و آثار کا کام کیا اور کثرت سے تصانیف ہوئیں۔

دوسری صدی نصف آخر میں امام اعظمؒ اور امام مالکؒ کے بڑے بڑے اصحاب و تلامذہ نے حدیث و فقہ میں بہت کثرت سے چھوٹی بڑی تصانیف کیں چنانچہ امام ابو یوسفؒ کی تالیفات تو غیر معمولی کثرت سے بتائی جاتی ہیں جن میں سے اکثر کا ذکر فہرست ابن ندیم میں ہے اور امالی ابی یوسف کا تذکرہ کشف الظنون میں ہے کہ وہ تین سو مجلّہ میں تھیں۔ حافظ قرشی نے جواهر المنیه میں کہا کہ جن لوگوں نے امام ابو یوسفؒ کے امالی روایت کیے ہیں ان کا شمار نہیں ہوسکتا۔

(مناقب حافظ الدین محمد بن محمد کردری، ص ۷۶، دارالکتب العربیہ بیروت)

(۱۲۸) محدث محمد انصاریؒ:

فرمایا کرتے تھے کہ امام ابوحنیفہ کی ایک ایک حرکت یہاں تک کہ بات چیت، اٹھنے بیٹھنے، چلنے پھرنے میں بھی دانشمندی کا اثر پایا جاتا تھا۔

(مناقب کردری ص ۹۸، حیدرآباد دکن)

(۱۲۹) محدث محمد بن سعدانؒ:

یزید بن ہارونؒ کی مجلس میں یحییٰ بن معین، علی بن مدینی، احمد بن حنبل، زہیر بن حرب اور ایک جماعت بیٹھی تھی کہ کسی شخص نے ایک مسئلہ دریافت کیا۔ یزید بن ہارون نے کہا کہ "اہل

علم کے پاس جاؤ۔" اس پر ابن المدینی نے کہا کہ کیا اہل علم حدیث آپ کے پاس نہیں بیٹھے۔ انہوں نے فرمایا کہ اہل علم اصحاب ابوحنیفہؒ ہیں اور تم تو عطار ہو۔

(مناقب کردری ص ۹۸، حیدر آباد دکن)

(۱۳۰) محدث محمد بن سعد العوفی:

بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام ابن معین سے سنا وہ فرماتے تھے کہ "امام حدیث ابوحنیفہؒ ثقہ ہیں۔ کوئی حدیث اس وقت تک بیان نہ فرماتے جب تک نہ ان کو پوری طرح یاد نہ ہو۔ اور جو یاد نہ ہوتی اس کو بیان نہ فرماتے تھے۔"

(تہذیب التہذیب ابن حجر عسقلانی، ص ۴۵۰، ج ۱۰، دار الحدیث، قاہرہ)

(۱۳۱) محدث محمد بن طلحہؒ:

محدث ابوغیلہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ ہم دونوں آپس میں امام ابوحنیفہؒ کی باتیں کر رہے تھے تو محمد بن طلحہ نے کہا ابوغیلہ! اگر تمہیں امام صاحب کا کوئی قول معتبر ذریعہ سے مل جائے تو اس کو مضبوط پکڑ لینا، اس کی قدر کرنا کیونکہ امام صاحب سے جو بات آتی ہے۔ وہ چھنی چھنائی صاف ہوتی ہے (یعنی کھرے سونے کی طرح سے بے کھوٹ ہوتی ہے)

(مناقب موفق بن احمد مکی، ص ۴۰، ج ۲، دار الکتب العربیہ بیروت)

(۱۳۲) محدث معمرؒ:

کہتے ہیں کہ شرح حدیث میں امام صاحب سے زیادہ عالم میں نے نہیں دیکھا۔

(مناقب موفق بن احمد مکی، ص ۴۱، ج ۲، دار الکتب العربیہ بیروت)

(۱۳۳) محدث صہیب بن شریکؒ:

اگر تمام شہروں کے لوگ اپنے اپنے علماء کو لائیں اور ہم ابوحنیفہ کو پیش کریں تو وہ ہمارا مقابلہ نہ کر سکیں گے۔ (مناقب حافظ الدین کروری، ص ۳۱۱، دار الکتب العربیہ بیروت)

(۱۳۴) محدث کبیر وشہیر حضرت مغیرہؒ:

محدث جریر کا بیان ہے کہ حضرت مغیرہ مجھے تاکید کیا کرتے تھے کہ ابوحنیفہ کی مجلسوں میں بیٹھا کرو اگر ابراہیم نخعیؒ (امام صاحبؒ کے استاد) بھی زندہ ہوتے تو وہ بھی ان کی مجلس میں بیٹھتے۔ ایک دفعہ فرمایا کہ امام صاحب کے حلقہ درس میں ضرور جایا کرو فقیہ بن جاؤ گے۔

ایک بار حضرت مغیرہ نے کوئی فتویٰ دیا اس پر عمل کرنے میں لوگوں کو تامل ہوا، تو انہوں نے فرمایا کہ ایسا ہی ابوحنیفہؒ بھی فرماتے تھے۔ دوسری روایت میں اس طرح ہے کہ حضرت مغیرہؒ سے جب لوگ کوئی مسئلہ معلوم کرتے اور ان کے جواب پر معترض ہوتے تو حضرت مغیرہ فرمادیا کرتے تھے کہ یہی جواب تو ابوحنیفہؒ کا بھی ہے۔ معلوم ہوا کہ امام صاحبؒ کا قول اس زمانہ میں بھی بڑے بڑوں کے لیے سند ہوتا تھا۔

حضرت جریر ہی یہ بھی کہتے تھے کہ اگر میں امام صاحب کی مجلس میں نہ جاتا تو حضرت مغیرہؒ مجھے ملامت کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ امام صاحب کے ساتھ ہر وقت رہو اور ان کی مجلس سے کبھی غائب مت ہو کیونکہ ہم حضرت حماد کی مجلس میں بیٹھتے تھے تو ہم ان کے علوم سے اس قدر استفادہ نہ کرسکتے تھے جس قدر امام صاحب کر لیتے تھے۔

یہ وہی حماد ہیں جن کے اقوال سے امام بخاری استشہاد کرتے ہیں اور ان کی علمی عظمت و رفعت کے معترف ہیں مگر آپ نے دیکھا کہ حضرت مغیرہؒ جیسے عالی حوصلہ اور بےنفس عالم بھی اسی دنیا میں ہو گزرے ہیں۔ اتنے بڑے محدث و مفتی اور اپنے وقت کے مرجع امام و مقتدا ہو کر امام صاحب کے علم و فضل کا کس کس طرح اعتراف کر رہے ہیں، نہ معاصرت کی چشمک ہے نہ حسد و عناد، اور یہاں تک بھی کہہ دیا کہ امام حماد کے سب سے بڑے اور صحیح جانشین امام صاحب ہی تھے کہ ہمارے دوسرے شاگردوں کے لیے ان کے علوم کے دو دروازے نہ کھل سکے جو ان کے لیے کھلے تھے۔

اس قسم کے اعتراف کی مثالیں خیر القرون کے علماء میں بہ کثرت ملتی ہیں۔ دور مابعد میں

بہت کم ملتی ہیں۔ (مناقب موفق بن احمد مکی، ص ۳۵، دارالکتب العربیہ بیروت)

(۱۳۵) محدث معروف بن عبداللہ:

محدث معروف بن عبداللہ نے فرمایا کہ ایک روز علی بن عاصم کی مجلس میں تھا انہوں نے سب سے فرمایا کہ تم لوگ علم سیکھو، ہم نے کہا کیا آپ سے جو کچھ ہم سیکھتے ہیں وہ علم نہیں ہے؟ فرمایا، علم وہ ہے جو امام ابوحنیفہؒ جانتے ہیں اگر امام صاحب کا علم ان کے زمانہ کے تمام علماء کے علم کے ساتھ وزن کیا جاتا تو ان ہی کا علم غالب ہوتا۔

(مناقب موفق بن احمد مکی، ص ۳۶، دارالکتب العربیہ بیروت)

(۱۳۶) امام مزنی:

مزنی سے کسی نے پوچھا کہ ابوحنیفہؒ کے حق میں کیا کہتے ہو؟ کہا سیدنا وہ ہمارے سردار ہیں۔ کہا اور ابو یوسف؟ کہا اتبعھم للحدیث ان میں حدیث کا سب سے زیادہ اتباع کرنے والے، کہا اور محمد بن حسن؟ کہا اکثرھم تفریعا سب سے زیادہ مسائل نکالنے والا۔ کہا زفر؟ کہا احسنھم قیاسًا قیاس میں سب سے بہتر۔

(حدائق الحنفیہ، فقیر محمد جہلمی ص ۷۸، لاہور)

(۱۳۷) محدث مجدد الف ثانیؒ:

شیخ احمد سرہندی ہزار دوم کے مجدد فرماتے ہیں:

بانی فقہ ابوحنیفہ است وسہ حصہ از فقہ اورا مسلم واشتہ اند در ربع باقی حمہ شرکت دارند، در فقہ نماز اوس ودیگراں ہمہ عیال دے۔ (مکتوب ۵۵ جلد ۲، مکتوبات مجدد الف ثانی)

فقہ کے بانی ابوحنیفہؒ ہیں اور لوگوں نے فقہ کا تین چوتھائی حصہ ان کے لیے مسلم رکھا ہے۔ اور صرف باقی چوتھائی حصہ میں دوسرے فقہاء ان کے شریک ہیں اور فقہ میں صاحب خانہ وہ ہے اور دوسرے سب اس کے عیال ہیں۔

(۱۳۸) محدث مجد الدین فیروز آبادیؒ:

قاموس کے باب الفاء میں لکھا ہے کہ ابو حنیفہؒ بیس فقہاء کی کنیت ہے لیکن ان میں سے بہت زیادہ مشہور امام الفقہاء نعمان ہیں۔ (حدائق الحنفیہ فقیر محمد جہلمی ص ۷۸، لاہور)

(۱۳۹) مطلب بن زیاد:

جب کبھی امام ابو حنیفہؒ نے کسی مسئلہ میں کسی کے ساتھ گفتگو کی تو وہ شخص ان کا مطیع ہو گیا۔

(مناقب موفق بن احمد مکی، ص ۴۳، دار الکتب العربیہ بیروت)

(۱۴۰) محدث محمد بن بشرؒ:

محدث محمد بن بشر کا قول ہے کہ میں ابو حنیفہؒ اور سفیان ثوریؒ دونوں کے پاس جاتا تھا، جب ابو حنیفہؒ کے پاس جاتا پوچھتے کہاں سے آئے، سفیان کا نام سن کے کہتے تم ایسے شخص کے پاس سے آئے ہو کہ اگر آج علقمہ اور اسود زندہ ہوتے تو سفیان کے محتاج ہوتے، جب سفیان سوال کا جواب سنتے کہ ابو حنیفہؒ کے پاس سے آیا ہوں تو کہتے تم ایسے شخص کے پاس سے آئے ہو جو روئے زمین پر سب سے زیادہ فقیہ ہے۔

(مناقب حافظ الدین محمد بن محمد کردری، ص ۸۱، دار الکتب العربیہ بیروت)

(۱۴۱) نصر بن محمدؒ:

میرا ظن غالب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے امام ابو حنیفہ کو رحمت پیدا کیا ہے۔ اگر وہ نہ ہوتے تو بہت سا علم کم ہو جاتا۔

(مناقب حافظ الدین محمد بن محمد کردری، ص ۹۹، دار الکتب العربیہ بیروت)

(۱۴۲) محدث نوح بن مریم:

اس امام ابو حنیفہ کی صحبت و حلقہ میں رہا ہوں ان کے بعد ان کا مثل نہیں دیکھا۔

(مناقب حافظ الدین محمد بن محمد کردری، ص ۱۱۱، دار الکتب العربیہ بیروت)

(۱۴۳) محدث رقبہ بن مسقلہؒ:

امام ابو حنیفہؒ نے علم میں ایسا خوض کیا تھا کہ کسی نے اتنا نہیں کیا تھا۔ اس لیے جو وہ چاہتے تھے ان کو حاصل ہو گیا۔ (مناقب موفق بن احمد مکی، ص ۱۱۲، دار الکتب العربیہ بیروت)

(۱۴۴) محدث ہیاج بن بسطامؒ:

امام اہل ہرات امام صاحب کی خدمت میں ۱۲ سال رہے۔ ان کا قول ہے کہ میں نے کوئی فقیہ امام صاحب سے زیادہ عبادت گزار نہیں دیکھا۔

(مناقب موفق بن احمد مکی، ص ۱۱۳، دار الکتب العربیہ بیروت)

کہا کہ میں نے خواب دیکھا گویا قیامت قائم ہوگئی اور امام صاحب کو دیکھا کہ ان کے ساتھ ایک جھنڈا ہے جس کو وہ اٹھائے ہوئے کھڑے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ آپ کیوں کھڑے ہیں۔ فرمایا اپنے ساتھیوں کا انتظار کر رہا ہوں ان کے ساتھ جاؤں گا۔ میں بھی کھڑا ہو گیا پھر دیکھا کہ ایک بہت بڑی تعداد لوگوں کی آپ کے پاس جمع ہوگئی اور آپ چلے گئے ہم بھی آپ کے پیچھے ہو لیے۔

کہتے ہیں کہ یہ خواب میں نے امام صاحب کی خدمت میں ذکر کیا تو آپ رو پڑے اور دعا کی کہ باری تعالیٰ سب کی عاقبت کی خیر۔

(مناقب حافظ الدین محمد بن محمد کردری، ص ۱۱۴، دار الکتب العربیہ بیروت)

(۱۴۵) محدث یحیٰی بن ایوب الزاہدؒ:

یحیٰی بن ایوب الزاہدؒ کا قول ہے کان ابو حنیفة لا ینام اللیل ابو حنیفہؒ شب بیدار تھے۔ اسد بن عمرو کا قول ہے کہ ابو حنیفہؒ شب کی نماز میں ایک رکعت میں پورا قرآن ختم کر دیتے تھے۔ ان کے گریہ وزاری کی آواز سن کر پڑوسیوں کو رحم آنے لگتا تھا۔ ان کا یہ بھی قول ہے کہ یہ روایت محفوظ ہے کہ انہوں نے جس مقام پر وفات پائی وہاں سات ہزار کلام مجید ختم کیے تھے۔ (مناقب صدر الائمہ موفق بن احمد مکی، ص ۷۷، ۷۸، ۹۲، دار الکتب العربیہ بیروت)

(۱۴۶) محدث یوسف بن خالد سمتی:

کبار مشائخ حدیث میں سے تھے۔ امام اعظم کے شاگرد اور امام شافعی وغیرہ اکابر و محدثین کے استاد تھے۔ ان کا بیان ہے کہ میں بصرہ میں تھا۔ عثمان سمتی کی خدمت میں جایا کرتا تھا اپنے دل میں خیال کیا کرتا تھا کہ میں اب کمال کی انتہا تک پہنچ گیا اور علم سے حصہ وافر حاصل کر لیا ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کے علم وفقہ کا شہرہ تھا۔ میں نے بھی سفر کیا اور ان کی خدمت میں پہنچا آپ کے اصحاب و تلامذہ بھی حاضر تھے ان کی علمی موشگافیاں سنیں ایسا محسوس ہوا کہ میرے چہرہ پر ایک پردہ پڑا ہوا تھا، وہ اٹھ گیا اور گویا ان سے پہلے میں نے علمی باتیں سنی ہی نہ تھیں، پھر تو میں نے اپنے آپ کو بہت حقیر سمجھا اور اپنے علم کا سابق غرور ختم ہو گیا۔ یہ بھی فرماتے تھے کہ امام ابوحنیفہؒ ایک سمندر تھے جس کا پانی ختم نہیں کیا جا سکتا اور ان کی عجیب شان تھی میں نے تو ان جیسا سنا نہ دیکھا۔

(مناقب صدر الائمہ موفق بن احمد مکی، ص۱۹۲، ج۲، دار الکتب العربیہ بیروت)

(۱۴۷) محدث یزید بن الکمیتؒ:

جو برگزیدہ لوگوں میں سے تھے **کان من خیار الناس** کہتے ہیں کہ ابوحنیفہؒ کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف شدید تھا۔ ایک رات امام نے عشاء کی نماز میں سورۃ "**اذا زلزلت الارض**" پڑھی، ابوحنیفہؒ جماعت میں تھے۔ جب نماز ختم کر کے آدمی چلے گئے تو میں نے دیکھا کہ ابوحنیفہؒ فکر میں غرق بیٹھے ہیں۔ تنفس جاری ہے۔ میں نے دل میں کہا چپکے سے اٹھ چلو، ان کے شغل میں خلل انداز نہ ہو۔ چنانچہ قندیل روشن چھوڑ کر ہی چلا آیا۔ اس میں تیل تھوڑا تھا، طلوع فجر کے وقت جب میں مسجد میں پھر آیا تو میں نے دیکھا کہ ابوحنیفہؒ اپنی داڑھی پکڑے کھڑے ہیں اور کہہ رہے ہیں **یا من یجزی بمثقال ذرة خیر خیرا و یا من یجزی بمثقال ذرة شر شرا اجر النعمان عبدك من النار و ما یقرب منها من السوء و ادخله فی وسعة رحمتك** اے ذرہ بھر نیکی کا اچھا بدلہ دینے والے، اور اے

ذرہ بھر برائی کا بدلہ دینے والے اپنے بندہ نعمان کو آگ اور اس کے لگ بھگ عذاب سے بچائیو۔ اور اپنی رحمت کی فضا میں داخل کی جیو۔ میں نے اذان دی دیکھا تو قندیل روشن تھی او روہ کھڑے ہوئے تھے مجھ کو دیکھ کہا کیا قندیل لینا چاہتے ہو؟ میں نے کہا صبح کی اذان دے چکا ہوں، کہا جو دیکھا ہے اس کو چھپانا، یہ کہہ کر صبح کی سنتیں پڑھیں اور بیٹھ گئے۔ میں نے تکبیر کہی تو جماعت میں شریک ہوئے ہمارے ساتھ صبح کی نماز اول شب کے وضو سے پڑھی۔

(المیزان الکبری، عبدالوہاب شعرانی، ص۳۱، ج۱، دارالکتب العربیہ بیروت)

☆......☆......☆

ہماری دیگر مطبوعات